از امامت

تا قیامت

انوارِ امامت

ترجمہ

حدیقۃ الشیعہ

تالیف

فقیہِ محققِ ربانی دانشمندِ بزرگ احمد بن محمد

المعروف

مقدس اردبیلی

مترجم

مولانا السید علی حسن اختر صاحب امروہوی

قیمت قسم اول آفسٹ کاغذ -/۲۴ روپے

تاریخ اشاعت ———— یکم محرم ۱۴۰۲ھ

ناشر ———— رضوی بک ایجنسی

مصنف ———— مقدس اردبیلی رح

مترجم ———— مولانا سید علی حسن اختر امروہوی

کتبہ ———— سید محمد عسکری زیدی نادم ایرانیانی

قیمت: قسم اول آفسٹ کاغذ ———— ۲۴/..

قسم دوم سفید کاغذ ————

مطبوعہ: سنورو آمنٹ پرلیس کراچی۔
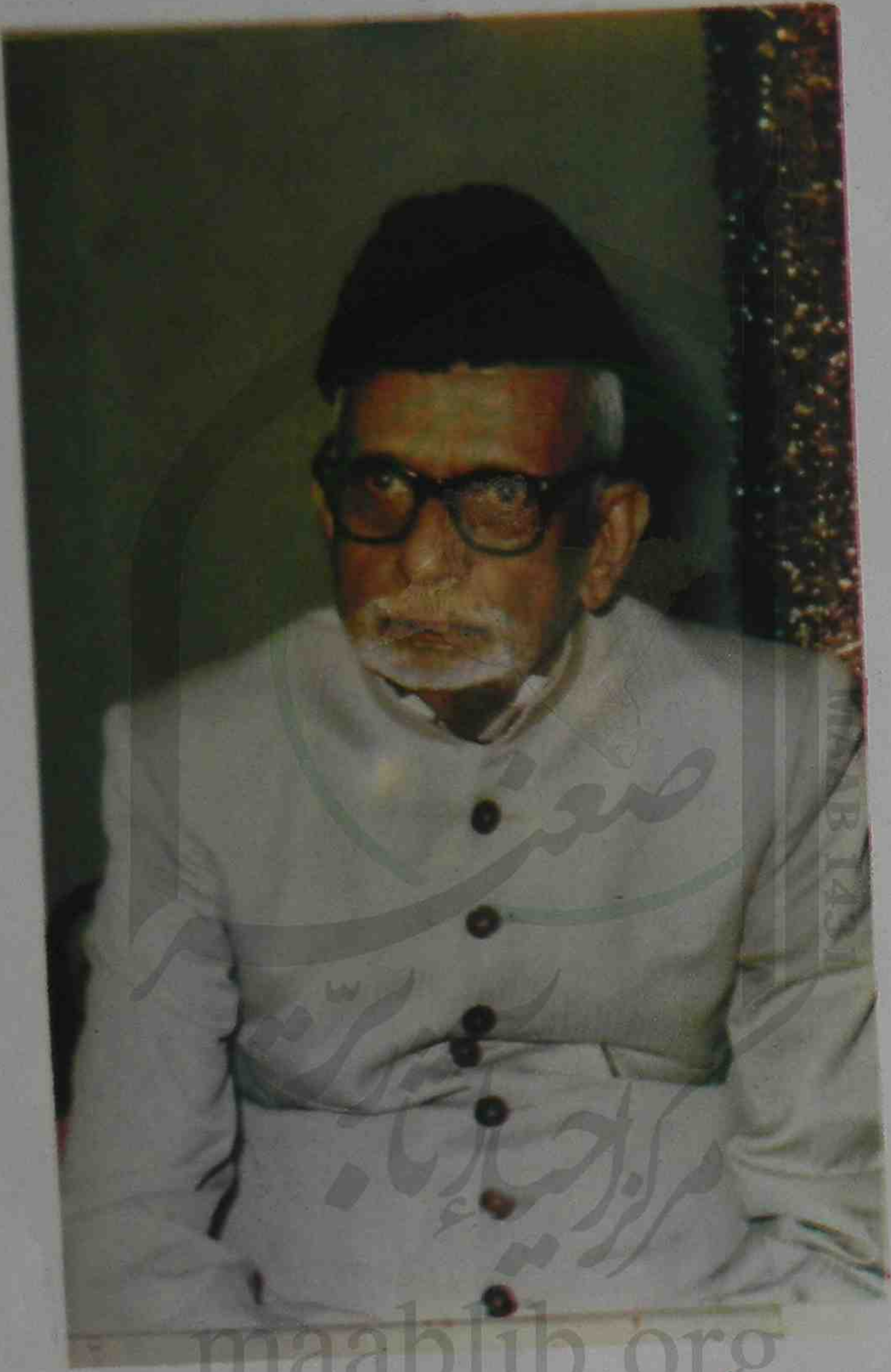
لائیں گے شمس و قمر کیا خاک اختر کا جواب
خاک ہے اختر مگر ہے خاک پائے بوتراب

فرمانِ رسولؐ

جو مر گیا اور اُس نے اپنے امامؑ زمانہ کو نہ پہچانا، وہ کُفر کی موت مرا۔

قطعہ تاریخ ترجمہ

کر لو حاصل پہلے عرفانِ امامؑ
موت گر چاہو جہالت کی نہ ہو

مِل نہیں سکتی ہے جنّت جسکو یاں
معرفت اوّل امامت کی نہ ہو

۱۴۰۰ھ

(اختر امروہوی)

قطعہ تاریخ

(کتاب ہٰذا)

اِسلام کا حاصل ہے یہ دِیںؐ کی قیادت ہے
عرفانِ اِمامت پر موقوفِ عبادت ہے
دُنیا اَبھی قائم ہے اِس نورؐ کے صدقہ میں
اَنوارِ اِمامت کی یا کم یہ عنایت ہے

۱۴۰۲ھ

فہرست

تمت

تصدیق صحت متن آیاتِ قرآنی

کتاب انوارِ امامت

میں نے کتاب ہٰذا میں آیاتِ قرآنی کو حرفاً حرفاً پورے غور و خوض سے نہ صرف دیکھا بلکہ پڑھا بھی، میں تصدیق کرتا ہوں کہ اِن آیات میں کوئی کمی و بیشی اور کتابت میں کوئی غلطی نہیں ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

حافظ محمد یٰسین (سند یافتہ)

اِمام نایاب جامع مسجد، ڈاکخانہ نمبر"۱" لیاقت آباد کراچی (پاکستان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

"میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں، جو بڑی گراں بہا اور قیمتی ہیں، خدا کی کتاب، اور میری عترت؛ اگر تم نے ان دونوں کی پیروی کی تو میں پوری ذمہ داری سے کہتا ہوں کہ تم کبھی قیامت تک گمراہ نہ ہوگے۔"

یہ اُس رسُول کا قول ہے جو سوائے "وحی" کے اپنی خواہشِ نفس سے بات ہی نہیں کرتا۔ حکمِ رسُول کی متابعت، فریضۂ اسلام ہے اور ذریعۂ نجات۔ اس نجات کے حاصل ہو جانے کے بعد اگر پیروانِ رسُول، سنّتِ رسُول سمجھ کر اپنی زندگی میں قبل رخصت کوئی کتاب جس میں ذکرِ قرآن ہو اور کوئی اولاد جو پیروِ کلِّ ایمان ہو چھوڑ جائیں تو پھر راہِ نجات آسان سے آسان تر نظر آئے گی۔ بنابریں ہم نے حسب استطاعت چند کتابیں۔ "فاطمہ کا چاند۔ ذکرِ معصوم۔ خطباتِ راشدہ۔ حدیثِ کساءِ منظوم۔ ترجمہ خروجِ مختارؒ" اپنے جویائے حق، ذہین طلبا اور طالبات کے لئے پیش کر کے اپنے اور اپنے حق پسند نوجوانوں کے لئے نجات کا ایک راستہ نکالا تھا کہ ایک کتاب "علم کا باب" نظر سے گذری۔ حدیقۃ الشّیعہ حصّہ دُوم۔ یہ کتاب اُس عابد و زاہد، عالمِ جلیل کی تصنیفات سے ہے جس کے تقدّس اور تقویٰ نے انکو "مقدّس اردبیلی" بنا دیا۔ بے اختیار دل چاہا کہ اس کا ترجمہ کر کے اپنے اُردو داں طبقہ کو ان جواہراتِ علمی سے روشناس کرایا جائے، مگر نہ مضمحل ہو گئے قویٰ غالب۔ اب عناصر میں اعتدال کہاں۔ نہ ہاتھ میں قوّت، نہ آنکھ میں روشنی۔ چوراسی ۸۴ سال کی عمر کے حوصلہ شکن تصوّر نے بڑھ کر پکارا "ایں خیال است و محال است و جنوں" مگر ایمانی جنون نے اور سفرِ آخرت کی قربت کے خیال نے معزز احباب کے اصرار نے، بالخصوص مجسمۂ ایمانی میرے کرم فرما، خان بہادر حاجی سیّد نیاز احمد صاحب قبلہ کی مسلسل ہمّت افزائی نے ہمّت بڑھائی۔ اور بحمد اللہ ترجمہ کتاب مذکورہ دو تین ماہ میں تکمیل پا گیا۔

مصنّف کتاب مقدّس اردبیلی کی سوانح حیات دیباچہ کتاب میں جو حیران کن تحریر ہے اُسکا اقتباساً چند جملوں کا ترجمہ کیا گیا ہے جس سے موصوف کے تقدّس کا کچھ اندازہ ہوسکے گا۔ اس کتاب میں صرف امامت کا بیان ہے۔ کتاب تقریباً آٹھ سو صفحات پر مشتمل ہے۔ ہم نے تقریباً پانچسو صفحات کو جن میں معاندینِ آلِ محمدؐ کے مطاعن، تصوّف کے طویل مباحث اور مخالفین کے فرسودہ اعتراضات اور ان کے دندان شکن جوابات ہیں۔ بہ نظر رواداری نظر انداز کرکے ترجمہ مناظرانہ رنگ سے پاک رکھا ہے تاکہ ہر مکتبِ فکر وخیال کے لئے یہ کتاب مفید ثابت ہوسکے۔ اس ترجمہ میں حقیقتِ امام، ضرورتِ وجودِ امام، اور امامِ اوّل سے تا آخر الزمان اور تقریباً ستر آیاتِ قرآنی، اتنی ہی احادیث۔ ائمہ اثناء عشر کی سوانح حیات، اور اُن کے مختصر معجزات کا جس قدر بھی ذکر ہوا ہے وہ سب کا سب علمائے کبار اہلسنّت اور اُن کی مستند کتابوں سے لیا گیا ہے جو اس کتاب کی ایک بڑی خصوصیت ہے۔ خداوندِ عالم اس ناچیز کی اس ادنیٰ خدمت کو بحقِ محمدؐ وآلِ محمدؐ علیہم السّلام قبول فرمائے۔ آمین"۔

آخر میں قارئینِ کرام سے عاجزانہ درخواست ہے کہ میرے فرزند وارجمند سیّد حسن اختر مرحوم، اور میرے والدین کی روح پُرفتوح کو ایک سورۂ فاتحہ کا ثواب بخش کر مجھ پر احسانِ عظیم فرمائیں۔

جزاکَ اللہُ خیرَ الجزاءِ

اَحقر الزّمن، علی حسن اختر عفی عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(ترجمہ) مُقدّمہ

(از قلم حقیقت رقم آقائے حسین فشاہی)

شیخ جلیل عالم ربّانی احمد بن محمّد اُردبیلی المعروف "مقدّس اُردبیلی" فخرِ علماءِ امامیہ اور مقدّس ترین اولیاء اللہ میں سے ہیں، آپ اپنے وطن شہر "اُردبیل" میں پیدا ہوئے تاریخ ولادت معلوم نہیں۔ تاریخ وفات ماہ صفر ۹۹۳ھ ہے۔ ایوانِ طلائی دربار امیر المومنینؑ نجف اشرف میں مدفون ہوئے۔ آپ کا مقام علمی اَظہر من الشّمس ہے، محتاجِ تعارف نہیں۔ تقدّس اور پرہیزگاری میں آپ اُس مقام پر ہیں کہ اگر کسی کو تقویٰ اور پرہیزگاری میں مثال دینی ہو تو آپ سے دی جاتی ہے۔ آپ تقدّس و تقویٰ میں اِس طرح مشہور ہیں جس طرح خاتمؐ الانبیاء اخلاق و کرامت میں۔ رُستم، شجاعت میں۔ حاتم، سخاوت میں۔ اور نوشیرواں، عدالت میں ہیں۔

مرحوم علّامہ مجلسی "بحار الانوار" میں لکھتے ہیں کہ مقدّس اُردبیلی جیسا مقدّس متقدّمین اور متاخّرین میں نہ دیکھا گیا، نہ سُنا گیا ہے — آپ ان مقدّس ہستیوں میں سے ہیں جن کو بارہا امامِ زمانہ علیہ السّلام سے شرفِ ہمکلامی حاصل ہُوا ہے۔

آپ کا جب تک کربلائے معلّٰی قیام رہا، کبھی بول اور براز (پیشاب، پاخانہ) اس سرزمین پر نہیں کیا، بلکہ چار فرسخ باہر جاکر رفعِ حاجت فرماتے تھے۔ آپ اپنی سواری کے مخصوص خچّر کو کبھی مارتے نہ تھے۔ دورانِ سفر کبھی سوار، اور کبھی پیدل چلتے تھے۔ خچّر اگر راستہ میں کسی چراگاہ کی طرف مائل ہوتا تو منع نہ فرماتے اور مار کر کبھی نہ چلاتے۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ جب ایران میں مسجدِ شاہ اصفہان تیّار اور مکمّل ہوگئی تو شاہ عبّاس نے (کیونکہ وہ مقدّس اُردبیلیؒ کے مُعتقدین میں سے تھا) مقدّس اُردبیلی کو ایران بلانے کیلئے

شیخ بہائی اور چند علماءِ ایران کو نجفِ اشرف بھیجا' تاکہ اس مسجد کا امامِ جمعہ و جماعت ان کو قرار دیا جائے۔ مقدّس اُردبیلی ان علماء کے اصرار پر رضامند ہوگئے اور اپنے اسی کمزور خچر پر سوار ہو کر روانہ ہوئے۔ خچر بہت آہستہ آہستہ چل رہا تھا۔ اور مقدّس اُردبیلی کبھی کبھی خچر سے اتر کر اس کو آرام دینے کی نیّت سے پیدل بھی چلتے تھے۔ شیخ بہائی نے کہا کہ اس صورت سے ایران پہنچنا بہت مشکل ہوگا۔ آپ نے فرمایا انصاف کی یہی صورت ہے۔ اتّفاقاً راستہ میں ایک چراگاہ کی طرف خچر حسبِ عادت مائل ہوا اور مقدّس اُردبیلی مانع نہ ہوئے تو شیخ بہائی نے خچر کو چلانے کے لئے پیچھے سے ایک تازیانہ خچر کے مار دیا۔ یہ دیکھ کر آپ نے خچر کا رُخ نجفِ اشرف کی طرف موڑ دیا اور فرمایا کہ آپ نے میری اجازت کے بغیر میرے خچر کو تنبیہ کی' حالانکہ آپ عالم ہیں۔ پھر وہاں کے عام لوگ تو بڑے ظالم ہوں گے لہٰذا میرا ایسے مُلک میں جانا ناممکن ہے اور "نجفِ اشرف" واپس آگئے۔

صاحبِ روضۃ الجنات نے اپنی کتاب "انوار النّعمانیہ" میں واقعۂ ذیل تحریر فرمایا ہے کہ مقدّس اُردبیلی کے ایک شاگرد جو صحنِ اقدس امیرالمومنین کے ایک حجرہ میں قیام پذیر تھے کہتے ہیں کہ ایک شب مصروفِ مطالعہ تھا' رات زیادہ گذر گئی تھی۔ احساسِ خستگی حجرہ سے باہر لائی' تاریکی چھائی ہوئی تھی کہ میں نے دیکھا کہ ایک شخص حرمِ اقدس امیرالمومنین کی طرف جا رہا ہے میں اس خیال سے کہ شاید چور ہی حرم سے قندیلِ حرم نہ چُرا لے' دبے پاؤں پیچھے ہولیا' جب وہ درِ حرم پر پہونچا تو میں نے دیکھا حرم کے دروازے کا قفل کھل کر نیچے گرا' دروازہ خود بہ خود کھل گیا یہ شخص آگے بڑھا ضریح اقدس کے قریب پہونچکر سلام کیا' اور ضریح سے جوابِ سلام آیا۔ اب آواز سے میں نے پہچانا کہ یہ تو اُستاد (مقدّس اُردبیلی) ہیں۔ پھر ایسا معلوم ہوا جیسے دو شخص باہم ہمکلام ہوں۔ پھر اس کے بعد مقدّس اُردبیلی حرم سے نکلے اور مسجدِ کوفہ کا رُخ کیا' میں بھی ان کی تنہائی کا خیال کر کے ان کے پیچھے چل پڑا۔ مقدّس اُردبیلی مسجدِ کوفہ پہونچے اور قریب محراب کھڑے ہو کر پھر کسی سے باتیں کرنے لگے۔ اور پھر واپس آئے جب قریب نجفِ اشرف پہونچے تو میں نے اپنے آپ کو ظاہر کر دیا اور قریب پہونچ کر درخواست کی کہ نجف اور کوفہ میں جس سے آپ گفتگو فرما رہے تھے برائے کرم (برائے خدا) مجھ پر آپ

ظاہر فرمادیں۔ مقدّس اُردبیلیؒ نے میری طرف غور سے دیکھا اور فرمایا، میر فیض الدّین تفرسی اگر تم وعدہ کرو کہ میری زندگی تک یہ واقعہ کسی سے بیان نہ کرو گے تو مطّلع کیا جاسکتا ہے۔ مَیں نے وعدہ کیا۔ پھر آپ نے فرمایا، ایک مسئلہ میں مَیں متفکّر تھا، پہلے امیرالمومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوکر جواب چاہا۔ مولائے کائنات نے فرمایا، مقدّس! تمہیں معلوم نہیں آج امامؑ زمانہ کا دِن کوفہ کی مسجد میں آمد کا مخصوص ہے لہٰذا وہاں جاؤ چنانچہ وہاں پہونچا اور بعد استفسارِ مسئلہ مطمئن آیا۔

ایک سال کوفہ میں سخت قحط پڑ گیا۔ مقدّس اُردبیلی نے اپنا تمام آزوقہ فقراء اور غرباء میں تقسیم کر دیا اور اپنے واسطے صرف ایک وقت کے کھانے کے بقدر باقی رکھا۔ زوجہ سخت ناراض ہوئیں کہ بچّے اب کل بھیک مانگ کر کھائیں گے، اب بتلاؤ کل کیا ہوگا؟ مقدّس اُردبیلی خاموش مسجدِ کوفہ اعتکاف میں جا بیٹھے۔ اتنے میں ایک شخص دروازے پر آیا۔ صاحبِ خانہ کو آواز دی اور پھر نہایت صاف سُتھرے گندم، کچھ پاک آٹا دے کر کہا یہ مسجدِ کوفہ میں اعتکاف میں بیٹھنے والے نے بھیجا ہے۔ زوجہ نے خوشی خوشی کھانا تیّار کیا جب مقدّس اُردبیلی مسجد سے واپس آئے تو ان کے سامنے لاکر رکھا، آپ نے زوجہ سے پوچھا کہ یہ آٹا کہاں سے آیا۔ زوجہ نے حال بتلایا آپ نے شکرِ خدا ادا کیا اور کہا یہ اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے۔ یہ واقعہ جناب ابراہیمؑ کے واقعہ سے بہت مشابہہ ہے۔

منقول ہے کہ ایک مرتبہ صحن نجفِ اشرف کے کنوئیں میں پانی کے لئے آپ نے ڈول ڈالا، جب اُسے نکالا تو دیکھا کہ ڈول میں پانی کے بجائے اشرفی اور دینار کثیر ہیں۔ یہ دیکھ کر آپ نے ڈول کو کنوئیں میں اُلٹ دیا اور کہا، پالنے والے! اُردبیلی کو پانی کی ضرورت ہے نہ کی اشرفی و دینار کی۔ اور دوبارہ ڈول کنوئیں میں ڈال کر پانی حاصل کر لیا۔

مقدّس اُردبیلی کا خود بیان ہے کہ ایک روز مَیں نے رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو خواب میں دیکھا کہ حضرت موسٰیؑ بھی آپ کے ساتھ ہیں۔ حضرت موسٰی نے رسولِ خدا سے (میری طرف اشارہ کرکے) دریافت کیا کہ یہ کون ہے؟ حضورؐ نے فرمایا کہ تم خود دریافت کرلو۔ جناب موسٰی نے مجھ سے پوچھا، تم کون ہو؟ مَیں نے کہا، میرا نام "احمد" ہے۔ باپ کا نام "محمد" وطن اُردبیل ہے۔ فلاں محلّہ فلاں مکان میں رہتا ہوں۔ حضرت موسٰی نے فرمایا، مَیں نے تم سے

صرف تمہارا نام دریافت کیا تھا۔ اس لمبی چوڑی تفصیل کی کیا ضرورت تھی۔ میں نے کہا خداوند عالم نے آپ سے دریافت کیا تھا کہ موسیٰ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟ آپ نے اس وقت کیوں اس قدر لمبا چوڑا تفصیلی جواب دیا کہ "یہ عصا ہے، اس پر میں تکیہ کرتا ہوں، بھیڑیں چراتا ہوں، اور اس سے ان کے واسطے درختوں سے پتے بھی جھاڑتا ہوں" ـــــ یہ آپ ہی کا سکھلایا ہوا سبق تھا جس کو میں نے دُھرا دیا۔ حضرت موسیٰ نے یہ سُن کر رسُول سے فرمایا، یا رسُول اللہ! آپ نے سچ فرمایا ہے کہ میری اُمّت کے علماء، بنی اسرائیل کے انبیاء سے افضل ہیں۔

مقدّس اُردبیلی کے اس تقویٰ اور پرہیزگاری کے باوجود بیان کیا جاتا ہے کہ ان کے ایک دوست نے ان کے انتقال کے بعد خواب میں دیکھا کہ نہایت زرق برق لباس میں مقدّس اُردبیلی دروازۂ حرم امیرالمومنینؑ سے باہر نکل رہے ہیں۔ پوچھا کہ مقدّس اُردبیلی وہ کیا چیز تھی جس نے تم کو اس مقام پر پہونچایا۔ آپ نے فرمایا کہ میرے اعمال اس مقام کے لائق ہرگز نہیں تھے مگر صرف (اشارہ قبر امیرالمومنینؑ کی طرف کر کے) اس صاحبِ قبر کی محبّت نے اس درجہ پر پہونچایا ہے۔ مقدّس اُردبیلیؒ کے شاگردوں میں اکثر مجتہد اور صاحبِ فتویٰ ہوئے ہیں۔ آپ کی تصانیف میں سے کچھ کتابیں یہ ہیں۔

(۱) حاشیہ شرح تجرید قوشجی (۲) حاشیہ شرح مختصر الاصول عضدی (۳) استیناسِ عربی در علم کلام (۴) اثباتِ واجب و اُصولِ دین (۵) زبدۃ البیان (۶) الخراجیہ (۷) مجمع الفائدہ والبُرہان (۸) کتاب حدیقۃ الشّیعہ۔

ترجمہ "مقدّمہ" بہ خوف طوالت ختم کیا جاتا ہے۔ وصلّی اللہ علیٰ نبیّنا محمّد وآلہ الطّاہرین ؁

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بے شمار اور لامتناہی حمد اُس خالقِ یگانہ اور صانعِ فرزانہ کی جس نے حدیقۂ صنعت کے ہر ورق میں اور گلزارِ عالم کی ہر پتّی میں اپنی صفتِ جلیل اور اپنی وحدت کی دلیل کو اس طرح سمو دیا ہے کہ عقلاء کی بصیرت و باصرہ اس کی حقیقت میں حیران اور اقرار وحدت پر بدل پُر ایمان ہیں اور ہزاروں درود اس کے برگزیدہ رسُول اور ان کی آل پاک پر صلواۃً دائمۃً اِلیٰ یوم القیامہ۔

اَما بعد :۔ کیونکہ کتاب حدیقۃ الشّیعہ (حصّہ اوّل) میں اپنے آباؤ اَجداد کے مختصر ذکر کے بعد سرورِ کائنات، فخرِ موجودات کا تذکرہ تھا جو اختتام تک پہونچا، لہٰذا حدیقۃ الشّیعہ (حصّہ دُوم) کو ہم ذکرِ امامت سے شروع کرتے ہیں۔ کیونکہ حصّہ اوّل میں ہم نے اس کا خیال رکھا ہے کہ ہر مسئلہ کی دلیل زیادہ تر کتُب اَہلسنّت سے ہو۔ تاکہ وجہِ اختلاف باقی نہ رہے۔ اِسی طرح حصّہ دُوم میں بھی اکثر و بیشتر مسائل کے دلائل انھیں کی کتابوں سے ہوں گے جن کے نام درج ذیل ہیں۔ صحیح مُسلم۔ صحیح بُخاری۔ جمع بین الصّحیحین مشکوٰۃ الابرار مسند احمد حنبل۔ کتاب اخطب الخطباء، کتاب فصول المہمہ فی معرفۃ الائمہ تصنیف نور الدّین علی بن محمد بن احمد مالکی۔ کتاب کشف الغمّہ کہ اَز تصانیف وزیر سعید علی بن عیسٰی ازبلی۔ احیاء العلوم جو علماءِ اَہلسنّت کی بہترین تصنیفات سے ہے۔ تفسیر کشاف زمخشری۔ تفسیر نیشاپوری۔ تفسیر کبیر فخر رازی۔ اور جو کتبِ شیعہ سے نقل کیا ہے وہ سب احادیث ہیں جو مسلّمہ فریقین ہیں۔ ہمارا مقصد اس کتاب کی تحریر سے صرف فضائل و مناقب امیر المومنین علیہ السّلام ہے اور کوئی دوسری چیز نہیں ہے۔

کتاب مناقب ائمہؑ طاہرین میں تحریر ہے کہ رسُولِ خدا نے فرمایا :۔ اِنّ اللہ تعالیٰ جعل لاخی علی بن ابیطالب فضائل لا تحصی کثرۃ فمن ذکر فضیلتاً من فضائلہ مقراً بہا غفر اللہ لہٗ ماتقدّم من ذنبہٖ وما تاخرہ ومن کتب فضیلتہ من فضائلہ لم تنزل الملائکۃ

تستغفر لہ ما بقی لتلک الکتابۃ اثر و رسم ط و من استمع فضیلۃ من فضائلہ غفر اللہ لہ الذنوب التی اکتسبہا بالنظر ۵

ترجمہ :- فرمایا جناب ختمی مرتبت نے کہ خدائے تعالیٰ نے میرے برادر علیؑ بن ابیطالب کو وہ فضائل اور کمالات عطا فرمائے جن کا تمام انسان مل کر شمار نہیں کر سکتے۔ اگر کوئی شخص ذکر کرے کسی مجلس میں آپ کے فضائل میں سے ایک کا بھی اعتقاد رکھتا ہو تو خداوند عالم بخش دیگا، اس کے گناہ۔ اور کوئی شخص آپؑ کے فضائل میں سے ایک فضیلت لکھ دے تو جب تک اُس کا اثر اور نشان باقی رہے گا، ملائکہ اس کے لئے طلب آمرزش کرتے رہیں گے اور آپؑ کے فضائل میں سے ایک فضیلت بھی بہ رغبت سن لے تو خدائے تعالیٰ بخش دیگا اُس کے گناہ جو سُننے کی وجہ سے وجود میں آئے ہیں۔ اور اگر نظر کرے آپؑ کے فضائل کی کتاب پر، تو خدا بخش دے گا۔ وہ تمام گناہ جن کا سبب آنکھیں ہوئی ہیں۔ میں خدائے تعالیٰ کی بارگاہ میں اُمیدوار ہوں کہ اس کتاب کے لکھنے والے، پڑھنے والے اور سننے والے کے گناہوں کو اپنے فضل و کرم سے بخش دے بحقِ محمدؐ و آلِ محمدؐ

مُقدّمۂ کتاب

اس کے دو حصّہ ہیں، ایک بیان مقصود لفظِ امام، دوسرا احتیاج وجودِ امام — امام کے معنی عربی زبان میں پیشوا، سردار یا مقدّم کے ہیں لہٰذا پیش نماز کو "امام" کہا جاتا ہے۔ لیکن فرقۂ ناجیہ (اثنا عشریہ) کی اصطلاح میں اس شخصیت کو کہتے ہیں جو خدا کی جانب سے نیابت و خلافت رسُول کے واسطے مقرّر کیا گیا ہو کیونکہ ان کے اعتقاد میں بعدِ رسُول۔ نائبِ رسُول کا تعیّن خدا پر واجب ہے، خلافت و نیابتِ رسُول درحقیقت نیابتِ خدا ہے زمین پر۔ لہٰذا جو بجائے پیغمبر کے اُسکی جگہ پر آئے وہ بھی اُس کے ہی حکم سے آنا چاہیئے۔ فرق صرف اِس قدر ہے کہ نبی یا رسول بلا واسطہ آدمی براہ راست خدا کے حکم سے مقرّر کیا جاتا ہے لیکن نائب بذریعہ آدمی یعنی بواسطہ رسولِ خدا کے حکم سے مقرر ہوتا ہے۔ نائب کے لئے تمام تر اُن صفات کا ہونا ضروری ہے جو نبی یا رسول میں ہیں۔ ورنہ وہ حقِ نیابت ہرگز ادا نہیں کر سکتا۔ فرق صرف یہ ہوتا ہے کہ وہ نبی ہوتا ہے اور یہ امام۔ مترجم (اگر یقین نہ آئے تو کسی دن وکیل کے بجائے حلوائی کو اپنے مقدمہ کی پیروی

کے لئے بھیجکر دیکھ لیجئے) اسی لئے ضروری قرار دیا کہ ہر شخص اپنے امام کو پہچانے۔ چنانچہ یہ حدیث کتب طرفین میں موجود ہے۔ اور سب کو یقین ہے کہ پیغمبرِ خدا نے فرمایا کہ مَن مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتہ جاھلیۃ[۱] یعنی جو شخص مرگیا اور اپنے امامِ زمانہ کو نہ پہچانا وہ جاہلیّت کی موت مرا۔

ضرورتِ وجودِ امامؑ

جس طرح رحمتِ لامتناہی الٰہیہ نے نبیؐ اور رسُولؐ کو اپنے بندوں کی اصلاح کی غرض سے دُنیا میں بھیجا کہ ان کو اُن کے نفع اور نقصان سے آگاہ کریں اور اوامر و نواہی میں اپنی اصلاح کے لئے پیغمبروں سے رجوع کر کے مفاسد سے محفوظ رہیں۔ بعینہ یہی مقصد اور غرض بعدِ رحلتِ پیغمبرؐ بھی بحال خود باقی ہے اور ہر پیغمبرؐ کے لئے بعدِ رحلت اپنا نائب و جانشین بحکمِ خدا چھوڑ جانا ضروری ہے تاکہ وہ نائب احکامِ شریعت کی پاسبانی کرے اور اس میں کمی و بیشی نہ ہونے پائے اور شیاطین، جنّ و انس جو کمیں گاہوں میں رہروانِ شریعت کی راہوں میں بھٹکانے کے لئے بیٹھے ہیں گمراہ نہ کر سکیں۔ اور جس طرح نبی اور رسول کیواسطے ضروری ہے کہ وہ معصوم ہو۔ یعنی ہر گناہ ظاہری و باطنی سے مبرّا ہو اسی طرح بعدِ رحلتِ پیغمبرِ اکرمؐ (کیونکہ ابھی تمام ضروریات باقی ہیں اُس کے لئے) نائب کا ہونا اور اُس کا معصوم ہونا بھی ضروری ہے۔ تاکہ احکامِ خداوندی کو بے غرضانہ اور بے کم و کاست بندوں تک ارشادِ الٰہی کے مطابق پہونچا سکے اور بعدِ پیغمبر تحفّظِ شریعت کا صحیح اہل ہو۔

دلیلِ حصر اگر امام معصوم نہ ہوگا تو ظاہر ہے کہ غیر معصوم ہوگا اور جب غیر معصوم ہوگا تو اس کے کسی حکم میں غلطی بھی ہو سکتی ہے۔ جب غلطی کا احتمال ہے تو یہ کون بتلائے کہ کہاں اور کس حکم میں غلطی ہویا ہو سکتی ہے۔ لہٰذا غیر معصوم کے تمام احکامات مشکوک ہوئے۔ اور ایسے مشکوک احکامات کی تعمیل بھی خالی از شک نہیں۔

---

[۱] حدیث کی پہلے ہی کتابوں کے نام لکھ دیے گئے۔

بعض کا عقیدہ یہ ہے کہ احکامِ الٰہی بعد رحلتِ رسُول قرآن سے حاصل کئے جا سکتے ہیں اور امام کی ضرورت نہیں۔ حالانکہ یہ عقیدہ صریحاً غلط ہے۔ اگر صرف قرآن کافی ہوتا تو آج قرآن کی بدولت سب مسلمان ایک مرکز پر ہوتے اور کوئی اختلاف نہ ہوتا۔ اور بہتر تہتّر فرقے جو نظر آ رہے ہیں اور سب قرآن کے ماننے والے ہیں نہ ہوتے، لہٰذا ثابت ہوا کہ جس طرح زمانۂ رسُول میں معلّمِ قرآن کی ضرورت تھی جس کو رسُول نے پورا کیا۔ وہی ضرورت معلّمِ قرآن کی آج بھی ہے تاکہ ایک معلّمِ قرآن کی صحیح تعلیم، قرآن کے اصل اور صحیح منشاء سے سب کو باخبر کر دے۔ اور جس طرح نبی کا معصوم ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ نائب کو بھی وہی کام انجام دینا ہے اس لئے امام کا معصوم ہونا بھی ضروری ہو گیا اور معصوم کو کوئی نہیں پہچان سکتا کہ یہ معصوم ہے۔ سوائے اس علم الغیب خدا کے۔ لہٰذا خدا کی طرف سے اس کا مقرّر ہونا ضروری اور لازمی ہوا۔

ضرورتِ وجودِ امام پر اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہو گی کہ خود خالقِ موجودات اپنے کلامِ پاک میں ارشاد فرماتا ہے:۔ اَیَحۡسَبُ الۡاِنۡسَانُ اَنۡ یُّتۡرَکَ سُدًی ؕ (سورہ القیامہ، آیت نمبر ۳۶) ترجمہ:۔ کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ اس کو بے سردار چھوڑ دیا ہے کہ وہ اپنے نفس و خواہش کے مطابق جو چاہے کرے۔

ایسا نہیں انسان ذرا اپنی ساخت اور خلقت پر نظر ڈالے۔ جیسا کہ مولائے کائنات حضرت امیر المومنین کا ارشاد ہے۔ "اے انسان کیا تو یہ خیال کرتا ہے کہ میں ایک چھوٹا سا جسم ہوں حالانکہ تجھ میں ایک بڑا عالم پوشیدہ ہے" تو معلوم ہو جائے گا کہ بدن انسان کے تمام حواسِ خمسہ ظاہری و باطنی کو یونہی مطلق العنان نہیں چھوڑا بلکہ ان کے لئے ایک سردار مقرر کیا ہے جس کو ہم دِل کہتے ہیں کہ اگر حواسِ انسانی سے غلطی ہو تو دِل جو کہ سردار ہے اسکی طرف رجوع کرے۔ تو پھر اس اتنے بڑے عالم کو وہ حکیم مطلق کس طرح ہو سکتا ہے کہ اپنی مخلوق کو تا مدّت دراز بغیر سردار کے چھوڑ دے۔ فرمایا امام جعفر صادق علیہ السّلام نے اگر دُنیا میں کوئی باقی نہ رہے سوائے دُو آدمیوں کے تو ایک اُن میں سے امام ہو گا اور دوسرا ماموم۔ ضرورتِ امام نہ صرف فرقۂ اثناء عشری کے نزدیک بلکہ اہلسنّت کے نزدیک بھی ضروری ہے اور رسُول کی تجہیز و تکفین سے بھی زیادہ ضروری ہے۔ فرق اتنا ہے کہ فرقۂ اثناء عشری کہتا ہے کہ

خدا اور رسُول اسلام کے زیادہ ہمدرد ہیں اس ضرورت کو ان کو محسوس کرنا چاہیئے تھا چنانچہ محسوس کیا اور امام کا تقرر رسُول اللہ بحکم خدا فرما گئے۔ اہلسنّت کا خیال ہے کہ اس جھگڑے میں رسُولِ خدا نے پڑنا نہیں چاہا، بلکہ اُمّت کے سپرد کر گئے کہ تم اپنی سابقہ عادت کیمطابق جس کو چاہو اپنا سردار بنا لو۔

دربیان نسب امیرالمومنین ؑ

یہ واضح ہونے کے بعد کہ امام کی ضرورت ہے اور اُس کا معصوم ہونا بھی ضروری ہے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ارشادِ جناب ختمی مرتبت ؐ کے مطابق علیؑ سے زیادہ کوئی عالم۔ شجاع۔ عابد و زاہد۔ طاہر و عادل، نہیں۔ لہٰذا ایسے کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے کا انتخاب ترجیح بلا مرجح ہوگا۔ دنیائے اِسلام میں کوئی بھی ایسا نہیں جو حضرت علیؑ ابن ابیطالب کے فضائل کا مُنکر ہو۔ چنانچہ ابن ابی حدید شرح نہج البلاغہ میں اور مُلّا سعد الدّین شرح مقاصد میں اور مُلّا علی قوشجی شرح تجرید میں لکھتے ہیں کہ کسی ایک کو بھی اس میں اختلاف نہیں کہ علیؑ بعدِ رسُول۔ عالم، اشجع، اور زاہد ترین انسان تھے لیکن ہمارے فقہائے نے جو راستہ اختیار کیا ہم کو بھی ان کے نقشِ قدم پر چلنا چاہیئے۔ شاید خدا کی نظر میں ان کا درجہ بھی سب سے بلند ہو۔ ہم اس موقع پر اصل و نسب امیرالمومنین مختصراً بیان کر رہے ہیں ہر چند کہ ذاتِ علیؑ محتاج تعارف نہیں۔

نسب امیرالمومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ

آپ کا نام نامی اسم گرامی علیؑ ابنِ ابیطالب ابنِ عبدالمطّلب ہے ابوطالب کے بڑے بیٹے کا نام طالب تھا اس لئے "ابوطالب" کی کُنیت سے مشہور ہوئے ورنہ اصل نام بہ تحقیق شیخ مفید علیہ الرحمہ اور دیگر علماء "عِمران" تھا حضرت ابوطالب کے تین پسر اور تھے (عقیل جعفر۔ علیؑ) حضرت علیؑ کی مادرِ گرامی فاطمہ بنت اسد ابنِ ہاشم بن مناف تھیں۔ فاطمہ بنتِ اسد والدۂ امیرالمومنینؑ نے رسُولِ خدا کے ہمراہ ہجرت فرمائی اور

وہیں رحمتِ حق سے جا ملیں۔ رسولؐ اللہ نے اپنے دستِ مبارک سے لحد تیار کی اور اپنے پیرہن کا کفن دیا خود تلقین پڑھی۔ لہٰذا حضرت علیِ مرتضیٰ بہ اعتبار نسب اول ہاشمی ہیں جو دو ہاشمی کے پسر ہیں۔ اور آپؑ کا نام "علیؑ" خدا کا منتخب کردہ نام ہے چنانچہ خوارزمی لکھتے ہیں کہ پیغمبرِ خدا نے فرمایا کہ میں مقام "قاب قوسین" تک پہونچا تو خطاب ربّ الارباب ہوا "اے محمدؐ! علیؑ کو ہماری جانب سے سلام پہونچا دو اور کہو کہ اُس (علیؑ) کو دوست رکھتا ہوں اور جو اُس کو دوست رکھتا ہے اُس کو دوست رکھتا ہوں۔ اُس کا نام میں نے اپنے نام سے مشتق کیا ہے میں "علیِ عظیم" ہوں وہ "علی" اور میں "محمود" ہوں، تم "محمدؐ" ہو۔ ایک نام آپ کا حیدر ہے چنانچہ روزِ فتح خیبر، مرحب کے مقابل میں آپؑ نے فرمایا:۔ سَمَّتْنِی اُمِّی حَیْدَرًا ؁ یعنی میرا نام میری ماں نے "حیدر" رکھا ہے۔ اور ایک نام آپ کا "اسد اللہ الغالب" ہے جس کو اکثر فریقین نے ذکر کیا ہے۔

القاب و کُنیت امیر المومنینؑ

ابو الحسن۔ ابو الحسین۔ پیغمبرِ اطہر آپکو ابو ریحانتین فرماتے تھے اور خوارزمی نے تحریر کیا ہے کہ آپ کا لقب "امیر المومنین" تھا کہ روزِ غدیرِ خم، ربّ جلیل نے جبرئیلؑ کے ذریعہ اس لقب سے ملقب فرمایا اور رسولِ کریم نے فرمایا:۔ سَلِّمُوْا عَلٰی عَلِیٍّ بِاَمِیْرِالْمُؤْمِنِیْنَ ؁ اے مسلمانو! علی کو "امیر المومنین" کہہ کر سلام کرو۔ سب سے پہلے جس نے امیر المومنین کہہ کر سلام کیا وہ عمر ابنِ الخطاب تھے، آپ نے کہا:۔ بَخٍّ بَخٍّ لَکَ یا علی صرت مولای و مولا کُلِّ مومن و مومنۃ ؁ مبارک ہو اے امیر المومنین، آپ میرے اور کل مومنین و مومنات کے مولا اور پیشوا ہو گئے۔ بعض مجتہدین کا خیال ہے کہ "امیر المومنین" سوائے حضرت علی ابن ابیطالب اور ائمہؑ معصومین کے اور کسی کو نہیں کہہ سکتے۔ کتاب کافی میں محمد ابنِ یعقوب کُلینی لکھتے ہیں کہ امیر المومنین کا لفظ مخصوص حضرت علیؑ ہی کے واسطے ہے۔ دوسرے ائمہؑ کو امیر المومنین کہنا جائز نہیں ہے چنانچہ آپ نے ایک روایت عمر ابن اذہر سے نقل فرمائی ہے کہ ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السّلام سے سوال کیا کہ قائم آلِ محمدؐ کو امیر المومنین کہہ کر سلام کر سکتے ہیں، امام نے فرمایا۔ نہیں۔ یہ لفظ "غدیر" کے موقع پر رسولِ خدا نے مخصوص علیؑ ابن ابیطالب

کو عطا فرمایا تھا۔ یہ لفظ نہ پہلے کسی کے واسطے استعمال ہوا اور نہ بعد کو ہو سکتا ہے بلکہ کسی غیر کے واسطے اس کا استعمال کفر ہے۔ امیر المومنینؑ کی ایک کنیت "ابوتراب" ہے جو کہ مخصوص رسولِ اکرم کی عطا کردہ ہے حضرت علیؑ ایک روز مسجد میں زمین پر لیٹے ہوئے سو رہے تھے جسم مطہر خاک آلودہ ہو گیا تھا، رسول اللہؐ نے آپ کو اس طرح بیدار کیا کہ خاک صاف کرتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے "قم یا ابوتراب" اے خاک کے باپ بیدار ہو۔ امیر المومنین کو اس سے زیادہ عزیز اور کوئی کنیت نہ تھی۔ ایک کنیت آپؑ کی ابو محمدؑ تھی اور آپ کو ابو السبطین اور ابو الشہداء بھی کہتے تھے۔ حضرتؑ کے القاب، صاحبِ کشف الغمہؒ۔ فصول المہمہ خوارزمی وغیرہ نے نقل کئے ہیں وہ یہ ہیں۔ یعسوب الدین والمسلمین۔ مبین الشرک والمشرکین۔ قاتل الناکثین والقاسطین والمارقین۔ مولی المومنین۔ شبیہ ہارون۔ المرتضیٰ۔ نفسِ رسولؐ۔ اخیِ خاتم المرسلین۔ زوجِ بتول۔ سیف اللہ۔ امیر البراۃ۔ قاتل الفجرۃ۔ قسیم الجنۃ والنار۔ صاحب اللواء۔ سید العرب۔ خاصف النعل۔ کشاف الکروب۔ صدیقِ اکبر۔ فاروق اعظم۔ باب مدینۃ العلم۔ وغیرہم اور یہی القاب احمد بن حنبل کے اصحاب ابنِ خشاب اور ابنِ وضاع نے بھی نقل کئے ہیں۔ حضرتؑ کے القاب تقریباً پانچ سو نقل کئے گئے ہیں اگر کوئی چاہے تو کتابِ کافی اور کشف الغمہؒ میں دیکھ سکتا ہے۔ اختصار کے پیش نظر ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

ولادتِ امیر المومنینؑ

ولادتِ امیر المومنینؑ، خانۂ کعبہ میں ہوئی۔ اسے مخالف اور موافق سب نے مانا ہے۔ یہ مرتبہ انبیاؑ میں بھی کسی کو نہ پہلے اور نہ بعد میں حاصل ہوا۔ کتاب کشف الغمہؒ کے مصنفؒ فرماتے ہیں کہ کتاب بشارت المصطفےٰ میں تحریر ہے کہ یزید ابنِ قعنب بیان کرتے ہیں کہ عباس بن عبد المطلب اور چند قریشی ہم سب کعبہ میں بیٹھے تھے کہ فاطمہ بنت اسد آئیں اور طوافِ کعبہ میں مشغول ہو گئیں اسی حالت میں آثارِ وضع حمل ان پر ظاہر ہوئے اور خانۂ کعبہ کے باہر نہ جا سکتی تھیں پس انہوں نے روئے نیاز ملک بے نیاز کی طرف کر کے التجا کی کہ اے صاحبِ خانہ، اے معبودِ یگانہ میں تجھ پر اور انبیاؑ و مرسلینؑ پر ایمان رکھتی ہوں اور اپنے جدّ ابراہیمؑ خلیل کی پیرو ہوں۔ تجھے واسطہ اس گھر کا اور بانیِ خانہ کا واسطہ، اس فرزند کا واسطہ جو میرے شکم میں امانت ہے کہ تو اس ولادت کو میرے

واسطے آسان بنا دے۔ یزید ابنِ قعنب کہتے ہیں کہ اُدھر دُعائے فاطمہ بنتِ اَسد ختم ہوئی، اور ہم نے دیکھا دیوارِ کعبہ شق ہوئی۔ فاطمہ اندر داخل ہوئیں اور پھر دیوار اِس طرح مل گئی کہ اثر بھی باقی نہ رہا۔ اِس عجیب واقعہ کو دیکھ کر ہم نے کوشش کی کہ دروازۂ کعبہ کو کھولا جائے مگر وہ نہ کھل سکا تو سمجھ میں آیا کہ یہ کوئی راز ہے اَسرارِ الٰہیہ میں سے۔ تین رُوز گذر گئے تو چوتھے دِن ہم نے دیکھا کہ فاطمہ بنتِ اَسد بچّہ کو لئے خانۂ کعبہ سے یہ کہتی ہوئی نکلیں کہ مَیں دُنیا کی تمام عورتوں سے اَفضل ہوں مجھے خدا نے اپنے گھر میں جگہ دی۔ تین روز طعامِ جنّت سے نوازا اور جب یہ بچّہ پیدا ہوا تو ہاتفِ غیبی نے ندا دی اور مَیں نے لاریب سُنا کہ اے فاطمہ! اِس رفیع القدر بچّہ کا نام علیؑ رکھنا، اس کا نام مَیں نے اپنے نام سے مشتق کیا ہے۔

آپؑ کی ولادت کے وقت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی عمرِ مبارک تقریباً تیس سال تھی۔ راوی حدیث یزید ابنِ قعنب کہتے ہیں کہ رسُولِ خدا، ولادتِ علیؑ سے بہت مسرور ہوئے۔ ان کا گہوارہ اپنی خواب گاہ ہی میں رکھتے، گہوارہ ہلاہلا کر لوریاں دیتے، شِیر و شربت خود پلاتے۔ سینہ اور کاندھوں پر بٹھاتے خود تربیت فرماتے، اور ساتھ ہی فرماتے۔ یہ میرا برادر، وَلی، ناصر کے علاوہ میرا وصی، خلیفہ نیز میری کریمہ کا شوہر بھی ہے۔ اپنے دوشِ مبارک پر بٹھا کر مکّہ کے کوچوں میں گھماتے تھے۔ صَلَوَاتُ اللّٰہِ عَلَی الْحَامِلِ وَالْمَحْمُولِ ؕ

باب اوّل میں بارہ فصلیں ہیں

بیان حقیقتِ امامت و ریاست وغیرہ اَمیر المومنینؑ اور دیگر اَئمہ معصومینؑ میں بارہ فصلیں ہیں

فصل اوّل

امامت — اِمامت جیساکہ مقدّمہ میں بیان ہوا کہ ریاستِ عامّہ ہے۔ اور امام وہ ہے کہ جو خدا کی طرف سے بواسطہ پیغمبرؐ مقرّر کیا جائے۔ فرقۂ امامیہ شیعہ کا اِعتقاد ہے کہ امامت ایک لطفِ خداوندی ہے بندوں کے حق میں۔ تاکہ بندوں کو

حکم خدا کے مطابق عبادت اور اطاعتِ الٰہی کی طرف رغبت دلائے معصیت اور گناہ سے روکے تاکہ شریعت تبدّل و تغیر، زیادتی اور کمی سے محفوظ رہے۔ ظلم و تعدّی سے منع کرے۔ مشکلات اور قضایا کو حل کرے۔ جب نصبِ امام بندوں پر لطف خداوندی ہوا تو واجب ہوا کہ خدا اپنے بندوں کو اپنے لطف سے محروم نہ رکھے۔ لہٰذا نصبِ امام واجب ہوا (اس سلسلہ میں فرقۂ اہلسنّت نے جو اعتراضات کئے ہیں اور مصنّف کتابِ ہٰذا نے اس کے شافی اور کافی جوابات دیئے ہیں ان کو متلاشیانِ حق، اصل کتاب "حدیقۃ الشیعہ" میں ملاحظہ فرمائیں، اس ترجمہ میں مناظرہ کے رنگ سے کنارہ کش ہو کر نظر انداز کئے جا رہے ہیں)۔

فصلِ دوم

افضلیت امام کے واسطے یہ ضروری ہے کہ وہ رعیّت سے افضل ہو۔ فرقۂ امامیہ کا اس پر ایمان و ایقان ہے کہ امام جملہ صفاتِ عالیہ یعنی علم و عمل، زہد و اتقاء، کرم و جود، شجاعت و ہمّت، عصمت و عفّت اور حسب و نسب وغیرہ میں پیغمبرِ خدا کی طرح افضل و اکمل ہو۔ اگر امام رعیّت سے افضل نہ ہوگا تو تفضیل مفضول علیٰ فاضل لازم آئے گی۔ اور اگر مساوی ہوگا تو ترجیح بلا مرجح لازم آئے گی۔ خداوند عالم، قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ کیا حق کی طرف ہدایت کرنے کے لئے عالم بحق بہتر ہے یا وہ جو کہ خود محتاجِ ہدایت ہو ؎

کیوں ہے محتاجِ ہدایت سے ہدایت کی طلب
ہاتھ پھیلاتا ہے کب کوئی گدا کے سامنے

لوگو! تمہیں کیا ہو گیا ہے، یہ کیسے فیصلے کرتے ہو۔ اور ایک دوسرے مقام پر اُن لوگوں کی مذمّت میں فرماتا ہے جو کچھ نہیں جانتے اور نہیں سمجھتے۔ لَا یَعْقِلُوْنَ شَیْئًا وَّلَا یَھْتَدُوْنَ ۝ (سورۃ البقر، آیت ۱۷۰)۔

اگر امام کے لئے افضلیت کی ضرورت نہ ہو اور منجانب خدا و رسُول معیّن نہ ہو۔ تو ایک بڑی قباحت یہ پیدا ہوگی کہ ایک ہی وقت میں بلکہ ایک ہی شہر میں بہت سے امام ہو سکتے ہیں۔

جس کا جسکو جی چاہے اس کی بیعت کر سکتا ہے۔ اور کثرتِ ائمہ سے ایک فتنۂ عظیم برپا ہو سکتا ہے۔ حالانکہ امام کی ضرورت صرف اس لئے ہے کہ دفع فتنہ فساد ہو۔

مخالفین کے خام اعتقادات کے جوابات اصل کتاب میں دیکھئے۔

فصل سوم

طریقۂ تعینِ امام قولِ رسول من مات الخ سے سابقاً یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ہر زمانہ میں امام ہونا ضروری ہے اور ساتھ ہی اُسے معصوم ہونا بھی ضروری ہے۔ چونکہ معصوم کو کوئی نہیں جان اور پہچان سکتا سوائے علام الغیوب کے لہٰذا ضروری ہوا کہ اُس کا تعین من جانب خدا یا رسول ہو۔ کیونکہ وہ بھی تعین منجانب خدا ہی ہوگا۔ ظاہر ہے کہ خدا اور اس کا رسول، بندوں پر ماں باپ سے زیادہ شفیق ہیں چنانچہ رسولِ خدا نے بندوں کو جزوی امور میں بھی ان کی سہولت اور آسانی کے لئے راہ دکھلائی ہے حتیٰ کہ کھانے پینے، اُٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے، سونے جاگنے، بلکہ قضائے حاجت اور استنجا تک کے احکامات بتلا کر بندوں پر احسان فرمایا۔ پھر کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ کام جو سب سے ضروری تھا اور اتنا ضروری جس کو خود جاہل بندوں نے بھی اس قدر ضروری سمجھا کہ تجہیز و تکفین رسولؐ کی پرواہ بھی نہ کی اور اس کام کو انجام دیا۔ بھلا اس کو خدا و رسولؐ، ماں باپ سے زیادہ شفیق بھول سکتے تھے۔ خدا کے لئے سوچو اور غور کرو۔ کہ اتنی معمولی باتیں بول و براز تک کے طریقے تو بتلا دیئے اور امامت جیسی ضروری کو بتلائے بغیر ہی کہہ دیا:۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ...... ؁ یہ بات کیا کسی صاحبِ عقل کی سمجھ میں آسکتی ہے۔ (سورۂ المائدہ آیت نمبر ۳)

ایک مرتبہ امام حسن عسکری علیہ السلام سے کسی نے سوال کیا، یابن رسول اللہ اگر اُمتِ پیغمبرؐ برائے نظم و نسق کسی کو اُمت میں ہی سے پیشوا بنالیں تو کیا ہرج ہے؟ امامؑ نے اپنے فرزندِ ارجمند امام محمد مہدیؑ (جو بہت ہی کمسن تھے) سے فرمایا، اس شخص کے سوال کا جواب دو۔ اُس کمسن بچے نے اس شخص سے پوچھا کہ جس کو اُمت اپنا پیشوا بنائے کیا اُس کا عالم و فاضل

ہونا ضروری ہے ؟ اُس شخص نے کہا بیشک ضروری ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ یہ کیا ممکن ہے کہ جس کو اہلِ علم و فضل سمجھ کر منتخب کیا ہو وہ ویسا ہو اور بعد میں یہ بھی معلوم ہو کہ یہ اہلِ فساد میں سے ہے۔ اُس شخص نے کہا، یہ بھی ممکن ہے۔ پھر آپ نے فرمایا، اِسی وجہ سے اُمّت کو اختیار نہیں ہے کہ وہ اپنی رائے سے کسی کو منتخب کر کے اُسکے اہلِ علم و فضل ہونے کا ٹھیکا لے لیں :۔ نوٹ :۔ نماز کا واقعہ جس کو "امامت" کی دلیل میں پیش کیا گیا ہے اُسکا جواب کتاب حدیقۃ الشّیعہ میں صفحہ ۲۸ ۔ پر مفصّل ملاحظہ کیجئے۔ اور واقعۂ فدک ۔ انہدام دروازہ بنتِ رسُول۔ طلب بیعت از علیؑ ۔ شہادتِ حضرت محسن، یہ تمام واقعات بالوضاحت صفحہ مذکور پر دیکھئے۔ اِس ترجمہ میں ہم نے اِس مبحث کا ذکر کرنا پسند نہیں کیا۔ حالانکہ یہ سارے واقعات "اہلسنّت" کی معتبر کتب سے نقل کئے گئے ہیں۔

فصلِ چہارم

اِمام برحق اُمّتِ مسلمہ کے ہر فرقہ کے نزدیک خواہ "اِمامیہ" ہو یا "زیدیہ"۔ "اِسمٰعیلیہ" ہو یا "اہلسنّت"۔ امام برحق علی ابنِ ابیطالب علیہ السّلام ہیں فرق صرف یہ ہے کہ اہلسنّت چوتھا امام مانتے ہیں۔ حالانکہ آپ کے امام برحق بِلا فصل ہونیکی عقلی اور نقلی دلائل بیشمار ہیں۔ ہم اِس وقت بہ نظر اختصار صرف بارہ ۱۲ دلائل تحریر کر رہے ہیں۔

دلیلؔ ا :۔ واجب ہے کہ امام معصوم ہو جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ سوائے آپ کے اور کوئی شخص کسی کے نزدیک بھی معصوم نہیں تھا، لہٰذا آپ ہی صرف امام تھے۔

دلیلؔ ۲ :۔ اِمام کے لئے ضروری ہے کہ خدا یا خدا کے رسُول کی جانب سے مقرر کیا ہوا ہو۔ اور ایسا کوئی اِمام نہیں جس کے متعلق یہ کہا گیا ہو کہ یہ منجانب اللہ ہے۔ مگر صرف علی ابنِ ابیطالب علیہ السّلام۔

دلیلؔ ۳ :۔ امام کے لئے واجب ہے کہ وہ عوام النّاس (رعیّت) سے افضل ہو اور

ہر وہ چیز جس کی عوام الناس (رعیت) کو احتیاج ہو۔ اس کا عالم ہو۔ اور اگر ایسا نہ ہوگا، تو وہ بھی کسی دوسرے امام کا محتاج ہوگا۔ چنانچہ حضرت علی علیہ السّلام ہی کی ذات والاصفات وہ تھی جس نے کسی سوال کے متعلق کسی دوسرے کی طرف رجوع نہیں فرمایا۔ تاریخ شاہد ہے۔

دلیل۴ :- امام کے واسطے ضروری ہے کہ کفر نے اس کو مَس بھی نہ کیا ہو۔ چنانچہ کوئی رسولؐ یا نبی ایسا نہیں گذرا کہ جس کے بعد اُس کا خلیفہ وہ ہوا ہو جس نے ایک لمحہ کے لئے بھی کُفر کی زندگی بسر کی ہو۔ چہ جائیکہ چہل سال عمرِ عزیزت گذشت، والا مضمون ہو۔ بعدِ رسُولؐ، سوائے علی علیہ السّلام، کوئی ایسا نہیں جس نے پیشانی بتوں کے سامنے نہ جھکائی ہو۔ لہٰذا افضل الرّسل خاتم الانبیاءؐ کا خلیفہ وہ کیسے ہو سکتا ہے جس کی پیشانی غیر اللہ کے سامنے جھک چکی ہو۔

دلیل۵ :- امامت چونکہ ریاست عامّہ ہے۔ اور کوئی اس ریاست کا حقدار نہیں ہو سکتا۔ مگر وہ جس میں کہ صفتِ زُہد، عِلم، عبادت، شجاعت، اور ایمان بدرجہ اتم موجود ہو۔ لہٰذا ایسا کامل الصّفات سوائے علیؑ ابن ابیطالب کوئی اور نہ تھا جس کا ذکرِ مفصّل آئندہ آرہا ہے۔

دلیل۶ :- کوئی رسولؐ از آدمؑ تا آخری نبی دُنیا سے نہیں گیا۔ جب تک اپنا خلیفہ اور جانشین اپنی ہی ذرّیت اور اقرباء میں سے نہ بنا گیا ہو چنانچہ آدمؑ نے شیثؑ کو اور انھوں نے ادریسؑ کو اور نوحؑ نے اپنے بیٹے سامؑ کو، اسی طرح ہر نبی نے اپنے بیٹے کو حتّیٰ کہ ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے اسمٰعیلؑ و اسحاقؑ کو، اسحاقؑ نے یعقوبؑ کو انھوں نے یوسفؑ کو، پھر موسیٰؑ نے ہارونؑ کو اور داؤدؑ نے سلیمانؑ کو، انھوں نے زکریاؑ کو، انھوں نے یحییٰؑ کو اور پھر عیسیٰؑ نے اپنے خالہ زاد بھائی شمعونؑ کو۔ لہٰذا ہمارے رسُولؐ پر بھی بر بناءِ حکم خداوندی کہ :- سُنَّۃَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَکَ مِنْ رُّسُلِنَا وَ لَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِیْلًا ؕ (سورہ بنی اسرائیل آیت ۷۷) ترجمہ :- اے رسُولؐ تم بھی سنّتِ انبیاءؑ پر چلو۔ لازم تھا کہ وہ اپنی ذرّیت ہی میں سے افضل ترین انسان کو اپنی حیات ہی میں منتخب کر کے جائیں۔

دلیل ۷ :- بہتر یا تہتر فرقوں میں سے کوئی فرقہ بھی ایسا نہیں ہے جو علیؑ کا مداح اور ثناء خواں نہ ہو اور اُن کو خلیفہ نہ مانتا ہو البتہ بلا فصل اور با فاصل میں اختلاف ہے لہٰذا آپؑ کی خلافت پر اجماعِ امت ہے البتہ اوروں کے لئے اختلاف ہے۔ لہٰذا متفق علیہ کی اقتداء مختلف فیہ کی بہ نسبت اولیٰ ہے۔

دلیل ۸ :- ہر ملت اور ہر مذہب کو اس پر اتفاق ہے کہ علیؑ جمیع صفاتِ کمال، زہد و ورع، تقویٰ، سخاوت، شجاعت، علم و قرابت رسولؐ، عدالت اور عصمت کے حامل تھے اوروں کے متعلق تمام مذاہب متفق ہیں کہ وہ معصوم نہ تھے بلکہ عرصہ دراز کے بعد اسلام لائے۔ عدالت کے متعلق بھی اختلاف ہے (دیکھئے حدیقۃ الشیعہ)

دلیل ۹ :- حضرت علیؑ منتخب کردہ رسولؐ تھے جس کے انتخاب میں غلطی کا امکان نہیں اور لوگ، عوام کے منتخب کردہ تھے جس میں غلطی کا امکان ہے جو خود منبر پر کہتے تھے کہ ہم اس کے اہل نہیں اور علیؑ منبر پر فرماتے تھے :- سَلُوْنِیْ قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِیْ یعنی پوچھو مجھ سے جو چاہو قبل اس کے کہ میں نہ رہوں۔

دلیل ۱۰ :- کہا جاتا ہے کہ رسولؐ نے بغیر تعیّنِ جانشین رحلت فرمائی اور کوئی وصیّت نہیں کی۔ لہٰذا وصیّت باطل ہوئی۔

دلیل ۱۱ :- چونکہ اُمّت محتاج امامِ معصوم ہے اور امام کا معصوم ہونا اُمّت کے حق میں امام غیر معصوم ہونے سے کہیں بہتر ہے اور خدا اُس پر قادر تھا کہ وہ امام معصوم مقرّر فرمائے لہٰذا اُس کو ہم پر واجب تھا کہ وہ اپنی مخلوق کو فتنہ و فساد سے محفوظ رکھنے کی وجہ سے امام معصوم مقرّر فرمائے۔

دلیل ۱۲ :- جب مہاجرین اور انصار میں تعیّن خلافت پر نزاع بڑھا تو مہاجرین کی اِس دلیل پر کہ خلیفہ قریش سے ہونا چاہیئے اور وہ جس کو رسولِ خدا سے قرابت ہو۔ لہٰذا اس دلیل کے مطابق حضرت علیؑ اخی رسولؐ زیادہ مستحق تھے۔ خلافت حضرت علیؑ ثابت ہو جانے کے بعد دلائل نقلی جو کہ بیشمار ہیں اُن میں سے چند آیات قرآنی اور چند حدیثیں جن کو مخالف اور موافق سب نے نقل کی ہیں اور کسی کو اُن سے انکار

نہیں ہے، نقل کی جاتی ہیں :۔

آیتِ اوّل إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ ۝ (سورۂ المائدہ آیت نمبر ۵۵) ترجمہ :۔ تمہارا حاکم نہیں ہے۔ مگر سوائے خدا اور رسولِ خدا کے اور اُن لوگوں کے جو کہ ایمان لائے، نماز پڑھتے ہیں، اور درمیان نماز حالتِ رکوع میں مستحق کو زکوٰۃ دیتے ہیں۔

تمام ملّتِ محمّدیہ کے مفسّرین اس پر متفق ہیں کہ یہ آیۂ وافی ہدایہ شانِ امیرالمومنینؑ میں نازل ہوئی ہے کہ حالتِ رکوع میں آپ نے انگشتری سائل کو عطا فرمائی تھی چنانچہ صاحبِ کشاف حنفی و علاّمہ نیشاپوری و شافعی و حافظ ابو نعیم ثعلبی وغیرہم نے نقل کیا ہے اور بہت سے مفسّرین صحاح السّتّہ و مسند احمد حنبل و مناقب ابنِ مغازی و صحیح نسائی وغیرہم نے لکھّا ہے کہ ایک روز رسُولِ خدا مسجد میں نمازِ ظہر میں مشغول تھے کہ سائلِ مسکین بصورت فقیر گردِ مسجد سوال کرتا ہُوا نمازیوں کی طرف سے گذرا جب کسی نے کچھ نہ دیا۔ تو اس نے آسمان کی طرف رُخ کر کے بہ منّت وزاری درگاہ قاضی الحاجات میں عرض کی۔ اے روزی رسانِ عالم! تو جانتا ہے کہ تیرے پیغمبرؐ کی مسجد سے محروم واپس جارہا ہوں سائل اس وقت حضرت علیؑ کے قریب تھا اور اس کی دلخراش فریاد آپ نے سنی اور انگوٹھی والی اُنگلی سائل کی طرف بڑھادی، سائل نے آپؑ کا مطلب سمجھا اور انگشتری اُتار کر مسجد سے چلا گیا۔ اللہ کا رسُول جب نماز سے فارغ ہوا تو فوراً دونوں ہاتھ آسمان کی جانب بلند فرمائے اور عرض کی، الٰہی جس طرح موسیٰ کی دعا پر تونے اُن کی دُعا قبول فرمائی اور اُن کے بھائی ہارونؑ کو اُن کا وصی (جانشین) بنایا۔ پروردگارا! اسی طرح میری بھی دُعا قبول فرما اور میرے بھائی علیؑ کو میرا وصی بنادے۔

راوی کہتا ہے، ابھی آنحضرتؐ کی دعا تمام نہ ہوئی تھی کہ جبرئیلِ امین منجانب ربّ جلیل یہ آیۂ وافی ہدایہ لے کر نازل ہوئے، آیت میں چونکہ "اِنَّمَآ" کلمۂ حصر ہے، لہٰذا معنی یہ ہوئے کہ اِلاَّ خدا اور رسُولِ خدا اور رکوع میں زکوٰۃ دینے والے کے سوا تمہارا اور کوئی ولی نہیں ہے۔ غزالی

جو کہ اہلسنّت میں حجّۃ الاسلام کے نام سے مشہور ہیں۔ اپنی کتاب "سِرّ العالمین" میں رقمطراز ہیں کہ وہ انگشتری حضرت سلیمانؑ بن داؤدؑ نبی کی تھی۔ جس کو ایک "جنّ" نے تحفۃً حضور صلعم کو پیش کی تھی اور رسُول کریم نے اس کو شاہِ اولیا حضرت علیؑ کو عطا فرمائی تھی۔ سائل جبریلِ امین تھے جب انگشتری شاہِ اولیاؑ نے سائل کو عطا فرمائی تو یہ آیت نازل ہوئی۔ بعض مخالفین نے اس پر اعتراض کئے ہیں کہ یقیمون الصّلوٰۃ ویوتون الزّکوٰۃ وھم راکعون کا ترجمہ یہ ہے کہ جو نماز پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور رکوع بھی کرتے ہیں ۔ بریں عقل و دانش بباید گریست ۔ جواب خطاب مومنین سے ہو رہا ہے وہ کون سا مومن ایسا ہے جو نماز پڑھتا ہو اور رکوع نہ کرتا ہو۔ پھر نماز کے بعد رکوع کا اضافہ بے معنی ہو جائے گا۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ حضرت علیؑ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کے خشوع اور خضوع کا یہ عالم تھا کہ ایک جنگ میں آپ کے پائے اقدس میں ایک تیر لگ گیا تھا۔ جو حالتِ نماز میں نکال لیا گیا اور آپ کو خبر بھی نہ ہوئی ۔ یہ کیسی نماز تھی کہ سائل کی آواز بھی سن لی، فعلِ کثیر بھی حالتِ نماز میں واقع ہوا اور نماز بھی باقی رہی۔

جواب :۔ امیر المومنینؑ کا حالتِ نماز میں عالمِ محویت کچھ اس سے بھی زیادہ تھا جو بیان کیا جاتا ہے مگر سائل کی طرف آپکا التفات بحالتِ نماز یہ نہیں بتلاتا کہ آپؑ غیر اللہ کی طرف متوجہ ہوئے ہوں ۔ بلکہ برعکس اسکے یہ التفات آپ کا عینِ التفات حق تعالیٰ تھا۔ اور انگلی کا صرف ہلانا فعل کثیر اور مبطل نماز نہیں۔ اور اگر بغور دیکھا جائے تو سب اس قسم کے اعتراضات خداوندِ عالم پر ہیں کہ اُس نے ایک فعل غیر محمود کے واقع ہونے پر ایک قصیدہ علیؑ کی شان میں کہہ کر رسُول کے پاس بھیجدیا۔

ایتؐ (آیۂ مُباہلہ) فقل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتہل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین ؕ (سورۂ آلِ عمران، آیت نمبر ۶۱)۔

آیۂ شریفہ کی شانِ نزول یہ ہے کہ ایک مرتبہ علماءِ نصاریٰ نے حضرت ختمیؐ مرتبت سے مباہلہ (مناظرہ) یعنی مُباحثہ کیا کہ حضرت عیسٰیؑ خدا کے بندے نہ تھے کیونکہ حضرت عیسٰیؑ کا کوئی باپ نہ

تھا اس لئے ان کو خدا کا بیٹا کہنا چاہیئے۔ بندۂ خدا کہنا ان کو بے ادبی ہے۔
پس آیت نازل ہوئی کہ ان سے کہہ دو کہ عیسیٰ کی مثال خدا کے نزدیک آدمؑ جیسی ہے جن کو ہم نے مٹی سے پیدا کیا۔ مطلب یہ ہے کہ اگر عیسیٰ بغیر باپ کے خدا کے بیٹے ہو سکتے ہیں تو پھر آدمؑ کو جو بغیر ماں باپ کے پیدا ہوئے، کیا کہو گے؟ اس معقول جواب کے بعد بھی وہ کج بحثی پر قائم رہے تو خداوند عالم نے "آیت" مذکورہ نازل فرمائی کہ ان سے کہو "ہم اپنے بیٹوں کو لائیں، تم اپنے بیٹوں کو لاؤ۔ ہم اپنی عورتوں کو لائیں، تم اپنی عورتوں کو لاؤ۔ ہم اپنے نفسوں کو لائیں، تم اپنے نفسوں کو لاؤ۔ پھر ہم دونوں لعنت کریں جھوٹوں پر۔ تا کہ اللہ تعالیٰ جھوٹوں پہ اپنا عذاب نازل کرے"۔ چنانچہ مباہلہ طے پا گیا اور دوسرے روز "ما ینطق عن الھویٰ" ﷺ تابع حکمِ خدا، ختمی مرتبت، حسنؑ و حسینؑ، فاطمہؑ اور علیؑ کو لے کر میدان مباہلہ میں "آیت" کی تصویر بن کر آئے۔ حسینؑ آغوش میں، حسنؑ اپنے نانا کی انگشتِ شہادت تھامے ہوئے۔ فاطمہؑ زہراءؑ آپؐ کے پسِ پشت، اور علیؑ مرتضیٰ، فاطمہؑ زہراؑ کے پیچھے تھے۔
پھر حضور پُر نور نے فرمایا کہ جب میں "دعا" کروں تو تم سب "آمین" کہنا۔ پس عیسائیوں کا سردار (اسقف نامی) اپنے لوگوں سے کہنے لگا کہ میں مسلمانوں کے پیغمبرؐ کے ساتھ کچھ صورتیں ایسی دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ دعا کر دیں تو پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں۔ اے گروہِ نصاریٰ (عیسائی) ہرگز ہرگز ان سے "مباہلہ" نہ کرنا۔ ورنہ برباد ہو جاؤ گے اور قوم نجران روئے زمین پر حرفِ غلط کی طرح مٹ جائے گی۔ نام و نشان بھی باقی نہیں رہے گا۔ چنانچہ نصاریٰ صلح کر کے واپس ہو گئے۔

یہ آیت، علیؑ مرتضیٰ کی امامت پر بجائے خود مستحکم دلیل ہے کیونکہ اس آیت میں پروردگارِ عالم نے آپ کو نفسِ رسولؐ فرمایا ہے۔ اور نفسِ رسولؐ کے ہوتے ہوئے دوسرا جانشینِ رسولؐ نہیں ہو سکتا۔ معترضین نے کہا ہے کہ نفس سے یہاں مراد خود رسولؐ ہیں۔ جو عقلاً و نقلاً بہر صورت غلط ہے۔ اس لئے کہ رسولؐ فرما رہے ہیں ہم "اپنے نفسوں" کو لائیں اور لانے والا جس کو لائے اُس کے غیر ہوا کرتا ہے۔ لہٰذا نفس سے سوائے علیؑ اور کوئی دوسرا مراد ہو ہی نہیں سکتا۔ چنانچہ صاحبِ کشاف اور ابنِ حجر جو علماءِ اہلسنت ہیں

تحریر فرماتے ہیں کہ "اصحابِ کِساء" کی فضیلت میں اِس سے بہتر دلیل اور کیا ہو سکتی ہے۔ حضرت علیؑ نے مجلسِ شوریٰ میں مشیروں کے سامنے فرمایا کہ میں تمہیں رسُولِ خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا کوئی میرے سوا بھی "نفسِ رسُول" ہو سکتا ہے؟ خاموش!!

آیت ۳ (آیۂ تطہیر) یہ بات عقلاً پہلے ثابت ہو چکی ہے کہ اِمام صفتِ عفّت سے متّصف ہونا چاہیے۔ ہر گناہِ صغیرہ اور گناہِ کبیرہ سے مُبرّہ و مُنزّہ ہو تاکہ خلافتِ رسُول کا صحیح حقدار ہو سکے۔ چنانچہ خداوند عالم نے عِصمتِ اہلبیتؑ کی تصریح فرمائی۔ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا۝ ترجمہ:۔ اے اہلبیتِ رسُول! اللہ تو بس یہ چاہتا ہے کہ تم کو ہر بُرائی سے دور رکھے اور پاک رکھے جیسا پاک رکھنے کا حق ہے۔ (سورۂ الاحزاب، آیت نمبر ۳۳)۔

سیّد المحدّثین میر عطاء اللہ الحسینی نے کتاب تحفۃ الاحباء میں تحریر فرمایا ہے جسکو جُملہ محدّثین نے تسلیم کیا ہے کہ ایک روز آنحضرتؐ خانۂ اُمِّ سلمہ میں سو رہے تھے۔ کہ حسنؑ اور حسینؑ آئے اور رسُولِ خدا کے قریب بیٹھ گئے۔ پھر فاطمہؑ اور علیؑ آئے۔ رسالتمآبؐ جب بیدار ہوئے تو ان لوگوں کو دیکھ کر خوش ہوئے اور سب کو اپنی عبا میں لے لیا۔ پھر درگاہ خداوندی میں ہاتھ بلند کر کے عرض کی، اے پالنے والے ہر نبی کے اہلبیت ہوتے ہیں یہ میرے اہلبیت ہیں ان سے ہر قسم کی رجس (نجاست) کو دُور فرما، جو دُور کرنیکا حق ہے۔ فوراً جبرئیلِ امینؑ اِس آیت کو لے کر نازل ہوئے۔ اُمِّ سلمہ فرماتی ہیں کہ میں ایک گوشہ میں نماز پڑھ رہی تھی۔ یہ سُن کر میں نے کہا، یا رسُول اللہ! کیا میں آپکے اہلبیت سے نہیں ہوں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا "اِنَّکِ عَلٰی خَیْرٍ" تم خیر پر ہو مگر میرے صرف یہی اہلبیت ہیں۔ جو زیرِ کِساء ہیں۔ صحیح مسلم، صحیح ابنِ داود، مسند احمد حنبل اور صحاح ستّہ کی بقیّہ کتب احادیث میں بھی یہ حدیث مختلف طرق سے بیان کی گئی ہے۔ بعض مخالفین نے کہا ہے کہ یہ آیت "ازواجِ رسُول کی شان میں نازل ہوئی ہے کیونکہ تذکرہ ازواج کے درمیان میں یہ آیت آئی ہے۔

جواب:- آیتِ مذکورہ میں تمام تر "جمع مذکر کی ضمیریں" آئی ہیں۔ جو بتلاتی ہیں۔ اس میں ازواج شامل ہرگز نہیں۔ رہا یہ کہ اس آیت کو "نساء" کے سلسلہ میں کیوں لکھا گیا۔ یہ قرآن جمع کرنے والے سے پوچھیئے۔ پھر تمام راوی متفق ہیں کہ یہ پنجتنؑ پاک کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

آیت ۴ آیۂ وافی الہدایہ۔ قُل لَّآ اَسئَلُکُم عَلَیہِ اَجراً اِلَّا المَوَدَّۃَ فِی القُربیٰ ۵ **ترجمہ:-** کہہ دو اے رسولؐ کہ میں تم سے کچھ نہیں مانگتا اجرِ رسالت، مگر یہ کہ تم میرے قرابتداروں سے مودّت کرو۔ (سورۃ الشوریٰ آیت نمبر ۲۳)۔

احمد حنبل نے اپنی کتاب "مسند" میں اور ثعلبی نے اپنی تفسیر صحیحین وغیرہ میں نقل کیا ہے کہ ابنِ عباسؓ نے کہا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو اصحاب نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ من قرابتک الذین وجبت علینا مودّتہم ۵ یعنی وہ آپؐ کے قرابت دار کون ہیں۔ جن کی مودّت حق تعالیٰ نے ہم پر فرض کی ہے۔ حضورؐ نے جواب میں فرمایا، علیؑ اور فاطمہؑ اور اُن کے دونوں پسر۔

چونکہ مودّت (محبت) اِن کی مطابق فرمانِ الٰہی واجب ہے لہٰذا اطاعت اور فرمانبرداری بھی واجب ہے۔ اور ہوتی رہے گی۔ گویا خداوند عالم نے اپنے رسولؐ کو حکم دیا کہ اے رسولؐ! تم نے جو اذیتیں امرِ رسالت میں اُٹھائیں اور اس سلسلہ میں قریش سے عداوت مول لی۔ ترکِ وطن کیا۔ کفّار سے جنگیں لڑیں اور دیگر صعوبتیں برداشت کیں۔ ان سے کہہ دو کہ ہم تم سے اِسکا اجر کچھ نہیں چاہتے، مگر صرف اس کے کہ تم ہمارے اقربا سے مودّت (محبت) کرو۔ گویا تمام تر کارہائے رسالت کا بدلہ صرف مودّتِ قربیٰ ہے جس میں خود مودّت کرنے والوں ہی کا فائدہ ہے کہ اگر آلِ رسولؐ سے مودّت و محبت کی تو صحیح پیغامِ رسولؐ پر عمل ہوتا رہے گا۔

اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ خداوند عالم جس کی مودّت اور محبت کا حکم دے گا۔ وہ معصوم بھی ضرور ہوگا کیونکہ خدا کبھی جائز الخطا کی مودّت اور اطاعت کا حکم نہیں دے سکتا۔

ایک نکتہ اس میں یہ بھی ہے کہ آلِ محمدؐ سے عداوت رکھنے والے کو رسُولِ خدا نفرت کی نظر سے دیکھتے تو دُنیا کہتی کہ نبیِؐ کریم، مومنوں کو بہ نظرِ نفرت دیکھتے ہیں۔ اِس لئے خداوندِ عالم نے یہ آیت نازل کر کے اس اعتراض کا دفعیہ فرما دیا۔ اب جو کوئی آلِ رسُول سے دشمنی رکھے گا، خلافِ خدا کام کرے گا۔ اور وہ کافر قرار پائے گا۔ لہٰذا کافر کو پیغمبرِ اطہر کا نفرت سے دیکھنا قابلِ اعتراض نہیں۔

نوٹ مترجم :۔ جب رسالتمآبؐ کے جملہ اُمور و پیغامات نماز و رُوزہ وغیرہ کا اَجر مودّتِ قربیٰ قرار پایا تو ان احکامات کی اَدائیگی بغیر اَجرِ رسالت دیئے ہوئے ناجائز اور بیکار ہوگی ؎

پہلے کر لو حاجیو اَجرِ رسالت کو اَدا
سُنتے ہیں مقروض کو حج کو نہ جانا چاہیئے

آیت ۵ (ہَلْ اَتٰی) اکثر مُفسّرینِ اہلسنّت مثلاً صاحبِ کشاف بیضاوی و واقدی و فخرالدین رازی و علامہ نیشاپوری وغیرہم نے تحریر کیا ہے۔ اور مفسّرینِ ائمہؑ نقل کرتے ہیں کہ یہ سورہ اَہلبیتِ رسُولؐ کی شان میں نازل ہوا ہے یعنی علی۔ فاطمہ اور حسنین علیہم السّلام کی شانِ نزول سورہ وافی ہدایہ کی، یہ تحریر فرمائی ہے کہ حضرت امام حسنؑ اور امام حسینؑ بیمار ہوئے، تو حضرت علیؑ و فاطمۃ الزّہراء اور کنیز فضّہ نے نذر مانی کہ بعد صحّتِ مسلسل تین رُوزے بطورِ شکرانہ باری تعالیٰ رکھیں گے۔ جب اِس شافیِ مطلق نے حسنینؑ کو شفا بخشی تو سب نے ایفاءِ نذر کا ارادہ کیا لیکن گھر میں کچھ نہ تھا۔ حضرت امیر المومنین نے ایک یہودی سے تین صاع شعیر (جَو) بطور قرض لئے فاطمۃ الزہراؑ نے ایک صاع جَو پیس کر پانچ روٹیاں تیار کیں، جب امیر المومنینؑ نمازِ مغرب سے فارغ ہو کر گھر آئے تو جناب فاطمہؑ نے روٹیاں سامنے رکھ دیں تاکہ روزہ اَفطار کیا جائے۔ اسی اثناء میں ایک سائل نے دروازہ پر آکر صدا دی کہ اَے اَہلبیتِ نبیؐ، میں مسکین ہوں مجھے کچھ کھانے کو دو تمہیں اللہ تعالیٰ طعامِ جنّت سے نوازے۔ حضرت علیؑ نے اپنی روٹی مسکین کو دے دی۔ یہ دیکھ کر جناب فاطمہؑ و حسنینؑ اور فضّہ نے بھی اپنی اپنی روٹیاں اُسکو

دے دیں۔ روزہ پانی سے افطار ہوا۔ دوسرے دِن پھر ایک صاع کی پانچ روٹیاں تیار ہوئیں۔ اور وقتِ افطار ایک یتیم نے آواز دی اور اس صدا کو سُن کر سب نے اپنی روٹیاں اُس یتیم کو دے دیں اور پانی سے روزہ افطار ہوا۔ تیسرے روز پھر حسب سابق پانچ روٹیاں تیار کیں۔ اور آج ایک اسیر نے اُسی طرح سوال کیا۔ سب نے آج بھی اپنی اپنی ساری روٹیاں اُس اسیرِ سوالی کو دے دیں۔

بعض مفسّرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ ہر روز خداوند عالم نے اپنے اِن مخصوص بندوں کے ایثار و کرم کے دکھلانے کے لئے ہر روز ایک فرشتہ بھیجا تھا۔ القصّہ چوتھے دِن آنحضرت خانۂ جناب سیّدہؑ میں تشریف لائے۔ دیکھا کہ سب کے چہرے بھوک سے نڈھال ہیں۔ اللہ کے رسُول ؐ نے فوراً دُعا کے لئے ہاتھ بلند کئے اور کہا، بارِ خدا! تیرے رسُول کے اہل بیت بھوک سے بیتاب ہیں۔ دُعا ابھی تمام بھی نہ ہوئی تھی کہ جبرئیلِ امیں منجانب ربِّ جلیل نازل ہوئے اور کہا مَیں ایک "سورہ" لایا ہوں، جس میں ربّ العزّت نے مُبارکباد دی ہے۔ پھر پڑھ کر سُنایا، حضرت ختمی مرتبت اس عطیۂ عظمٰی پر شکرِ الٰہی بجالائے۔ صاحبِ کشف الغمہ فرماتے ہیں کہ اس میں کسی فرقے کو اختلاف نہیں کہ یہ سورہ شانِ اہلبیتِ نبیؐ میں نازل ہوا ہے۔ ابنِ طاؤس علیہ الرّحمہ نے اپنی کتاب طرائف میں فرماتے ہیں کہ ثعلبی جو ایک معتبر مفسّر اہلسنّت سے ہیں اپنی کتاب میں بحوالہ محمّد بن علی مغازلی لکھتے ہیں کہ بعدِ ایثار اہلبیت اور بعدِ نزول ہَلْ اَتٰی (سورۂ الدّہر، آیت نمبر ۸ و ۹) واجب بے منّت نے اہلبیت کے واسطے طعام جنّت بھیجا۔ جو سات روز تک اہلبیتِ رسُول کھاتے رہے۔

محمّد بن یوسف شافعی نے اپنی کتاب کفایت الطّالب میں یہ پورا واقعہ نقل کر کے لکھا ہے کہ رسُولِ خدا نے اپنے اہلبیت کی گرسنگی دیکھ کر دستِ دعا بلند کئے اور کہا، اے اللہ! نازل فرما محمّد پر طعام جس طرح نازل فرمایا تو نے مریمؑ بنتِ عمران پر۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر سب کو رسُولِ خدا ایک حجرہ میں لے گئے جہاں ایک جواہرات کے کاسہ میں نہایت خوشبودار مرغ بریاں رکھا ہوا تھا۔ اہلبیتِ رسُول سات روز تک کھاتے رہے لیکن ایک ماشہ بھی کم نہ ہوا۔ آٹھویں دِن صبح کو ہمسایہ کی یہودی عورت نے امام حسنؑ کے ہاتھ میں اُس مرغ

کے گوشت کی ہڈی دیکھی اور کہا کہ یہ اتنی خوشبو دار کہاں سے آئی ہے۔ آپ نے جواب میں فرمایا، عالم الغیب نے عطا فرمائی ہے۔ یہودیہ نے چاہا کہ وہ ہڈی ان سے میں لے لوں، اتنے ہی میں وہ ہڈی غائب ہوگئی اور وہ کاسہ بھی ــــ رسول اللہ نے جب سُنا تو فرمایا اسکا اظہار نہ ہوتا تو وہ کاسہ تا روزِ قیامت خانۂ اہلبیت میں باقی رہتا۔

بعض حضرات یہ اعتراض کرتے ہیں کہ تین روز تک متواتر حالتِ گرسنگی میں روزے رکھنا کس طرح ممکن ہے۔ حالانکہ آستانۂ رسول سے منسلک ہونے والے صوفیوں کے چالیس چالیس روز کے چلّوں پر جو گرسنگی کی حالت میں رہتے ہیں کوئی اعتراض اور استعجاب نہیں۔ مترجم، ایک مشہور معترض نے جناب امیرالمومنین کو سائل کے سوال سے زیادہ عطا کرتے ہوئے دیکھ کر کہا کہ اے علی :- لَا خَیْرَ فِی الْاِسْرَافِ ۵ یعنی اسراف میں خیر نہیں ہے۔ علیؑ ابنِ ابیطالب نے فوراً جواب دیا۔ لَا اِسْرَافَ فِی الْخَیْرِ ۵ یعنی خیر میں اسراف نہیں۔ (سبحان اللہ)۔

آیت ۶ (آیۂ کریمہ) وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْرِیْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ۵ سورۂ البقرہ آیت نمبر ۲۰۷۔

ترجمہ :- کچھ لوگ فروخت کر دیتے ہیں اپنے نفس کو رضائے خدا کے بدلے۔

مفسّرین اہلسنّت مثلاً ثعلبی، فخرالدّین رازی، نظام الدّین نیشاپوری وغیرہ نے لکھا ہے کہ یہ آیت علی مرتضیٰؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ جب خدا کے رسولؐ کو مشرکینِ مکّہ نے بہت ستایا تو آپؐ نے ہجرت کرنے کا ارادہ فرمایا، کیونکہ مدینہ میں بعض لوگوں نے بیعت کر لی تھی۔ لہٰذا پہلے مسلمانانِ مکّہ کو حکم ہوا کہ وہ بتدریج مدینہ روانہ ہو جائیں۔ یہ بعثتِ رسولؐ کا تیرھواں ۱۳ سال تھا۔ کفّارِ قریش اس خبر سے ڈرے کہ اگر یہ مدینہ پہونچ گئے تو پھر ان کی قوّت بڑھ جائے گی اور مقابلہ مشکل ہو جائے گا۔ لہٰذا انھوں نے مشورہ کر کے طے کیا کہ ہر قبیلہ سے ایک ایک سردار لیا جائے اور پھر سب ملکر حضرتؐ کو قتل کر دیں تاکہ بنی عبد مناف تمام قبائل سے انتقام نہ لے سکیں۔ چنانچہ جبرئیلِ امین نے سرورِ کونین کو کفّار کے اس منصوبہ سے آگاہ کیا۔ اور پیغامِ ربّ العزّت پہونچایا کہ جب رات ہو جائے تو علیؑ کو اپنے بستر پر سُلا کر

گھر سے مدینہ کی طرف نکل جاؤ۔ حضورؐ نے علیؑ مرتضیٰ کو بلایا اور قصدِ کفّار اور امرِ ربی سے مطلع فرمایا۔ امیر المومنین نے رسولِ خدا سے سوال کیا کہ اگر میں آپؐ کے بچھونے (بستر) پر سو جاؤں تو کیا آپ کی جان بچ جائے گی۔ حضرتؐ نے فرمایا بیشک! علیؑ مسکرائے اور سجدۂ شکر بجالائے۔ یہ پہلا سجدۂ شکر تھا جس کی ابتداء امیر المومنینؑ سے ہوئی۔ جب رات ہوئی امیر المومنین آنحضرت کی سبز چادر اوڑھ کر بسترِ رسولؐ پر سو رہے اور نیابتِ رسولؐ بجالائے۔ مشرکین تمام رات گھر کا محاصرہ کئے رہے تاکہ صبح ہو اور مقرّرہ منصوبے کو انجام تک پہونچائیں۔ تمام بنی ہاشم دیکھ لیں کہ یہ کسی ایک کا کام نہیں تھا بلکہ مکّہ کے تمامتر قبائل اس کام میں شریک تھے۔ جب صبح ہوئی تو شیرِ خدا علیؑ مرتضیٰ کو رسولؐ کے بستر پر دیکھا، شیرِ خدا سے پوچھا محمّد کہاں ہیں۔ امیر المومنین نے جواب دیا (فی حفظ اللہ تعالیٰ) خدائے تعالیٰ کی حفاظت میں۔ سردارانِ مشرکین، حضرت علیؑ کی طرف بڑھے مگر ابولہب نے کہا پہلے محمّد کی جستجو کرو ایسا نہ ہو کہ وہ ہاتھ سے نکل جائیں، چنانچہ نشانِ قدم کی رہبری میں غارِ ثور تک پہونچے، دیکھا کہ غار پر مکڑی کا جالا ہے اور اس پر کبوتری نے انڈے دے رکھے ہیں۔ مایوس ہو کر لوٹے۔ اللہ نے اپنے ولی کی ثناء میں یہ آیت نازل فرمائی۔

ابنِ طاؤس نے اپنی کتاب طرائف میں تحریر فرمایا ہے کہ اگر سرورِ اولیاء بسترِ رسالت پر نہ سوتے تو مہم ہجرت اور تبلیغِ رسالت کی ہرگز تکمیل نہ ہوتی۔ یہ واقعہ واقعۂ حضرت خلیلِ خدا سے بھی زیادہ عجیب ہے وہاں حضرت اسمٰعیلؑ جان دینے کو راضی ہو گئے تھے۔ مگر دل میں شاید یہ بھی خیال ہو کہ باپ ہے ممکن ہے رحم آجائے لیکن علیؑ مرتضیٰ جان دینے پر اس وقت تیار ہوئے جب کہ جانتے تھے کہ سب تلواریں بے رحم جانی دشمنوں کی ہیں۔

فاضل نیشاپوری نے تفسیر سورۂ لقمان میں بہ سلسلہ زکوٰۃ تحریر کیا ہے کہ عوام پر مال کی زکوٰۃ معیّن ہے اور خواص کے لئے کُل مال، مگر اخص الخواص کے واسطے راہِ خدا میں جان دے دینا زکوٰۃ ہے۔ غزالی نے کتاب احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ جب مَلَکُ الْمَوت خلیلِ خداؑ کی قبضِ روح کو آئے تو اس بلند مرتبہ کے باوجود انھوں نے مَلَکُ الْمَوت سے کہا کہ:- ھَلْ رَأَیْتَ خَلِیْلاً یُمِیْتُ خَلِیْلَہٗ ؏ یعنی کیا تم نے دیکھا ہے کہ دوست

اپنے دوست کو مار ڈالے، جواب ملا:- هَلْ رَأَيْتَ حَبِيباً يَكْرَهُ لِقَاءَ حَبِيبِهِ۔ فُزْتُ بِرَبِّ الْكَعْبَةِ۔ کیا تم نے دیکھا ہے کہ کوئی حبیب اپنے حبیب سے ملنے سے کراہت کرے۔ یہ سن کر خلیلِ خدا، مرنے پر خوشی راضی ہو گئے اور شاہِ لافتیٰ بے چون و چرا ملاقات دوست کے لئے آمادہ ہو گئے چنانچہ مکرّر آپؑ فرماتے ہیں کہ موت مجھے خدا کی قسم اس سے بھی زیادہ پیاری ہے جس قدر شیر خوار بچّے کو پستانِ مادر۔ یہی وجہ ہے کہ جب ضربت ابن ملجم سے سر شگافتہ ہو گیا تو آپ نے فرمایا:- فزت برب الکعبہ یعنی ربِ کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔

ثعلبی نے تفسیر آیۂ مذکورہ میں ذکر کیا ہے کہ جب رسُولؐ عازمِ مدینہ ہوئے، تو امیرالمومنین (علیؑ) کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کی "امانتیں" جو میرے ذمّہ ہیں ادا کر دیں اور اپنے بستر پر سُلا کر روانہ ہوئے۔ اس وقت جبرئیل امین نازل ہوئے اور ختمی مرتبتؐ کو پیغامِ الٰہی سُنایا کہ اللہ تعالیٰ، علیؑ کے اس ایثار کو دیکھ کر فرشتوں پر فخر و مباہات فرما رہا ہے، اس کے بعد رسُولِ خدا مدینہ کی جانب روانہ ہوئے اور یہ آیت نازل ہوئی۔

بعض معاندین نے از رُوئے عناد لکھا ہے کہ یہ آیۂ صہیب رومی کی شان میں اُترا ہے جب کہ اس نے ہجرت کا ارادہ کیا اور کفارِ قریش مانع آئے تو وہ اپنا سب مال و متاعِ مکہ چھوڑ کر مدینہ چلے گئے۔ خداوند عالم نے ان کے اس ایثار کو دیکھ کر یہ آیت نازل فرمائی۔ مگر دروغگو را حافظہ نہ باشد۔ آیۂ وافی ہدایہ نے جواب دیا کہ مال کا ذکر نہیں ہے ورنہ "مَنْ يَشْتَرِي مَالَهُ" ہوتا یہاں تو "مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ" ہے۔ جان کا ذکر ہے۔ بہرحال بسترِ رسُولؐ پر بعدِ ہجرتِ رسُولؐ سونا اس سے زیادہ جانشینِ رسُولؐ کی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے۔

آیت (آیۂ نجویٰ) علماءِ تفسیر ثعلبی و واقدی وغیرہ تحریر کرتے ہیں کہ صاحبانِ دولت و ثروت، حضورؐ کی خدمت میں آتے اور گھنٹوں فضول باتیں کرتے تھے حتیٰ کہ تہی دست اور فقراء کو حضورِ اکرمؐ سے بات کرنے کا موقع ہی نہ ملتا۔ یہ بات رسُولؐ پر گراں گذری۔ خداوندِ عالم نے یہ آیۂ وافی ہدایہ نازل فرمایا:- ترجمہ:- اے

ایمان والو اگر تم چاہو کہ رسولؐ سے مناجات کرو تو مناجات سے پہلے صدقہ دو پھر رسولؐ سے بات کرو اور یہ بات تمہارے لئے بہتر ہے۔" (سورۃ المجادلہ، آیت نمبر ۱۲)۔

یہ آیت نازل ہوئی تو غرباء اپنی بے مائگی کی وجہ سے اور دولت مند اپنے بخل کی وجہ دس روز تک رسولؐ کی خدمت میں حاضر نہیں ہوئے۔ امیرالمومنین نے اپنی دستار دس درم میں فروخت فرمائی اور ہر روز ایک درم صدقہ دیا اور خدمت رسولؐ میں برائے مناجات حاضر ہوتے رہے۔

صاحب کشف الغمہ تحریر کرتے ہیں کہ کتاب جمع بین الصحاح الستہ تفسیر ثعلبی میں لکھا ہے کہ امیرالمومنین علیؑ مرتضیٰ نے فخریہ فرمایا کہ کتاب خدا میں ایک آیت ہے جس پر کسی نے عمل نہیں کیا مجھ سے پہلے اور نہ عمل کرے گا میرے بعد۔ وہ آیت یہ ہے۔ جس پر عمل پیرا نہ ہونے کا اصحاب نے بھی اظہار افسوس کیا ہے۔ دیکھئے حدیقۃ الشیعہ صفحہ ۶۴، اور اسی طرح آیۂ وافی ہدایہ:۔ اَلَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَهُمۡ بِالَّیۡلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّ عَلَانِیَةً فَلَهُمۡ اَجۡرُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ج سورۃ البقرہ آیت نمبر ۲۷۴۔

حافظ ابونعیم نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ ایک روز امیرالمومنین کے پاس مال دنیا سے چار درم باقی تھے۔ ایک درم دن کو اور ایک درم رات کو، ایک درم پوشیدہ اور ایک درم علانیہ آپؑ نے تصدق فرمایا۔ اور یہ آیت آپؑ کی شان میں نازل ہوئی۔ یہ وہ فضیلت ہے جو کسی غیر کو حاصل نہیں ہوئی۔

آیت دیگر { فَتَلَقّٰۤی اٰدَمُ مِنۡ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ ۵ ترجمہ۔ آدمؑ نے اپنے ربّ سے کچھ کلمات سیکھے۔ (سورۃ البقرا، آیت ۳۷)

جمہور اہلسنّت نے مفسّرین امامیہ کی تائید کی ہے اور ابن عباس نے نقل فرمایا ہے کہ اصحاب رسولؐ نے پیغمبرؐ اسلام سے سوال کیا کہ وہ کون سے کلمات ہیں جن سے حضرت آدمؑ کی توبہ قبول ہوئی۔ جناب ختمی مرتبت نے ارشاد فرمایا، آدمؑ نے خدا سے دعا کی الٰہی بہ حق محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ، میری توبہ قبول فرما۔ خدا نے آدمؑ کی توبہ قبول فرمائی لہٰذا جن متبرک اسماء کے واسطے سے توبۂ آدمؑ قبول ہو اُن کی افضلیت میں شک کرنا اس سے

زیادہ جہالت اور کیا ہو گی۔

رسالہ "حاویہ" جو اہلسنّت بزرگ کی تصنیف ہے تحریر فرماتے ہیں کہ آیۂ مذکورہ میں کلمات سے مراد یہ ہے۔ "یا حامد بحقِّ محمّدؐ، یا اعلیٰ بحقّ علیؑ، یا فاطر بحقِّ فاطمہؑ، یا محسن بحقّ حسنؑ، یا قدیم الاحسان بحقِّ حسینؑ فغفرلی فتاب علیہ"۔

کتبِ احادیث میں مرقوم ہے کہ فرمایا رسُولِ خدا نے کہ اگر دریا روشنائی ہو جائیں اور تمام درخت قلم ہو جائیں، آسمان کاغذ بن جائیں اور تمام جنّ و انس لکھنے والے ہو جائیں تو قلم گھس جائیں گے، روشنائی ختم ہو جائے گی، کاغذ تمام ہو جائیں گے، لیکن فضائل امیٔرالمومنین میں سے دسواں حصّہ بھی تحریر نہ ہو سکے گا۔ مترجم ؎

کاغذ بنے زمین و فلک اور قلم شجر ۔۔۔ بن جائیں روشنائی جو دریا تمام تر

لانا پڑے گا پھر بھی یہ مصرعہ زبان پر ۔۔۔ لکھیں ثنا تری جنّ و ملک بشر

بعد از نبیؐ بزرگ توئی قصّہ مختصر

آیت ۹ (دیگر آیۂ وافی ہدایہ) اَجَعَلْتُمْ سِقَایَةَ الْحَآجِّ۔ الخ (سورۃ التوبہ آیت ۱۹)۔

صحاح ستّہ اور دیگر تفاسیر اہلسنّت نے تفاسیر امامیہ کی تائید کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ یہ آیت امیٔرالمومنین علیؑ ابنِ ابیطالب کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ شانِ نزول یہ ہے کہ ایک مرتبہ عبّاس ابنِ عبدالمطّلب اور طلحہ ابنِ شیبہ فخریہ کہہ رہے تھے کہ ہم سے افضل اور کون ہو سکتا ہے۔ عبّاس کہتے تھے کہ سقایتِ حاج اور چاہِ زمزم پر میرا قبضہ ہے۔ طلحہ ابنِ شیبہ کہتے تھے۔ کہ میں خانۂ کعبہ کا کلید بردار ہوں مجھ سے افضل اور کون ہو سکتا ہے۔ حضرت امیٔرالمومنین نے یہ باتیں سُنکر فرمایا کہ میں سب سے پہلے ایمان لایا ہوں اور سب سے پہلے رسُولِ خدا کے ساتھ نماز پڑھی اور سب سے زیادہ راہِ خدا میں جہاد کیا ہے۔ چنانچہ طے پایا کہ اس کا فیصلہ آنحضرتؐ سے کرایا جائے۔ سب خدمت رسالتمآب میں حاضر ہوئے اور خدا نے تصدیق قول امیٔرالمومنین میں یہ آیت نازل فرمائی۔

ترجمہ: ۔ کیا برابر سمجھتے ہو سقایتِ حج اور امارتِ کعبہ کو اس کے مقابل جو ایمان لایا خدائے تعالیٰ اور روزِ آخرت پر اور جہاد کیا راہِ خدا میں پس جب علیؑ مرتضیٰ بالمقابل عبّاس و

طلحہ از روئے قرآن افضل ہوئے تو پھر دوسروں کا کیا ذکر ہے۔ صاحبانِ دانش خوب جانتے ہیں کہ اہلبیت "بیت" سے افضل ہوتے ہیں اور پھر وہ جو اس "بیت" میں پیدا ہوا ہو اور جس نے جھوٹے خداؤں کو اس "بیت" سے نکال کر مسلمانوں کیلئے قابلِ طواف بنادیا ہو۔

ع :۔ "بیت کیا ہے اہلبیتِ مصطفےٰ کیسا منے"۔

آیت ۱۰ (دیگر) فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللّٰهُ أَن تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ ۝ (سورۃ النور، آیت ۳۶) ثعلبی نے انس بن مالک اور بریدہ نے نقل کیا ہے اور دونوں نے متفقہ یہ بیان دیا ہے کہ جب رسولِ خدا نے یہ آیت لوگوں کے سامنے پڑھی تو ایک شخص اٹھا اور سوال کیا یا رسول اللہ یہ کون سے گھر ہیں۔ آپؐ نے فرمایا "خانۂ انبیاءؑ"۔ ایک دوسرے شخص نے سوال کیا کیا خانۂ علیؑ و فاطمہؑ اس میں شامل ہیں۔ فرمایا بیشک بلکہ افضل۔ معنی اس آیۂ وافی ہدایہ کے یہ ہیں کہ خدا ان گھروں کی عظمت و احترام کا حکم دیتا ہے جس میں اس کا ذکر ہوتا رہتا ہے۔

معترضین نے کہا ہے کہ آیت عام ہے۔ اگر عام بھی ہو تو علیؑ و فاطمہؑ کا گھر پھر بھی خاص ہے جس میں شبانہ روز میں ہزار رکعت نماز ادا ہوتی تھی پھر اس گھر کی خود رسالتمآبؐ نے تصدیق فرما دی ہے۔

آیت ۱۱ (دیگر) الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ أَعْظَمُ دَرَجَةً عِندَ اللّٰهِ ۝ سورۃ التوبہ آیت نمبر ۲۰۔

رزین ابنِ معاویہ جمع بین صحاحِ ستہ میں لکھتے ہیں کہ یہ آیت بھی جب کہ طلحہ اور عباس باہمی مفاخرت کرتے تھے، نازل ہوئی۔ **ترجمہ :۔** یعنی جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی، جہاد کیا راہِ خدا میں اپنے اموال اور جانوں سے ان کے درجات خدا کے نزدیک عظیم ہیں۔ ظاہر ہے کہ سبقت ایمان، مہاجرت اور جہاد میں امیرالمومنین علیؑ بن ابیطالب سے کسی کو افضلیت حاصل نہیں ہے۔

چنانچہ آیۂ وافی ہدایہ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا قَالَ وَمِن ذُرِّيَّتِي قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ ۝ (سورۃ البقرہ، آیت نمبر ۱۲۴) کے نازل

ہونے پر رسولِ خدا نے فرمایا کہ امامت مجھ پر اور علیؑ پر ختم ہو گئی کیونکہ میں نے علیؑ نے کبھی بتوں کے سامنے پیشانی نہیں جھکائی اور جس نے ایک مرتبہ بھی بتوں کے سامنے پیشانی جھکائی وہ ظالمین میں سے ہو گیا۔ کیونکہ خدا نے فرمایا ہے:۔ اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ ۝ (سورۂ لقمان، آیت نمبر ۱۳) لہٰذا مشرک امام نہیں ہو سکتا۔

آیت ۱۲ (دیگر) { اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِکُلِّ قَوْمٍ ھَادٍ ۝:۔ ترجمہ:۔ صرف تم ڈرانے والے ہو اور ہر قوم کے لئے ایک ہدایت کرنے والا ہے۔

(سورۂ الرّعد، آیت نمبر ۷)۔

کتاب "فردوس" میں جو کتب اہلسنّت کی ہے۔ حافظ ابو نعیم اہلسنّت سے اور ابنِ عبّاس سے روایت ہے کہ فرمایا رسولِ خدا نے، میں ڈرانے والا ہوں، عذابِ دوزخ سے، اور علیؑ ہادی و رہنمائے قوم ہیں۔ اور فخر الدّین رازی نے اپنی "تفسیر" میں تحریر کیا ہے کہ ابنِ عباس نے فرمایا کہ رسول اللہؐ نے دستِ مبارک اپنے سینے پر رکھا اور فرمایا کہ میں مُنذِر (ڈرانے والا) ہوں اور علیؑ ہادی۔

بعض معترضین نے کہا ہے کہ اگر بہ سلسلہ خلافت اس آیت اور حدیث کو صحیح مان لیا جائے تو رسولِ خدا کی یہ حدیث بھی ہے کہ اصحابی کالنّجوم بایھم اقتدیتم جس سے خلافتِ ثلاثہ ثابت ہوتی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اوّل تو یہ حدیث نہایت ضعیف ہے جس کے راوی کے متعلق قاضی عیاض مالکی مذہب شارح کتاب شفاء نے تحریر کیا ہے کہ یہ حدیث قابلِ اعتبار نہیں، کیونکہ اس کا راوی حارث ابنِ حصین ہے جو نہایت غیر معروف اور مجہول ہے علاوہ ازیں اگر بالفرض اس حدیث کو صحیح تسلیم کر ہی لیا جائے تو بہت سے اصحاب مرتد و کافر ہو گئے اور دین سے منحرف ہو گئے۔ ان کی پیروی کر کے راہِ ہدایت کب حاصل ہو سکتی ہے۔ لہٰذا حدیث مذکور ناقابلِ اعتماد ہے۔

آیت ۱۳ (دیگر) { وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۝ اُولٰٓئِکَ الْمُقَرَّبُوْنَ ج فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ۝ (سورۂ الواقعہ آیت نمبر ۱۰، ۱۱، اور ۱۲) ترجمہ:۔ ایمان و طاعت اور ہر فضیلت

میں سبقت رکھنے والے ہی اللہ کے مقرّب جنتی ہیں۔ حافظ ابن نعیم اہلسنّت اور ابنِ مغازلی شافعی نے ابنِ عبّاس سے روایت کی ہے کہ رسُول خدا نے فرمایا کہ سبقت حاصل کی یوشع بنِ نون نے پیروی موسیٰؑ کر کے اور شمعونؑ نے عیسیٰؑ کی پیروی کر کے اور اس امّت میں علیؑ نے میری پیروی کر کے سبقت حاصل کی جس سے فضیلت امیرالمومنین علیؑ ابنِ ابیطالب ثابت ہے۔ اور بہ الفاظ دیگر۔ ع مُسلمِ اوّل شہِ مرداں علیؑ۔ (علامہ اقبال)

آیت ۱۴ (دیگر) وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰی ۙ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰی ۚ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰی ۙ (سورۃ النجم آیت ۱ تا ۴)۔

علاّمہ حلّی علیہ الرّحمہ نے اپنی کتاب منہاج الکرامہ میں ابنِ مغازلی سے اور انھوں نے ابنِ عبّاس سے نقل کیا ہے کہ ہم ہاشمی اور کچھ اور لوگ رسُول خدا کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ناگاہ ایک ستارہ بلندی سے نیچے آتا ہُوا دکھائی دیا۔ رسُول خدا نے فرمایا کہ یہ ستارہ جس گھر میں اُترے گا وہ میرا وصی ہوگا میرے بعد۔ ہر ایک اُس ستارے کی طرف دیکھنے لگا۔ اور ستارہ امیرالمومنین علیؑ ابن ابیطالب کے گھر میں اُترا۔ بعض کو اَز رُوئے حسد ناگوار گذرا اور بے اختیار کہہ دیا کہ اے خدا کے رسُول، آپ علیؑ کی دوستی میں گمراہ ہو گئے ہیں۔ ابھی یہ الفاظ پورے طور پر ختم نہیں ہونے پائے تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی۔ ترجمہ:۔ قسم ہے ستارے کی جو زمین پر نازل ہوا۔ تمہارا پیشوا نہ گمراہ ہوا نہ بھٹکا، اور وہ تو اپنی خواہشِ نفس سے کچھ کہتا ہی نہیں مگر وہ جو اس پر وحی ہوتی ہے۔ (سورۃ النجم آیت نمبر ۱، ۲)۔

لہٰذا بہ مطابق فرمانِ رسُول، علیؑ وصیِ برحق بعدِ ختمی مرتبت قرار پائے۔ معترضین کے متعلق اب آپ بتلائیے کہ کیا کہا جائے۔ اسی سلسلۂ وصایت میں سورۂ مبارکہ یعنی "وَالْعٰدِیٰتِ" ہے۔ کشف الغمہ اور اکثر تفاسیر میں تحریر ہے کہ وادی الرّمل کے بدو عرب جمع ہوئے کہ مدینہ پر شبخون ماریں۔ رسُولِ خدا نے ایک کثیر جماعت کو مختلف بہادروں کی سرکردگی میں بھیجا مگر سر دھڑ کی بازی لگا کر سر پر پیر رکھ کر بے سر گئے واپس آئے۔ فرمانِ رسُول ہوا کہ یا علیؑ تم جاؤ۔ حالات کا اندازہ تمہیں ہو ہی چکا ہے جو انتہائی مایوس کن ہیں مسجدِ احزاب تک رسُول خود پہونچانے آئے، دعا فرمائی اور خود مدینہ واپس آ گئے۔ حیدرِ کرّار کے لشکر کو

حاسدوں نے بہکایا، دشمن کی طاقت سے ڈرایا۔ سردارِ لشکر کو بھی غلط مشورے دیئے مگر امیر المومنینؑ نے کسی ایک بات کو نہ مانا۔ صبح ابھی نہ ہونے پائی تھی، دشمن خوابِ غفلت میں مدہوش تھے کہ آپ نے دشمن کو جالیا اور حق تعالیٰ نے اپنے ولی کو محمدؐ کے وصی کو فتح و نصرت عطا فرمائی۔ اور جبرئیل سورۃ "وَالْعَادِيَاتِ" لے کر مدینہ پہونچے۔ رسولؐ نے مسلمانوں کو نویدِ ظفر سنائی۔ اُدھر علیؑ بھی فتح کا نشانِ ظفر کا پرچم لہراتے آپہونچے۔ رسولؐ خود وصی کے لینے کو بڑھے، اصحاب دو رویہ استقبال کو کھڑے ہوئے۔ علیؑ، رسولِ خدا کو دیکھتے ہی احتراماً گھوڑے سے کود پڑے۔ پیغمبرِ اطہرؐ نے فرمایا علیؑ! میرا خدا اور میں تم سے راضی اور خوشنود ہوئے۔ اور مزید فرمایا اے علیؑ! اگر مجھے اس کا خوف نہ ہوتا کہ تمہارے بارے میں بھی لوگ وہی کہنے لگیں گے جو حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں کہتے ہیں۔ تو کچھ ایسی باتیں کہتا کہ تم جس طرف سے گذرو تمہارے قدموں کی خاک لوگ اپنی آنکھوں میں لگائیں۔

حاسدین! پیغمبرِ خداؐ کے ان الفاظ سے پریشان نہ ہوں یہ صاحبِ وحی کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ ہیں۔ بلکہ ذرا سکون سے امام شافعی کے یہ اشعار پڑھیں جو بہ لحاظ شہرت محتاجِ دلیل نہیں ہیں ؎

کَفٰی فِی فَضْلِ مَوْلَانَا عَلِیٌّؑ ❊ وَقُوْعُ الشَّکِّ فِیْہِ اَنَّہُ اللّٰہ

وَمَاتَ الشَّافِعِیْ وَلَیْسَ یَدْرِیْ ❊ عَلِیٌّ رَبُّہٗ اَمْ رَبُّہُ اللّٰہ

ترجمہ:۔ مولائے علیؑ کی فضیلت کے واسطے یہ کافی ہے کہ آپؑ کے بارے میں لوگوں کو خدا کا شک ہوا۔ اور شافعی مَر گیا مگر نہ سمجھ سکا کہ اس کا ربّ علیؑ ہے یا اللہ۔

آیتِ ۱۵ (دیگر) مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيَانِ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ۝ ترجمہ:۔ اس نے دو دریا بہائے جو مل جاتے ہیں۔ ان کے درمیان برزخ ہے۔ تم خدا کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ ان دونوں سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں۔ (سورۃ الرحمٰن، آیت نمبر ۱۹ تا ۲۲)۔

اکثر محدثینِ اہلسنت نے انس بن مالک سے۔ بالخصوص ثعلبی نے اپنی تفسیر میں اور

حافظ ابو نعیم نے ابنِ عباس سے نقل کیا ہے کہ بحرین سے مراد فاطمہؑ اور علیؑ، برزخ سے رسول اللہؐ اور لولو و مرجان سے حسنؑ و حسینؑ مراد ہیں۔ شیخ عزالدین عبدالسلام نے اپنے رسالہ مدح خلفاء ثلاثہ میں تحریر کیا ہے کہ جب فاطمہ زہراؑ شکمِ مادر میں تھیں اور خدیجۃ الکبریٰ تنہائی سے گھبراتی تھیں تو فاطمہؑ ہمکلام اور مونسِ تنہائی بنتی تھیں۔ ایک روز رسول خدا نے دیکھا جناب خدیجہ تنہائی میں کسی سے باتیں کر رہی ہیں۔ فرمایا اے خدیجہ! کس سے باتیں کر رہی ہو؟ جواب دیا اُس بچہ سے جو میرے بطن میں ہے۔ رسولِ خدا نے فرمایا خدیجہ تمہیں بشارت ہو کہ یہ دختر ہے جس کو خدائے تعالیٰ نے گیارہ خلفاء طاہرین کی ماں بنایا ہے۔ جب فاطمہ زہراؑ پیدا ہوئیں اور آغوشِ مادر سے آغوشِ پدر میں پرورش پائی تو ایک روز محمود فرشتہ منجانب ربِّ جلیل، پیغام لایا کہ اے ہمارے رسول، فاطمہؑ کا عقد ہم نے آسمان پر علیؑ کیساتھ کر دیا۔ فرشتے اس کے گواہ ہیں، تم بھی فاطمہؑ کا عقد زمین پر علیؑ کے ساتھ کر دو۔ چنانچہ رسول کریم نے بہ حکم خدا، فاطمہ زہراؑ کا عقد علیؑ کے ساتھ پڑھایا اور "مرج البحرین" کے مصداق بنے دونوں کے درمیان واسطہ خود رسولِ خدا تھے۔ لہٰذا برزخ قرار پائے بحرین کے التقا سے "لولو" اور "مرجان" پیدا ہوئے یعنی امام حسنؑ اور امام حسینؑ۔

آیت ۱۶ (دیگر) اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝

ترجمہ:۔ اللہ اور ملائکہ، نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو تم بھی درود و سلام بھیجو۔ (سورۃ الاحزاب، آیت نمبر ۵۶)۔

صحیح مسلم اور صحیح بخاری میں کعب ابن عجرہ سے منقول ہے کہ رسول اللہؐ سے سوال کیا گیا کہ آپ پر سلام کرنا تو ہمیں آتا ہے مگر درود بھیجنے کا کیا طریقہ ہے۔ فرمایا نبیِؐ کریم نے کہو۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَاٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۝

حضورؐ نے فرمایا کہ مجھ پر درود بتریٰ نہ بھیجو یعنی صرف "صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ" نہ کہو۔

ایک مرتبہ سلطان خدابندہ کے دربار میں ایک واعظ فضائل درود بیان کر رہا تھا۔

سلطان نے واعظ سے سوال کیا کہ کسی نبیؑ کی آل پر درود کا حکم نہیں ہے۔ مگر ہمارے نبیؐ کی آل پر درود بھیجنا کیوں ضروری ہے؟ واعظ فکر میں پڑ گیا۔ سلطان نے واعظ سے کہا آپ کہیں تو میں اس سلسلہ میں کچھ روشنی ڈالوں۔ واعظ نے مختصر جواب میں کہا "بے شک"۔ سلطان نے کہا اس کی دو وجوہ ہیں۔ اوّل یہ کہ انبیاءِ سابق کی شریعت متغیر اور منسوخ ہونے والی تھی، اور ہمارے نبیؐ کی شریعت قیامت تک قائم رہنے والی تھی اس لئے خداوند عالم نے ضروری سمجھا کہ "آل" کا بھی ذکر ہو تاکہ پیروی کرنے والوں کو معلوم ہو جائے کہ محافظِ دین باقی ہیں۔ اور دوم یہ کہ چونکہ دشمن ختمی مرتبت کو "ابتر" کہتے تھے تو خدا نے یہ چاہا کہ دنیا میں دشمنوں کی نسل باقی نہ رہے اور رسُول کی نسل اور آل کا ذکر قیامت تک باقی رہے حتیٰ کہ نماز میں بھی واجب قرار دیا چنانچہ ابنِ حجر نے اپنی کتاب صواعق محرقہ کے باب دہم میں شافعی کا یہ شعر بھی نقل کیا ہے ؎

یا اھلبیت رسول اللہ حسبکم ؛ فرض من اللہ فی القرآن انزلہٗ
کفاکم من عظیم القدر انکم ؛ من لا یصلی علیکم لاصلوٰۃ لہٗ

ترجمہ:- اے اہلبیتِ رسُول تمہاری دوستی کو اللہ نے قرآن میں واجب قرار دیا ہے اور آپکی عظمت کے لئے یہ بات ہی کافی ہے۔ کہ جو آپ پر نماز میں درود نہ بھیجے اس کی نماز ہی نہیں ہوتی۔ فرقۂ امامیہ (اثنا عشری) میں جب بھی نام "محمدؐ و آلِ محمدؐ" آتا ہے "درود" بھیجنا واجب ہوتا ہے۔ حضرت علی علیہ السّلام کی ممتاز فضیلتوں میں سے ایک یہ بھی ہے۔

آیت (دیگر) وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا ۝ (سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۵۸)

ترجمہ:- جو لوگ ایذا دیتے ہیں مومنین اور مومنات کو بغیر کچھ کئے ہوئے۔

منافقین کی ایک جماعت حضرت علیؑ کو ایذا پہونچاتی تھی یہ آیت نازل ہوئی اور دوسری سابقہ آیت اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۝ (سورۂ احزاب آیت نمبر ۵۷)۔

یہ بھی شان امیرالمومنین میں ہے۔ اس آیتہ کے نزول کے بعد رسُولِ خدا نے اپنا

ایک بال اپنی دو انگلیوں سے پکڑا اور فرمایا :- یا علی من اذی بشعرۃ منک فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ ومن اذی اللہ فعلیہ لعنۃ اللہ ؕ یعنی اے علیؑ جس نے تمہیں اس ایک بال کے برابر بھی تکلیف پہونچائی اُس نے مجھے تکلیف پہونچائی اور جس سے مجھے تکلیف پہنچائی اُس نے خدا کو تکلیف پہونچائی، اور جس نے خدا کو تکلیف پہونچائی اُسپر خدا کی لعنت ہے۔

آیت ۱۸ (دیگر) وَتَعِيَهَا أُذُنٌ وَاعِيَةٌ ؕ **ترجمہ** :- محفوظ رکھیگا اس نصیحت کو نصیحت سننے والا کان۔ (سورۃ الحاقہ آیت نمبر ۱۲)۔

حدیث میں ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد رسُول خدا نے فرمایا کہ اے علیؑ میں نے خدا سے دعا کی کہ علیؑ کے کان کو پند کے محفوظ رکھنے والا کان بنا دے جس طرح کہ میرا کان ہے ـــــ حافظ ابو نعیم نے کتاب حلیۃ الاولیاء میں خود امیر المومنین سے نقل کیا ہے۔ کہ آپؑ نے فرمایا، رسُولِ خدا نے مجھ کو اپنے سینہ بے کینہ سے لگا کر فرمایا، میری رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم کو اپنے نزدیک تر رکھوں اور تمہیں تعلیم دوں ایسی کہ تم نہ بھولو۔ پھر امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ اس کے بعد جو کچھ بھی میں نے رسُول سے سُنا ایسا محفوظ رکھا کہ کبھی فراموش ہی نہ ہوا۔

آیت ۱۹ (دیگر) إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ؕ **ترجمہ** :- جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے وہی بہترین مخلوقات ہیں۔ (سورۃ البیّنہ آیت نمبر ۷)۔

جمہور اہلسنّت نے حتیٰ کہ ابنِ حجر نے صواعق محرقہ میں ابنِ عباس سے اور صاحبِ کشف الغمّہ نے حافظ ابن مردویہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسُولِ خدا نے، اے علیؑ اسکا مصداق تو ہے اور تیرا شیعہ جو روزِ قیامت مسرور و شاد ہوں گے اور تیرے دشمن ذلیل و خوار ہونگے۔

آیت ۲۰ (دیگر) وَالْعَصْرِ إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ (الخ) **ترجمہ** :- قسم ہے عصر کی کہ انسان خسارہ میں ہے مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل صالح کئے "الخ" مراد

"اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ" سے انسان خسارہ میں ہے بالخصوص ابولہب اور ابوجہل ہیں۔ کیونکہ یہ جناب رسالتمآبؐ کو کہا کرتے تھے کہ محمدؐ خسارہ میں ہے۔ اس لئے خداوند عالم نے یہ آیۃ نازل فرمائی اور قسم کھائی عصر کی، اور عصر سے مراد نمازِ عصر یا عصر ہر پیغمبرؑ یا عصر خاتم الانبیاءؐ یا عصر عجائبؑ و غرائبؑ اور مراد "اِلَّا الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ" سے امیر المومنین ہیں۔ یعنی ہر شخص دنیا میں مبتلائے زیاں کاری ہے طلبِ دنیا میں محو و مدہوش ہے۔ جو حقِ طاعتِ الٰہی ہے اس کو بخوبی ادا نہیں کرتا۔ لہٰذا خسارہ میں ہے مگر وہ جو ایمان لائے اور اعمالِ نیک بجا لائے اور دنیا کے بدلے آخرت خریدی۔ ظاہر ہے کہ بعدِ رسولؐ اس آیت کا مصداق سوائے امیر المؤمنین کے اور کون ہو سکتا ہے کیونکہ اور کون ہے جو سب سے پہلے ایمان لایا اور مہد سے لحد تک اعمالِ صالح بجا لایا ہو۔ بجز امیر المومنین علیہ السّلام کے۔ (العصر آیت)

آیت (دیگر) ۲۱ { یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ترجمہ:- اے وہ لوگو جو ایمان لائے اللہ سے ڈرو یعنی اختیار کرو تقویٰ اور صادقین کے ساتھ ہو جاؤ (سورۃ التوبہ آیت ۱۱۹)۔

اس آیت میں خدا نے واجب قرار دیا ہے کہ مومن صادقین کے ساتھ ہو جائیں۔ کیونکہ صادقین وہ جو خدا کی نظر میں صادق اور سچے ہیں جن کا نشان "آیۂ مباہلہ" میں دیا گیا ہے اگر مومن ان کے ساتھ ہو جائیں گے تو ارتکابِ جرم (گناہ) سے محفوظ رہیں گے۔ چونکہ یہ صادقین معصوم ہیں۔ حافظ ابو نعیم نے ابنِ عباس سے نقل کیا ہے کہ یہ آیت جناب امیرؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ جس طرح کہ دوسری آیت "وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِیْنَ"۔

آیت (دیگر) ۲۲ { یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ "الخ۔ (سورۃ مائدہ آیت نمبر ۶۷)

اللہ کے رسولؐ نے جب آخری حج کے فریضہ سے فراغت پائی، اور مدینہ کا رخ کیا۔ اسی اثناء جبرئیلِ امین منجانب ربّ العزّت پیغام لائے کہ:۔

اے ہمارے رسولؐ۔ علیؑ کو امامِ کلِّ انام بنا کر لوگوں سے بیعت لے لو اور میرا یہ پیغام لوگوں تک پہونچا دو کہ علیؑ میرا بندہ اور میرے رسولؐ کا وصی و خلیفہ ہے اس کی اطاعت میری

اطاعت ہے۔ اس کا مخالف میرا مخالف ہے اور میرا مخالف دائرۂ اسلام سے خارج ہے (سورۂ مائدہ آیت نمبر ۶۷)۔

رسولِ خدا نے علی مرتضیٰ کو طلب فرمایا اور خلوت میں نزولِ جبرئیل اور جواہرِ اسرارِ نبوت پر تا دیر گفتگو کی۔ کسی رازداں نے اس غیر معمولی خلوت کو دیکھ کر رسولِ خدا سے ماجرا احوال خلوت پہونچا۔ محبوبِ الٰہی نے اخفائے راز کا وعدہ لے کر امتحاناً کچھ راز سے آگاہ کر دیا مگر وہ راز فوراً فاش ہوا اور اس کی خبر منافقین تک پہونچی (قرآن میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے) منافقین ہلاکتِ رسولِ خدا کی تدابیر سوچنے لگے "واقعۂ عقبہ" اس کی دلیل ہے۔ حبیبِ خدا افشائے راز سے ملول ہوئے مدینہ کی جانب منزل بمنزل روانہ ہوئے کہ مقام "کراع النعیم" پر جبرئیل نازل ہوئے اور منجانب اللہ یہ تاکیدی پیغام لائے:۔ فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ بَعْضَ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ وَضَائِقٌ بِهِ صَدْرُكَ ۝ یعنی بعض وحی جو ہم نے پہونچائی اس کو تم نے ترک کیا۔ کیا تمہارا سینہ تنگ ہو گیا ہے۔ (سورۂ ہود آیت ۱۲) اسکے بعد منزل غدیرِ خم آئی اور جبرئیل پھر تاکیدی حکم لائے۔ يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ ۝ (سورۂ المائدہ آیت نمبر ۶۷) ۔ **ترجمہ**:۔ اے رسول! پہونچا دو لوگوں کو وہ حکم جو خدائے تعالیٰ سے تم تک پہونچا ہے۔ اور اگر نہ پہونچایا تو گویا تم نے تبلیغ رسالت کا کوئی کام انجام ہی نہیں دیا۔ اور اگر تمہیں خطرہ ہے یا اندیشہ، تو ہم تمہاری حفاظت کا وعدہ کرتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ رسول کو گیدڑ۔ بھیڑیوں اور کتوں کا خطرہ نہیں تھا۔ بلکہ منافقوں سے خطرہ تھا چنانچہ آیت نے "مِنَ النَّاسِ" کہہ کر اس خطرہ کو واضح کر دیا ہے۔ اللہ کا رسول اپنے ربّ کا یہ حکمِ جلالی سن کر مقام "غدیر" پر شدّت کی گرمی، مقام کی ناہمواری کے باوجود وہیں پر اُتر پڑا۔ حکم ہوا جو آگے بڑھ گئے ہیں وہ لوٹیں، جو پیچھے رہ گئے ہیں وہ جلد پہونچیں۔ پالانِ شتر کا منبر تیار ہوا۔ آپؐ منبر پر تشریف لے گئے، حمد و ثنائے الٰہی و مواعظِ لامتناہی و حکم خلافت جناب امیرؑ از جانب باری تعالیٰ کے بعد ایک بڑا فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا اور اس کے بعد فرمایا

سُنو، سُنو، بغور سُنو اور اطاعت کرو۔ اے مومنو کہ خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اس کا حکم یہ تم تک پہونچا دوں کہ قرار دیا ہے خدا نے تمہارے درمیان اُمور دین اور دُنیا کے لئے ایک امام جس کی اطاعت ہر مہاجر اور ہر انصار، غائب و حاضر، عرب و عجم، صغیر و کبیر، آزاد و غلام، سیاہ و سفید سب پر فرض ہے۔ اور جو بھی خدا کی وحدانیت کا اقرار کرتا ہے وہ خوب جان لے کہ اس امام کی اطاعت سب پر واجب ہے۔ جو اس کا مخالف ہے وہ ملعون ہے۔ اور خوب جان لو۔ کہ بعدِ خدا امیر احکم واجب التعمیل ہے۔ اور میرے بعد علیؑ اور اُولادِ علیؑ۔

خطبۂ غدیر چونکہ بڑا طولانی ہے جو دس ورق میں بھی نہیں آسکتا، لہٰذا بہ نظر اختصار آخری واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ رسُول خدا نے بعد ختم خطبہ حضرت علیؑ کو بالائے منبر بلایا، تاکہ سارا مجمع بخوبی مشاہدہ کرے، پھر لوگوں سے فرمایا۔ (تقریباً ایک لاکھ بیس ہزار کا مجمع تھا۔)

اَلَسْتُ اَولٰی بِکُمْ مِنْ اَنْفُسِکُمْ یعنی کیا میں تمہارے نفسوں سے اولیٰ نہیں ہوں؟ مجمع نے بہ آواز بلند کہا:۔ بلیٰ یا رسُول اللہ۔ بیشک اے رسُول اللہ آپ ہمارے نفسوں سے اولیٰ و افضل ہیں۔ پھر آپؐ نے فوراً فرمایا:۔ مَن کُنتُ مَولاہُ فَعَلِیٌّ مَولاہُ یعنی جس کا میں مولا ہوں، اس کا مولا (میرے بعد) علیؑ ہے، اور پھر دستِ دُعا بلند فرمائے:۔ اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ "الخ" اے اللہ دوست رکھ اس کو جو علیؑ کو دوست رکھے۔ دشمن رکھ اس کو جو علیؑ سے دشمنی رکھے۔ اور نصرت کر اس کی جو علیؑ کی نصرت کرے۔ اور ذلیل و خوار رکھ اس کو جو علیؑ کو زبوں رکھے۔ اور حق و صداقت کو پھیر دے اُس طرف، جدھر علیؑ پھرے۔

اس کے بعد سارے مجمع نے حضرت علیؑ کو سلام کیا "اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ" سب سے پہلے حضرت عمر بن خطّاب نے اٹھ کر کہا:۔ بَخٍ بَخٍ یَا عَلِی اَصْبَحْتَ مَوْلَایَ وَمَوْلیٰ کُلِّ مُؤْمِنٍ وَمُؤْمِنَۃٍ۔ یعنی مبارک ہو اے علیؑ، آپ مولا ہو گئے میرے اور تمام مومنین و مومنات کے۔ شعرائے عرب نے قصیدے کہے۔ حسّان ابن ثابت نے رسُول سے اجازت حاصل کر کے قصیدہ پڑھا جو کہ بہت مشہور ہے۔ ابنِ عباس۔ ابوذر اور حذیفہ راوی ہیں کہ ابھی بیعت والے متفرق نہ ہوئے تھے کہ رسالتمآبؐ کو جبرئیل نے نازل ہو کر تہنیت دی اور یہ آیت

نازل ہوئی :- اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًاؕ ترجمہ :- اے ہمارے رسُول تمہیں بشارت ہو۔ آج کامل کر دیا دین کو اور تمام نعمتیں مکمّل کر دیں اور تمہارے دین اسلام سے ہم راضی ہوئے۔ (سورۂ المائدہ آیت نمبر ۳)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کے نزدیک دین کے اصول ہوں یا فروع۔ امامت سے زیادہ ضروری اور واجب نہیں ـــــ یہ خبر جب اطراف و جوانب میں منتشر ہوئی تو حارث بن نعمان جو قبیلۂ فہر" کا بڑا سردار تھا۔ اس خبر کو سُنکر غصّہ سے دیوانہ ہوگیا۔ خدمتِ رسُول میں مدینہ آیا اور حضرت ختمیؐ مرتبت سے بگڑ کر کہا کہ تم نے توحید۔ نبوّت۔ نماز۔ روزہ اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہم نے قبول کیا مگر آپ پھر بھی راضی نہیں ہوئے اور اب اپنے پسرِ عَم کی خلافت بھی ہمارے کاندھوں پر رکھدی۔ سچ بتلائیے یہ آپ کا حکم ہے یا اللہ تعالیٰ کا۔ رسُول خدا نے قسم کھا کر فرمایا" کہ یہ سب کچھ خدا کے حکم سے واقع ہوا ہے۔ یہ سُن کر بڑبڑاتا ہوا لوٹا اور آسمان کی طرف رُخ کرکے چلّایا کہ اے خدا جو کچھ محمّدؐ نے کہا اگر یہ حق ہے تو مجھ پر آسمان سے ایک پتھّر گرا کیونکہ میں اس خبر کو سُننے کی تاب نہیں لا سکتا۔ ابھی دشمنِ علیؑ کا کلام تمام بھی نہ ہوا تھا کہ آسمان سے ایک پتھّر اُسکے سر پر آگرا اور نیچے سے نکل گیا..... قرآن نے پکار کر کہا۔ سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍۙ (سورۂ المعارج آیت نمبر "۱") ترجمہ :- سوال کیا سوال کرنے والے نے واقع ہونیوالے عذاب کا جو واقع ہوا ـــ حارث ملعون کے اس واقعہ سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ "مولا" کے معنی حاکم اور اَولیٰ بہ تصرّف کے ہیں ورنہ وہ کیوں اپنے کو ہلاکت میں ڈالتا۔ علاوہ ازیں ظاہر ہے ایسی شدّت کی گرمی کے وقت کہ لوگ اپنی ردائیں اور عبائیں زیرِ پا رکھتے تھے۔ غیر ہموار جگہ اور غیر وقت پالانِ شتر کا منبر بنانا، لوگوں کو ایک جگہ جمع کرنا اور اتنا طولانی خطبہ دینا، جب تک کہ امرِ عظیم پیشِ نظر نہ ہو بے معنی ہے۔ اگر یہ رسم تاجپوشی نہ ہوتی تو اتنی گرمجوشی نہ ہوتی۔ اس واقعہ سے انکار کرنیوالے یا دشمنی سے محبّت کے معنی لینے والے ذرا اپنی معتبر و مستند کتب اُٹھا کر دیکھیں، شیخ محدّث عماد الدّین ابن کثیر شامی شافعی نے تاریخ کبیر میں جو دُو جلدوں پر مشتمل ہے جسمیں احادیثِ غدیر جمع کی گئی ہیں، تحریر کیا ہے کہ ابو المعانی جوینی شافعی نے

کہا ہے کہ میں نے بغداد میں ایک صحافی کے ہاتھ میں واقعہ غدیر پر ایک کتاب دیکھی جس کی پشت پر لکھا تھا " جلد بست و ہشتم (اٹھائیسویں جلد) " میں حیران رہ گیا۔ ابو علی عطائی ہمدانی لکھتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کو دو سو پچاس طریقہ سے نقل کیا ہے۔ شیخ محمد جزری شافعی نے جو کہ اکابر محدثین اہلسنت سے ہیں اپنے مشہور رسالہ میں " حدیث غدیر " کو مختلف طریقوں سے ثابت کیا ہے۔ بعض معاندین نے اعتراض کیا ہے کہ رسول خدا نے اتنے اہم پیغام کو اگر واقعی اہم تھا تو ایک غیر معروف ویرانہ میں کیوں سنایا؟ مدینہ کے روبرو مسجد نبوی میں سنانا چاہیئے تھا۔ تاکہ کسی کو انکار کا موقع نہ ملتا۔ شیخ عبدالجلیل رازی نے اس کے جواب میں کہا ہے کہ اس دشمن خدا معترض کو یہ اعتراض خدا پر کرنا چاہیئے کہ شہر اور بستی کو چھوڑ کر خدا نے حضرت موسیٰ کو شب تاریک میں سنسان بیابان میں تنہائی کے عالم میں کیوں پکارا؟ اپنے رسول محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بجائے مکہ، کعبہ اور بنی ہاشم و قریش کے سامنے ایک تنہا مقام " کوہ حرا " میں باتیں کیوں کیں؟ جیسے کوئی کار خیر دیدہ کیا جا رہا ہے۔ اگر تقرر رسالت موسیٰ بیابان میں اور تقرر رسالت محمد مصطفٰے صلعم " غار حرا " میں نبوت کو کوئی نقصان نہیں پہونچا سکتی تو تقرر امامت علیؑ بیابان میں امامت کو کیا نقصان پہونچا سکتی ہے۔ بعض لوگوں کا اعتراض یہ بھی ہے کہ قرآن میں جس طرح اور انبیاء کا نام لیا گیا ہے۔ اس موقع پر خدا اس آیت میں بھی علیؑ کے نام کا ذکر کر دیتا تاکہ شک و شبہ کی گنجائش ہی نہ رہتی۔

یہ لوگ درحقیقت حق فراموش اور " یفعل اللہ ما یشاء " کو بھولے ہوئے ہیں انکو خدا سے یہ پوچھنا چاہیئے کہ نماز کا تو ذکر کر دیا یہ کیوں نہیں بتلایا کہ کتنی رکعت فرض اور کتنی سنت پڑھیں سفر میں کتنی، حضر میں کتنی۔ زکوٰۃ کا حکم دے دیا اور احکام زکوٰۃ اور تعداد واضح نہیں کی۔ ایسا کیوں ہے؟ اگر اس کے ظاہر نہ کرنے سے نماز اور زکوٰۃ میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا، اسلئے کہ معلم کتاب بھی کتاب کے ساتھ ہے تو قرآن میں علیؑ کے نام کو کسی مصلحت کے تحت مندرج نہیں، تو معلم قرآن سے پوچھو تاکہ بعثت رسول عبث نہ قرار پائے۔

واقعۂ غدیر کے متعلق محمد غزالی جیسے متعصب نے بھی لکھا ہے جس کی تائید ابن جوزی نے

بھی کی ہے کہ لوگوں نے پہلے تو فرمانِ الٰہی اور حکمِ رسالت کو قبول کیا بعد میں حبِّ دنیا نے اس حکم کو مطلقاً بھلا دیا۔ مختصر یہ ہے کہ احمد بن حنبل نے اپنی کتاب "مسند" میں اور ثعلبی نے اپنی "تفسیر میں"، ابنِ مغازی شافعی نے "کتاب مناقب" میں اور ابنِ عقیدہ نے ایک سو پانچ طریقہ سے۔ دیگر اکابر اہلسنّت نے مثلاً ابنِ جوزی شافعی نے اپنی کتاب المطالب فی مناقب آلِ ابیطالب میں تحریر کیا ہے کہ یہ آئیہ وافی ہدایہ شانِ امیرالمومنین علیؑ بن ابیطالب میں نازل ہوا ہے رسول خدا نے "یوم غدیر" آپ کو اس قدر بلند کیا کہ لوگوں نے سفیدئ زیر بغلِ رسولؐ کو دیکھا اور آیاتِ مذکورہ کو تین مرتبہ بہ آواز بلند فرمایا اور پھر فرمایا اس پروردگار کا کس طرح شکر ادا ہو جس نے دین کو کامل فرمایا اور میری پیغمبری اور علیؑ کی ولایت سے راضی ہوا، اس کے بعد پھر یہ فرمایا:- من کنت مولاہ فھذا علیؑ مولاہ ط

ان تمام واقعات کی صحت اور دلائل کے بعد بھی اگر کسی کو شک ہے تو سوائے مخالفتِ رسولؐ اور عنادِ علیؑ کے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ کیا کسی کی ولایت اور خلافت پر بعدِ رسولؐ اس سے زیادہ بھی کوئی دلیل ہو سکتی ہے۔

آیت ۲۳ اس سورہ کو سورۂ توبہ، سورۂ فاضحہ اور سورۂ عذاب بھی کہتے ہیں۔ اس سورہ میں چونکہ کفار سے بیزاری، منافقین کی رسوائی۔ اور مشرکین پر عذاب کا ذکر ہے اس لئے اس سورہ کو خلاقِ عالم نے اپنی نشانئ رحمت "بسم اللہ الرحمن الرحیم ہ" سے شروع بھی نہیں کیا ہے۔ جب یہ سورہ نازل ہوا تو علماءِ فریقین اس پر متفق ہیں کہ یہ سورہ رسولِ خدا نے حضرت ابوبکر کو دیا کہ حج کے موقع پر اہلِ مکہ کے روبرو اس سورہ کو پڑھیں۔ ابھی موصوف سورہ کو لے کر روانہ ہی ہوئے تھے کہ جبرئیل امین آئے اور بعد سلام کہا، یہ حکم کردگار ہے کہ:- لا یؤدی عنک الا انت او رجل منک ط

یعنی اس سورہ کو لے کر تم خود جاؤ یا اس کو بھیجو جو تم سے ہو۔ رسولؐ نے علیؑ ابن ابیطالب کو بلا کے ناقۂ غضباء دیا اور فرمایا اس پر سوار ہو کر جلد جاؤ اور ابوبکر ابنِ ابوقحافہ سے وہ "سورہ" لیکر (جو انھیں دیا گیا تھا) میرا کارِ نیابت بجالاؤ۔ چنانچہ حسب الارشاد رسولِ کریم، امیرالمومنینؑ فوراً روانہ ہوئے اور حضرت ابوبکر سے وہ سورہ لے کر اہلِ مکہ اور تمام کفارِ مکہ کے روبرو سورہ پڑھ کر سنایا۔

ابوبکر نے لوٹ کر رسُول سے اس کی وجہ معلوم کی آپؐ نے فرمایا کہ حکمِ خدا ہوا کہ میں خود جاؤں یا اُس کو بھیجوں جو مجھ سے ہو۔ چونکہ علیؑ مجھ سے ہے اس لئے ان کو بھیجا گیا۔ اب نتیجہ آپ خود نکال لئے ـــــ حقیقت یہ ہے کہ تبلیغ سورہٴ برأت کوئی معمولی کام نہیں تھا۔ پورے کفارِ مکہّ کے سامنے ایک آدمی ان کو بُرا بھلا کہے تو ظاہر ہے کہ اس آدمی کا حشر کیا ہوگا۔ یا تو ان کی آغوش میں جاکر بیٹھنا پڑے گا۔ یا زمین کی گود میں۔ اس کو بعدِ نبیؐ صرف وصی ہی انجام دے سکتا ہے۔ سلام ہو اُس شیرِ خدا کی جرأت و ہمّت کو۔

حضرت مُوسیٰ کو حکم ہوا کہ اے موسیٰ جاؤ اور فرعون کو مُتنبہّ کرو۔ جناب مُوسیٰ نے کہا خدایا میں ڈرتا ہوں کہ میں نے ان کے ایک آدمی کو قتل کیا ہے۔ اور علیؑ جس نے کفارِ مکہ کے اکابرین کو کافی تعداد میں قتل کیا تھا۔ اِن ہی کی منقصت ان کے سامنے بیخوف ہوکر سُناتا ہے اور کفارِ مکہّ کی مجال نہیں کہ جو شیرِ خدا کی طرف گھُور کر بھی دیکھ سکے۔ چنانچہ اِس شجاعت اور دلیری کا اُن پر وُہ رُعب بیٹھا جس کے نتیجے میں مکہّ فتح ہوگیا۔ اب ہمیں رسُول کی نیابت کے لئے "رَجُلٌ مِنّکُ" تلاش کرنا پڑے گا۔

ایت (دیگر) ۲۴ } اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ اَلزُّجَاجَۃُ کَاَنَّھَا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ زَیْتُوْنَۃٍ لَّا شَرْقِیَّۃٍ وَّلَا غَرْبِیَّۃٍ " الخ۔

اہلسنّت نے حسن بصری سے نقل کیا ہے کہ مراد مشکوٰۃ سے " فاطمہؑ زہراؑ اور مصباح سے مراد حسنین علیہم السّلام ہیں اور زجاجہ ستارہ درخشندہ " فاطمہؑ " ہیں زنانِ عالم میں، اور شجر مبارکہ حضرت ابراہیمؑ ہیں جو نہ شرقی ہیں نہ غربی یعنی یہودی نہ نصرانی، اور نورٌ علیٰ نور امام ایک کے بعد ایک ہیں، تاکہ سلسلۂ ہدایت تاقیامت اس ذرّیت میں باقی رہے۔

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ اس آیت میں " مشکوٰۃ " سے مراد فاطمہؑ زہراؑ اور مصباح سے مراد حسنین علیہم السّلام ہیں۔ تمام زنانِ عالم میں فاطمہؑ کوکب درّی کی مثال ہیں۔ شجر مبارکہ حضرت ابراہیمؑ ہیں۔ جو نہ یہودی ہیں نہ نصاریٰ۔ اور نورٌ علیٰ نور سے مراد، ایک سے دوسرے

امام کا وجود میں آنا ہے قیامت تک۔

آیت ۲۵ (دیگر) عَمَّ یَتَسَاۗءَلُوۡنَ عَنِ النَّبَاِ الۡعَظِیۡمِ الخ۔ ترجمہ یہ لوگ کس چیز کا حال پوچھتے ہیں، ایک بڑی خبر کا۔ (النبأ، آیت ۱، ۲)

حافظ ابو نعیم نے مسدی سے اور اس نے رسولِ خدا سے روایت کی ہے کہ حضرتؐ نے اس آیت کی تلاوت کے وقت فرمایا، ولایت علی کا سوال کیا جائیگا۔ قبور میں خواہ وہ شرق میں ہوں یا غرب میں۔ بر میں ہوں یا بحر میں۔ ملک الموت، منکر و نکیر قبر میں سوال کریں گے ہر میت سے کہ تیرا ربّ کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟ اور تیرا امام کون ہے؟۔

اِن ہی حافظ ابو نعیم نے ابنِ مسعود سے روایت کی ہے کہ تین شخصیتوں کیواسطے قرآن میں آیۂ استخلاف نازل ہوئی ہے پہلے حضرت آدمؑ کیلئے "اِنِّیۡ جَاعِلٌ فِی الۡاَرۡضِ خَلِیۡفَۃً" (سورۂ البقرہ آیت نمبر ۲۹)۔ دوسرے جناب داؤدؑ کیواسطے "یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلۡنٰکَ خَلِیۡفَۃً فِی الۡاَرۡضِ" (سورۂ صٓ آیت نمبر ۲۶) تیسرے برائے امیر المومنین علی ابنِ ابی طالب "لَیَسۡتَخۡلِفَنَّہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ کَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ" الخ۔ یعنی خلیفہ بنایا خدا نے انکو زمین کا جسطرح اِن سے پہلوں کو خلیفہ بنایا گیا وغیرہ وغیرہ (سورۃ النور آیت نمبر ۵۵)۔

بعض مفسّرین نے لکھا ہے کہ یہاں مراد خلیفہ سے "صاحب الامرؑ" ہیں جو تمام ممالک شرق و غرب کو فتح فرمائیں گے — امیر المومنینؑ نے جنگِ صفین میں جبکہ ایک شخص اس آیۃ کو پڑھ رہا تھا تو اس سے فرمایا کہ تو جانتا ہے کہ "نباءِ العظیم" سے کیا مراد ہے۔ اُسنے کہا "نہیں"۔ پھر آپؑ نے فرمایا، خدا کی قسم "نباءِ العظیم" سے مُراد ہم ہیں۔ جن کی بابت لوگ اختلاف کرینگے اور منکر ہو جائیں گے۔ کفرانِ نعمت کریں گے۔ اور قیامت میں اُن سے سوال ہوگا۔

آیت ۲۶ (دیگر) وَالَّذِیۡ جَآءَ بِالصِّدۡقِ وَصَدَّقَ بِہٖۤ (الزمر آیت ۳۳)

حافظ ابو نعیم اور ابنِ مغازی شافعی نے مجاہد سے روایت کی ہے کہ مراد (اَلَّذِیۡ جَآءَ بِالصِّدۡقِ) سے رسُولِ خدا اور "صدق بہ" سے مقصود امیر المومنینؑ ہیں۔ ترجمہ وہ جو کہ از جانبِ خدا صدق و سچائی کے ساتھ خلق کی طرف آیا اور وہ جس نے تصدیق کی سب سے پہلے — فخر الدّین رازی نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے علیؑ ابنِ ابی طالب اور ابو بکر نے تصدیق

کی ہے مگر چونکہ علی کی طفلی تھی لہٰذا یہ آیت ابوبکر کی شان میں آئی ہے۔ لیکن افسوس اگر بچہ گہوارے میں نبی ہو سکتا ہو اور اس کی گواہی قابلِ قبول ہو اور جعلنی نبیّنا کے دعوے کو تو مان لیا جائے مگر علیؑ جنکی عمر دس یا بارہ سال کی ہو اُن کی تصدیق کو یہ کہہ کر نظر انداز کیا جائے۔ کہ بچے تھے۔ ابنِ حجر نے شرح بخاری میں تحریر کیا ہے کہ وہ (علی) عالم شیر خوردن مطالعہ لوح محفوظ کرتے تھے۔ لہٰذا یہ صحیح ہے کہ یہ آیت ان کی شان میں ہو مظہر العجائب اور منبع غرائب کا قیاس دوسروں پر نہیں کیا جا سکتا۔

آیت ۲۷ (دیگر) | اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَہُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ۝ ترجمہ: وہ لوگ جو ایمان لائے اور اعمالِ صالحہ بجالائے جلد ہی خدا ان کی محبّت لوگوں کے دلوں میں پیدا کر دیگا۔ (مریم آیت ۹۶)

فخر الدّین رازی نیشاپوری اور یعقوبی نے اپنی تفاسیر میں ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ یہ امیر المومنین کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ ابنِ حجر نے بھی اپنی کتاب میں اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے یہ بھی کہا ہے کہ ابن عباس، رسولخدا کے چچازاد بھائی نے ایک روز رسُول اللہ سے شکایت کی کہ یہ قریش جب ہم لوگوں کو دیکھتے ہیں۔ تو مُنہ پھیر لیتے ہیں اور جب ہم پہونچ جاتے ہیں تو یہ ایکدم باتیں کرتے کرتے خاموش ہو جاتے ہیں۔ یہ سن کر رسُولخدا غضبناک اور برہم ہوئے، فرمایا کہ قسم اس خدا کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اُن کے دِلمیں تم لوگوں کی دوستی کے بغیر ایمان ہرگز داخل نہیں ہو سکتا۔۔۔۔ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ "وداء" یعنی محبّت سے مراد دوستیِ امیر المومنینؑ ہے۔ ظاہر ہے جس کی دوستی کا حکم خدا دے وہ معصوم بھی ہوگا اور وہی خلق کا ہادی اور حقدار اطاعت ہوگا۔

آیت ۲۸ (دیگر) | وَقِفُوْہُمْ اِنَّہُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ ۝ ترجمہ۔ وہ لوگ رُوکے جائیں گے (روزِ قیامت) اور ان سے سوال کیا جائے گا۔

(سورۂ الصّافات آیت نمبر ۲۴) ۔۔۔ جمہورِ اہلسنّت نے ابنِ عباس اور ابی سعید خدری سے نقل کیا ہے اور ابنِ حجر نے دیلمی سے کہ پیغمبرِ اسلام نے فرمایا کہ روزِ حساب لوگوں کو رُوکا جائے گا۔ اور سوال کیا جائے گا، ولایتِ علیؑ اور اہلبیت علیؑ کا۔ کیونکہ خدا نے اپنے نبیؐ کو حکم

دیا ہے کہ مخلوق سے کہدو کہ میں کوئی اجرِ رسالت نہیں چاہتا مگر یہ کہ میرے قرابتداروں سے محبت کرو
اور شیخ طبرسی نے بھی سعید ابن جبیر سے روایت کی ہے جو کہ تفاسیر میں موجود ہے کہ وقت حساب
یا وقتِ عبورِ پُلِ صراط، امامت وولایت امیر المومنینؑ کا سوال کیا جائے گا۔

فقط ہے روز سوالِ محبتِ حیدرؑ ، یہ ناسمجھ جسے روزِ حساب کہتے ہیں

آیت ۲۹ (دیگر) وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَا (الزخرف آیت ۴۵)

ابن عبد البر اور حافظ ابو نعیم وغیرہ مفسرین اہلسنت نے رسول خدا سے
روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہؐ نے جب "شبِ معراج" انبیاء کی جماعت میرے سامنے آئی
تو خدا نے فرمایا اے رسول ان سے پوچھو کہ تمہیں خدا نے کیوں نبی بنایا۔ جب میں نے انبیاء سے سوال
کیا تو سب نے ایک زبان ہو کر کہا کہ ہم مبعوث ہوئے گواہی دینے کے لئے کہ خدا ایک ہے اور اُسکے
سوا اور کوئی خدا نہیں اور آپؐ کی نبوت اور علیؑ کی ولایت کا اقرار کرنے کے لئے۔ لہٰذا اس سے زیادہ
امیر المومنینؑ کی امامت کی لوگ اور کیا دلیل چاہتے ہیں۔

آیت ۳۰ (دیگر) هُوَ الَّذِیْۤ اَیَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ ۝
ترجمہ :- وہ وہ ہے جس نے قوت دی تجھ کو مومنین کی دوستی
کے ساتھ۔ (سورۃ الانفال آیت نمبر ۶۲)۔

حافظ ابو نعیم نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا میں نے خود رسول خدا سے
سُنا ہے کہ فرمایا رسولؐ نے کہ میں نے عرش پر لکھا دیکھا :- لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا
شَرِیْكَ لَهٗ وَ مُحَمَّدٌ عَبْدِیْ وَ رَسُوْلِیْ اَیَّدْتُهٗ بِعَلِیٍّ بْنِ
اَبِیْ طَالِبٍ چنانچہ قرآن میں حق تعالیٰ نے یہی فرمایا ہے کہ "هُوَ الَّذِیْ" الخ۔

جس کا خدا و رسولؐ کے ساتھ عرش پر لکھا ہو اور اُس کو رسولؐ کا مددگار خدا نے تجویز کیا
ہو پھر نیابتِ رسولؐ کب کسی اور کو تجویز کی جاسکتی ہے۔

آیت ۳۱ (دیگر) یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَ مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝
ترجمہ :- اے محمدؐ (شرِ اعداء کے دفع کے لئے) کافی ہے تیرے
لئے خدا اور مومنین جو تیرے تابع ہیں۔ (سورۃ انفال آیت نمبر ۶۴)۔

صاحبِ کتاب غمہؔ نے کتاب عزّالدّین و عبدالرّزاق و محدّث حنبلی و حافظ ابونعیم اور
جمہور اہلسنّت نے متّفقہ روایت کی ہے کہ یہ آیت شان امیرالمومنین علیؑ ابنِ ابی طالب میں نازل
ہوئی ہے۔ اس آیت میں دوست و دشمن کسی نے اختلاف نہیں کیا۔ اس لئے اگر تمام مومنین مراد
ہوتے تو آیت یوں ہوتی:۔ حسبک اللہ والمومنون ط لیکن پھر بھی معاندین
نے یہ کہا کہ اس سے امامت ثابت نہیں ہوتی۔ فضیلت البتہ ثابت ہوتی ہے۔ ع

بریں عقل و دانش بباید گریست!

یعنی امامت اور فضیلت دو چیزیں ہیں۔

آیت ۳۲ (دیگر) وَمَنْ عِنْدَہٗ عِلْمُ الْکِتَابِ ؕ ترجمہ:۔ اور وہ جس کے پاس علم کتاب ہے (سورۃ الرّعد آیت نمبر ۴۳)۔

حافظ ابونعیم نے ابنِ حنیفہ سے روایت کی ہے کہ جس کے پاس علمِ کتاب ہے وہ علیؑ
ابنِ ابی طالب ہیں۔ تفسیر ثعلبی میں عبداللہ ابنِ سلام سے منقول ہے کہ میں نے رسُولخدا سے
سوال کیا کہ وہ کون ہے جس کے پاس علمِ کتاب ہے؟ فرمایا وہ سوائے علیؑ کے اور کوئی نہیں۔
لہٰذا علیؑ افضل ہیں ان لوگوں سے جو علمِ کتاب سے بے خبر ہیں۔ اور جو لوگ یہ کہتے ہیں۔ کہ
علم کتاب علمائِ یہود جو مسلمان ہو گئے تھے ان کے پاس ہے وہ کتنے بڑے غافل اور کاذب
ہیں کہ یہ آیت مکّی ہے اور علمائِ یہود مدینہ میں اسلام لائے تھے۔

آیت ۳۳ (دیگر) وَاِذْ اَخَذَ رَبُّکَ مِنْ بَنِیْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُھُوْرِھِمْ ذُرِّیَّتَھُمْ وَ اَشْھَدَھُمْ عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ ط قَالُوْا بَلٰی ط (سورۃ
الاعراف آیت ۱۷۲)۔ ترجمہ:۔ یاد کر اے محمدؐ جبکہ وعدہ لیا تیرے پروردگار
نے اولادِ آدم سے، کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ سب نے کہا بیشک تو ہمارا ربّ ہے
یہ میثاق آدم کی قیامت تک آنے والی نسل سے تھا۔ مختصر یہ کہ مقصد اس آیت کی تحریر سے یہ
ہے کہ ابنِ شیرویہ نے "کتاب فردوس" میں حذیفہ یمانی سے نقل کیا ہے اور جمہورِ اہلسنّت نے
بھی لکھا ہے کہ فرمایا رسُولؐ نے کہ اگر لوگوں کو یہ معلوم ہوتا کہ علیؑ کو امیرالمومنین کب کہا گیا۔ تو
کوئی بھی علیؑ کے فضل و کمال کا منکر نہ ہوتا جب آیۂ میثاق کے جواب میں تمام ارواح نے

لفظ "بلٰی" کے ساتھ اقرار کیا تو خداوند عالم نے فرمایا :- انا ربکم و محمّدٌ نبیّکم وعلیٌ امیرکم ط یعنی میں تمہارا رب ہوں، محمّد تمہارا نبی ہے اور علیؑ تمہارا امیر ہے۔

آیت ۳۴ (دیگر) وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ ط (سورۂ الحجر آیت نمبر ۴۷)۔

یہ آیت اہلِ بہشت کے بارے میں ہے کہ ان کے دل میں کسی قسم کا کینہ نہ ہوگا۔ بھائیوں کے مثل ہوں گے اور جواہرات کے تخت پر بالمقابل بیٹھے ہوں گے۔

مسند احمد حنبل میں ابی اوفی سے روایت کی ہے کہ رسُول خدا مسجد میں تشریف فرما تھے اور اصحاب قصہ برادری اور مواخات دُہرا رہے تھے حضرت علیؑ نے کہا "یا رسُول اللہ! اُس روز تو گویا میرے جسم سے جان نکل رہی تھی اور سر شرم سے جھک گیا تھا کہ آپ نے ہر صحابی کو ایکدوسرے کا بھائی بنایا اور میری طرف مطلق توجہ نہ فرمائی میں سمجھا کہ شاید آپ مجھ سے ناراض ہیں۔ پس رسُول خدا نے فرمایا کہ قسم اُس خدا کی جس نے محمّد کو خلق فرمایا کہ اس روز میں نے تجھے اپنے واسطے انتخاب کیا تھا اس لئے کہ تو میرے لئے، ہارون کی مثل ہے موسیٰ کے واسطے مگر میرے بعد کوئی دوسرا نبیؐ نہ ہوگا۔

ابوہریرہ سے منقول ہے کہ میں نے علیؑ کو نبی کریمؐ سے ایک روز یہ کہتے سُنا کہ یا رسُول اللہ آپؐ مجھے یا فاطمہؑ کس کو زیادہ دوست رکھتے ہیں۔ رسُول خدا نے فرمایا کہ فاطمہؑ کو تم سے زیادہ دوست رکھتا ہوں اور تم کو فاطمہؑ سے زیادہ عزیز رکھتا ہوں۔ اے علیؑ میں گویا دیکھ رہا ہوں کہ تم حوضِ کوثر پر آب کوثر دے رہے ہو اور حوض کے کنارے اتنے جواہرات کے گلاس رکھے ہیں جس قدر آسمان پر ستارے۔ اور تم، فاطمہؑ اور حسنینؑ سب ایک جواہرات کے تخت پہ بیٹھے ہو پھر فرمایا۔ "سررٍ متقابلین"۔ المختصر جو رسُول کی نظر میں فاطمہؑ سے بھی زیادہ عزیز ہو وہ دُنیا میں سب سے زیادہ عزیز ہوگا۔ اور جو سب سے زیادہ ہوگا وہی سب سے زیادہ افضل ہوگا اور جو سب سے زیادہ افضل ہوگا وہی نائبِ رسُول ہوگا۔

آیت (دیگر) وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ ط الخ" ترجمہ۔ تم اُنھیں اندازِ گفتگو سے پہچان لوگے۔ (سورۂ محمّد آیت نمبر ۳۰)۔

اِس پوری آیت میں خداوند کریم نے ان منافقین کی نشاندہی فرمائی ہے جو اپنے نفاق کو رسُول سے پوشیدہ رکھتے تھے۔ اس نشاندہی کے بعد کوئی ایسا منافق اور منکر نہ تھا جسکو رسُول نہ پہچانتے ہوں اور آپ نے امیر المومنین سے خلوت میں ان منافقین کے کردار اور حالات کو تفصیلاً بیان فرماکر تلقین فرمائی ــــ حافظ ابو نعیم اور ابو سعید خدری نے کہا ہے کہ منافقین سے مراد وہ لوگ ہیں جو حضرت علیؑ سے دشمنی اور عداوت رکھتے تھے۔ کتاب کشف الغمہ میں ہے جو حافظ ابو بکر موسیٰ ابن مردویہ سے روایت کی ہے کہ یہ آیت بھی شان میں امیر المومنین کے نازل ہوئی ہے ــــ لہٰذا جس کی دشمنی اور عداوت انسان کو منافق اور بیدین بنا دے ظاہر ہے کہ وہ مقتدا، ہادی اور امام نہ ہوگا۔

آیت ۳۶ (دیگر) { اَلَّذِیۡنَ اِذَاۤ اَصَابَتۡهُمۡ مُّصِیۡبَةٌ قَالُوۡۤا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡهِ رٰجِعُوۡنَ ؕ (البقرہ آیت نمبر ۱۵۶)

ترجمہ :- وہ لوگ جب اُن پر کوئی مصیبت آتی ہے تو کہتے ہیں ہم اُسی کے ہیں، اور اُسی کی طرف لوٹ جانے والے ہیں۔ ان پر خدا کا درود ہو اور یہی ہدایت یافتہ ہیں۔ یہ آیت صابرین کی شان میں آئی ہے (سورۂ البقرہ آیت نمبر ۱۵۷)۔

تفسیر ثعلبی اور تفسیر نجاشی وغیرہ میں مذکور ہے کہ یہ آیت امیر المومنین کی شان میں نازل ہوئی کیونکہ شہادت امیر حمزہ کی خبر سنکر آپ نے "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ" فرمایا تھا۔ امام جعفر صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ شہادت جعفر ابن ابیطالب کی خبر سُن کر آپ نے یہ کلمہ فرمایا تھا۔ اور خداوند عالم نے یہ آیت نازل فرمائی۔ بہر حال ثابت ہوا کہ علیؑ از روئے آیہ ہدایت یافتہ ہے۔ اور ہدایت یافتہ غیر ہدایت یافتہ سے افضل ہوتا ہے۔

آیت ۳۷ (دیگر) { سَلٰمٌ عَلٰۤی اِلۡ یَاسِیۡنَ ۝ ترجمہ :- آلِ یٰسین پر سلام ہو۔ (سورۂ الصّافات آیت نمبر ۱۳۰)

بعض قاریوں مثلاً نافع ابن عامر اور یعقوب نے اِس کو "آلِ یٰسین" پڑھا ہے۔ اور ابن عباس سے منقول ہے کہ مراد آلِ یٰسین سے آلِ محمّدؐ ہے کیونکہ "یٰسین" آپؐ کا اسم گرامی ہے۔ ابن حجر نے صواعق محرقہ میں فخر الدین رازی سے نقل کیا ہے کہ اہلبیت رسُول پانچ امور میں

رسولؐ کے مساوی ہیں۔ ایک سلام میں خدا نے "اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ" فرمایا۔ اور اہلِ بیت کے واسطے "سَلَامٌ عَلٰی آلِ یٰسِیْن" فرمایا۔ دوسرے صلوٰۃ میں "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ"۔ تیسرے طہارت میں "آیۂ تطہیر" چوتھے تحریم صدقہ میں۔ چنانچہ صدقہ جس طرح آپ پر حرام ہے اہلبیت پر بھی حرام ہے۔ پانچویں محبت میں خدا نے رسولؐ کی زبان سے فرمایا "قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ (سورہ آلِ عمران آیت نمبر ۳۱)۔ اور اہلبیت کی شان میں فرمایا۔ قُلْ لَّا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی۔ (سورہ شوریٰ آیت نمبر ۲۳)۔

آیت ۳۸ (دیگر) فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ o ترجمہ:۔ اگر تم نہیں جانتے تو اہلِ ذکر سے معلوم کرو۔ (سورۂ النحل آیت نمبر ۴۳)۔ حافظ ابنِ محمدؐ موسیٰ شیرازی مشاہیر علماءِ اہلسنّت فرماتے ہیں کہ ابنِ عباس سے روایت ہے کہ مرادِ اہلِ ذکر سے محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ ہیں کیونکہ وہی اہلِ ذکر اور اہلِ عقل، اہلبیتِ نبوت اور معدنِ رسالت ہیں۔ سفیان ثوری نے سدی سے اور سدی نے حارث سے حارث نے ابنِ عباس سے نقل کیا ہے کہ جسکو خدا اہلِ ذکر فرمائے اور تمام اُمّت کو اس سے سوال کرنے کا حکم دے تو پھر اس کو اگر امیر المومنین اور امام المتّقین کہیں تو لائق ہے۔

آیت ۳۹ (دیگر) اَمْ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰی مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ o ترجمہ:۔ خدا نے جو تم کو عطا فرمایا ہے اپنے فضل سے اس پر جلے جاتے ہیں۔ (سورۂ النساء آیت نمبر ۵۴)۔

ابنِ حجر عالمِ جماعت اہلسنّت، اپنی کتاب صواعقِ محرقہ میں لکھتے ہیں کہ ابوالحسن مغازلی نے امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اس آیت میں مراد، اُن شخصیتوں سے ہے جن پر لوگ حسد کرتے ہیں، خدا کی قسم ہم ہیں۔ ظاہر ہے جو محسودِ خلائق ہوگا اُمورِ دین میں وہی سب سے افضل اور لائقِ امامت ہوگا۔

آیت ۴۰ (دیگر) حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ o ترجمہ:۔ ہمارے لئے خدا کافی ہے اور ہمارا بہترین مددگار ہے (سورہ آلِ عمران آیت نمبر ۱۷۳)

کشف الغمہ میں مذکور ہے اور ابنِ مردویہ اور ابو رافع اکابر اہلسنّت نے لکھا ہے۔ کہ ابوسفیان جب جنگِ اُحد سے لوٹا تو رسُول خدا کو معلوم ہوا کہ وہ اپنی واپسی پر پشیمان ہے اور مدینہ پر حملہ کرنا چاہتا ہے آپؐ نے امیر المومنین کو بھیجا کہ دیکھیں وہ لوگ اُونٹوں پر سوار ہیں یا گھوڑوں پر۔ جب امیرؑ المومنین وہاں پہونچے تو دیکھا وہ لوگ اُونٹوں پر سوار ہیں جو مکّہ جانے کی علامت تھی۔ کچھ لوگ جو آپ کو مشرکین میں سے ملے انھوں نے لشکرِ کفّار کی شوکت و قوّت کا ذکر اس لئے کیا کہ مسلمان سُن کر خائف ہو جائیں آپ نے مشرکین سے بلاخوف فرمایا۔ حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ۔ لہٰذا بنا بر قولِ باری تعالیٰ :۔ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًاؗ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ۝ یعنی اُن کو ڈرایا گیا مگر اُن کے ایمان میں اور اضافہ ہوا۔ (سورۂ آلِ عمران آیت ۱۷۳)

جس کے ایمان اور حوصلہ میں باوجود ڈرائے جانے کے اور اضافہ ہو ظاہر ہے کہ اس کے یقین اور شجاعت کا درجہ کیا ہوگا اور اس سے دوسرے کب افضل اور بہتر ہو سکتے ہیں ـــــــ !

آیت (دیگر) ۴۱ { اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ ۝ ترجمہ :۔ جو اپنے رَبّ کی طرف سے دلیل روشن پر ہو اور اس کے پیچھے اس کا گواہ ہو۔ (سورۂ ہود، آیت نمبر ۱۷)۔

ابنِ جریر طبری و ثعلبی و حافظ ابو نعیم نے عبد اللہ سدی سے اور مجاہد اور فخر الدّین رازی نے تفسیر کبیر میں ذکر کیا ہے کہ مراد شاہد یعنی گواہ سے علیؑ ابنِ ابیطالب ہیں۔ جو پہلوئے رسُول میں انہی کی جنس سے ہیں اور " شاہدٌ منہُ " دلیل واضح ہے جیساکہ حدیث میں ہے کہ رسُول خدا نے امیرؑ المومنین سے فرمایا :۔ انت مِنّی و انا مِنک یعنی تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ـــــــ گواہ اور نائب وہی ہو سکتا ہے جو لفظ " مِنّی " کا مصداق ہو۔

آیت (دیگر) ۴۲ { مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُؗ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ۝ (سورۂ الاحزاب، آیت نمبر ۲۳)۔

تفسیر اہلبیت اور غیر ہم میں مذکور ہے کہ یہ آیت شانِ امیرؑ المومنین اور حمزہؓ اور جعفرؓ بن

اَبی طالب اور عبیدہ ابنِ حارث میں نازل ہوا ہے۔ یعنی جو لوگ خدا پر ایمان لائے دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ جو وعدہ۔ خدا اور رسولؐ سے انھوں نے کیا تھا وہ وفا کر دیا اور ثابت قدم رہتے ہوئے شہادت پائی۔ حمزہؓ اُحد میں شہید ہوئے۔ عبیدہ بدر میں۔ اور جعفرِ طیار موتہ میں۔ اور دوسرے جو منتظرِ شہادت ہیں یعنی امیرالمومنین جو اپنے وعدہ پر قائم ہیں اور اس میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ جناب امیرالمومنینؑ جب اس آیت کو تلاوت فرماتے تو کہا کرتے تھے کہ خدا کی قسم اس آیت میں انتظار کرنے والا میں ہوں۔ جس کے وعدے میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔ لہٰذا خداوند عالم نے امیرالمومنینؑ کو صادق العہد اور منتظرین سے قرار دیا جو کسی اور میں یہ صفات نظر نہیں آتیں۔

آیت ۴۳ (دیگر) اَفَمَنْ یَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ الْحَقُّ کَمَنْ هُوَ اَعْمٰی ؕ الخ ۔ (الرعد آیت ۱۹)

ترجمہ:۔ جو کچھ تیری طرف بھیجا گیا اسکو خدا خوب جانتا ہے جو منکر ہوئے نابینا ہیں اور صاحبانِ عقل ہی درست جانتے ہیں الغرض خداوند عالم نے اس آیۂ وافی ہدایہ میں امیرالمومنینؑ کا ذکر فرمایا ہے کہ جو کچھ عطا کیا گیا ہے اس کا حقدار علیؑ ہے۔

آیت ۴۴ (دیگر) الٓمّٓ ؕ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ ۝ ترجمہ:۔ کیا لوگ سمجھے ہوئے ہیں کہ یہ کہنے سے کہ ہم ایمان لے آئے، چھوڑ دیے جائینگے اور وہ فتنوں سے آزمائے نہ جائیں گے۔ اُمتِ مسلمہ آزمائی جائے گی قرآن اور عترتِ طاہرہ سے، کیونکہ فرمانبرداری ان دونوں کی اُمت پر ثقیل تھی اس لئے ان دونوں کو ثقلین کہا گیا۔ (العنکبوت آیت نمبر ا و ۲)

روایت ہے کہ جب اس آیت کو رسالتمآبؐ نے اصحاب کے سامنے پڑھی تو اُسوقت امیرالمومنینؑ نے آنحضرتؐ سے سوال کیا کہ فتنہ سے کیا مراد ہے۔ اور آپ کی اُمت کس چیز سے آزمائی جائے گی۔ فرمایا! اے علیؑ تجھ سے آزمائے جائیں گے یعنی تجھ سے دشمنی رکھیں گے جو تو بھی صبر کے لئے تیار رہ ـــــ فخرالدین رازی نیشاپوری نے تصریح کی ہے کہ خدا لوگوں سے کلمۂ اسلام سن کر راضی نہیں ہونے کا بلکہ مختلف تکالیف سے امتحان لے گا اور سب سے بڑی آزمائش

رسول کی محبت اور متابعت ہے اور جو اتنے بڑے حکم کی جس کو "غدیر" کہتے ہیں متابعت نہ کرے۔ اس کا "آمنّا" کہہ دینا کیا کافی ہوگا؟

آیت (دیگر) ۴۵ { وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَ جِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ط (سورۃ التحریم آیت نمبر ۴)۔

شانِ نزول اس آیۂ وافی ہدایہ کی یہ ہے کہ رسولِ خدا نے ایک راز سے اپنی بعض ازواج کو مطلع کر دیا تھا اور باوجود تاکیدِ اخفاءِ راز، راز کو افشا کر دیا گیا۔ خداوند نے یہ آیۃ نازل فرمائی کہ اگر رسول کی آزار رسانی سے توبہ کر لی جائے تو بہتر ہے اور اگر توبہ نہ کی تو یاد رکھو ہم اپنے رسول کے مددگار ہیں اور جبرئیلؑ امین اور صالح المومنین۔

مجاہدؔ نے لکھا ہے کہ "صالح المومنین" سے مراد حضرت علیؑ ہیں۔ طبرسی سے منقول ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسولِ خدا نے علی مرتضیٰ کا ہاتھ پکڑ کر کہا لوگو "صالح المومنین" یہ ہے۔ کشف الغمہ کے مصنف عزالدین عبد الرزاق محدث حنبلی حافظ ابوبکر مردویہ نے ابنِ عباس سے اور سدّی نے اپنی تفسیر میں اور ثعلبی نے اپنی تفسیر میں بلکہ جمیع محدثین اہلسنت نے متفقہ نقل کیا ہے کہ "صالح المومنین" سے مراد علیؑ ابن ابیطالب ہیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ خدا نے جن مددگار اور معاونانِ رسول کا اپنے ساتھ ذکر کیا ہے وہ قوت اور طاقت میں اگر خدا جیسے نہ ہوں تو افضل النّاس ضرور ہوں کیونکہ ایسے موقع پر عام لوگوں کا ذکر نہیں کیا جاتا۔

آیت (دیگر) ۴۶ { فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ط (سورۃ الفتح آیت نمبر ۲۹)

آیت میں بظاہر ابتداءِ اسلام کی تصویر کشی کی گئی ہے کہ اوّل کمزور تھا پھر قوت پکڑ گیا درخت کے اس شاخ کی مثل جو ابتدا میں کمزور ہو پھر قوی ہو جائے حتّی کہ مزارع دیکھ کر حیران رہ جائیں اور کافر دیکھ کر غصہ میں بھر جائیں۔ ان کی یکجہتی اور اتحاد کو دیکھ کر اور خدا نے وعدہ کیا ہے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور اعمال نیک بجا لائے۔ مغفرت اور اجرِ عظیم کا۔

علامہ حلیؒ نے کتاب نہج الحق اور کشف الصدق میں اس آیت کو تین ۳ دلائل سے شانِ

امیرالمومنین میں تحریر کیا ہے۔

اوّل:۔ (فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِہٖ) حسن بصری اور نیشاپوری نے اپنی تفاسیر میں لکھا ہے کیونکہ دین اسلام علی کی تلوار سے استوار ہوا لہذا مراد اس سے علی ابن ابی طالب ہیں۔

دوم:۔ (لِیُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِہِمُ الْکُفَّارَ) کیونکہ کفار آپ کی ثابت قدمی دیکھ کر برافروختہ ہوئے اور حسد کرنے لگے اس لئے اس سے مراد امیرالمومنین ہیں۔

سوم: (وعدہ اللہ، الخ) شواہد التنزیل میں جو کہ اکابر علماء اہلسنت کی تصنیفات میں سے ہے۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ نزول آیہ مذکور کے بعد لوگوں نے رسول خدا سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ یہ آیت کس کی شان میں نازل ہوئی ہے آپ نے فرمایا قیامت کے روز ایک نورانی جھنڈا تیار کیا جائے گا۔ اور ایک منادی ندا کریگا کہ جو بعد بعثت محمدؐ پر ایمان لایا وہ مومنوں کا سردار کھڑا ہو جائے۔ پس علیؑ یہ سن کر کھڑے ہو جائیں گے اور یہ علم انکو دیا جائے گا اس علم کے سایہ میں تمام نیکوکار مہاجر و انصار جمع ہوں گے انکو علیؑ جنت میں داخل کریں گے اور منافقین اور کفار کو جہنم میں بھیجیں گے۔

آیت ۴۷ (دیگر) { وَالَّذِیْنَ مَعَہٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ (سورہ الفتح آیت نمبر ۲۹)۔

جو صفات اس آیہ وافی ہدایہ میں مذکور ہیں وہ مخصوص ذات امیرالمومنین کے لئے ہیں۔ آپ کافروں کے لئے سخت، اور مومنوں کے لئے رحمدل۔ پیشانی آپؑ کی کثرت سجود سے سورج کی طرح درخشاں تھی۔ چنانچہ امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا ہے جن کے کثرت سجود سے ساتوں اعضاء پر گٹّے (گٹھن) پڑ گئے تھے۔ کہ میری عبادت امیرالمومنین کی عبادت کے مقابل کوئی حقیقت ہی نہیں رکھتی۔ لہذا جس کا عبادت میں یہ بلند مرتبہ ہو اس سے افضل دوسرا کب ہو سکتا ہے۔ (سورہ الفتح، آیت نمبر ۲۹)۔

مترجم:۔ اس آیت میں ایک حسین اشارہ یہ بھی ہے کہ۔ مع۔ اور۔ علیؑ کے اعداد بہ حساب ابجد ایک سو دس ہیں۔

آیت ۴۸ (دیگر) { وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ کِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُهٰجِرِیْنَ ط (احزاب آیت ۶)

یہ آیت بھی آپ کی امامت پر واضح دلیل ہے۔ اس لئے کہ رسُول کی نظر میں اولیٰ وہ ہے جو ایمان، قرابت، مہاجرت یہ تینوں صفات رکھتا ہو۔ اجماعِ اہلسنّت ہے کہ بعدِ رسُول تین شخص ایسے ہوئے جن کی امامت میں اختلاف ہے۔ ایک عباس، دوسرے ابوبکر، حضرت علیؑ۔ لیکن عباس قرابتدار اور مومن تو تھے مگر مہاجر نہ تھے۔ ابوبکر مومن اور مہاجر تھے مگر قرابتدار نہ تھے۔ البتّہ حضرت علیؑ میں یہ تینوں صفات موجود تھے۔ لہٰذا آپ آپ برائے امامت سب سے افضل قرار پائے۔

آیت ۴۹ (دیگر) { هَلْ یَسْتَوِیْ هُوَ وَ مَنْ یَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ هُوَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ع (سورۂ النحل آیت نمبر ۷۶)۔

ابنِ عبّاس سے روایت ہے کہ اس سے اشارہ ذات امیرالمومنینؑ کی طرف ہے کیونکہ جو عدل کا حکم دے اور ثابت رہے وہ ذات امیرالمومنین ہے اور اسی کی متابعت اور اطاعت میں منفعت دُنیا و آخرت ہے نہ کہ بتوں کی اطاعت میں۔

آیت ۵۰ (دیگر) { اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰی لَهُمْ وَ حُسْنُ مَاٰبٍ ع (سورۂ الرّعد آیت نمبر ۲۹)۔

طوبیٰ بمعنی شادی، خرمی اور نام بہشت۔ یا بنابر شہرت ایک درخت کا نام جو بہشت میں ہے۔ یعنی وہ لوگ جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجالائے ان کے لئے مسرّت ہے مسرّت ہے اور اچھی بازگشت ہے۔ شیخ طبرسیؒ نے اپنی تفسیر میں رسُولِ خدا سے روایت کی ہے کہ فرمایا "طوبیٰ ایک درخت ہے جس کی جڑ میرے گھر میں ہے اور اس کی شاخیں بہشت والوں کے گھر میں ہیں۔ پھر فرمایا کہ اس کی جڑ علیؑ کے گھر میں ہے ایک شخص نے سوال کیا یارسُول اللہ! ابھی تو آپ نے فرمایا تھا، کہ طوبیٰ کی جڑ اپنے گھر میں ہے اور اب علیؑ کے گھر میں بتلا رہے ہیں آنحضرت نے فرمایا "میرا اور علیؑ کا گھر ایک ہی ہے لہٰذا امیرالمومنین علیؑ ابن ابیطالب افضل و اشرف خلائق ہیں۔

آیت (دیگر) ۵۱ | وَمِمَّنْ خَلَقْنَا أُمَّةٌ يَهْدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ ۝ (سورۂ الاعراف آیت ۱۸۱) - ترجمہ :- جن کو ہم نے پیدا

کیا وہ، وہ گروہ ہیں جو حق کی طرف ہدایت کرتے ہیں، اور حق کے ساتھ عدل کرتے ہیں۔ ابن مردویہ نے ذاذان سے نقل کیا ہے کہ فرمایا حضرت علیؑ نے کہ جلد یہ امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی۔ بہتر فرقے جہنمی ہوں گے اور فرقہ جنتی ہوگا۔ خداوندعالم اسی جنتی فرقہ کی شان میں یہ آیت نازل فرمائی ہے اور وہ گروہ ہم اور ہمارے شیعہ (پیرو) ہیں۔ (الاعراف آیت ۱۸۱)

آیت (دیگر) ۵۲ | وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ ۝ ترجمہ :- جب پسر مریم سو مثال

دی گئی تیری قوم کو تو وہ چلائے (سورۂ الزخرف آیت نمبر ۵۷)

علامہ حلیؒ سے روایت ہے کہ رسول کریم نے علیؑ مرتضیٰ سے فرمایا کہ علیؑ اور عیسیٰؑ میں بہت مشابہت ہے کہ بعضے محبت میں اتنا غلو کریں گے کہ ہلاک ہو جائیں گے جیسے کہ نصیری اور بعض دشمنی میں اتنے مخالف ہو جائیں گے کہ ہلاک ہو جائیں گے۔ اس طرح ابن معازلی نے کتاب مناقب میں محمد ابن عبدالواحد آمدی نے جزو سوم جواہر الکلام میں اور ابن عبدالربہ نے کتاب عقدہ میں مختلف طریقوں سے اسی مضمون کا ذکر کیا ہے اور کیونکہ بہت سے معجزات و آیات آپ سے ظاہر ہوئے مثلاً باب خیبر کا اکھاڑنا اور چشمۂ حوما سے بھاری پتھر کا ہٹا دینا۔ عمرو بن عبدِ وُد کو قتل کرنا۔ اژدہے کو دو نیم گہوارہ میں کر دینا اور وقتاً فوقتاً اخبارِ غیب سے مطلع کرنا۔ یہ سب باتیں عقلاء کے لئے حیرت کا سبب ہوئیں۔ اور کسی نے آپکو خدائی مقام دے دیا۔ جیسے نصیری یا امام شافعی اہلسنت والجماعت کا وہ شعر جس کا پہلے ذکر ہوا یعنی شافعی پر تا مرگ یہ ظاہر نہ ہو سکا کہ اس کا ربّ علیؑ ہے یا اللہ تعالیٰ۔

حضرت عیسیٰؑ کے متعلق بھی یہی ہوا کہ عیسائیوں نے ان کو اپنا خدا جانا، اور یہودیوں نے کافر سمجھا۔ اب صاحبانِ بصیرت خود فیصلہ کرلیں۔

آیت (دیگر) ۵۳ | يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ ۝ (انفال آیت ۲۴)

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! اللہ و رسُول کو جواب دو جبکہ تم کو پکاریں تاکہ تمہیں زندگی عطا ہو۔ یعنی علومِ دینیہ جو حیاتِ دِل ہے یا عقائدِ حقہ جو باعثِ حیاتِ ابدی ہیں یا ولایتِ امیرالمومنین اور ابنِ مردویہ اکابرِ اہلسنّت نے تحریر کیا ہے کہ حیات سے مراد ولایت و امامت ہے اور فخرالدّین رازی نے بھی تحریر فرمایا ہے کہ اس سے مراد نصرت یا محبّت ہے۔ بہرحال آپؑ کی افضلیت اُمّت پر ثابت ہے کیونکہ کسی کی نصرت اور محبت سوائے آپ کے واجب نہیں

آیت (دیگر) ۵۴ | مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ

ترجمہ:۔ جس سے ایک نیکی صادر ہو اس کو دس نیکیاں ملیں گی یعنی دس نیکیوں کا ثواب ملے گا اور جس سے ایک گناہ ہوگا اس کو ایک ہی سزا ملے گی۔ امیرالمومنین علیؑ ابنِ ابیطالب نے فرمایا کہ حسنہ سے مراد ہماری محبّت ہے جس کا دس درجہ ثواب ملے گا اور "سیئہ" سے مراد ہماری دشمنی ہے جس کا ایک ہی بدلہ ملے گا یعنی دوزخ۔ (سورۃ الانعام آیت نمبر ۱۶۰)۔

آیت (دیگر) ۵۵ | ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ (سورۃ الفاطر۔ آیت نمبر ۳۲)۔

ترجمہ:۔ ہم نے وارث بنایا کتاب کا ان لوگوں کو جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے انتخاب کیا۔ اہلبیت علیہم السّلام سے مروی ہے کہ اس سے مراد "ائمہ معصومین" ہیں اس لئے کہ انتخاب کا لفظ ان کے لئے موزوں ہے کیونکہ وہ خدا کے منتخب شدہ ہیں۔

آیت (دیگر) ۵۶ | وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ الخ (الرّعد آیت ۴)۔

. . . .

اِس آیت میں خداوند عالم نے اپنی شانِ قدرت کا مظاہرہ فرمایا ہے کہ ایک ہی زمین کے قطعات میں بعض سرسبز اور بعض بنجر ہر درخت ایک ہی پانی سے پرورش پاتا ہے مگر ذائقہ مختلف ہیں۔ صاحبِ کشف الغمہ نے بھی یہ روایت حافظ ابوبکر مردویہ سے بھی تحریر کی ہے کہ قرآن کے ظاہر اور باطن دو پہلو ہیں چنانچہ جابر سے منقول ہے کہ فرمایا جناب رسالتمآب نے کہ نبی اور وصی ایک ہی درخت کی دو شاخیں ہیں جنہوں نے ایک ہی پانی سے پرورش پائی ہے

جیساکہ رسولِ خدا نے دوسری جگہ یہ فرمایا:- اَنَا وَعَلِیٌّ مِّنْ نُوْرٍ وَّاحِدٍ:-

آیت ۵۷ (دیگر) وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ ﴿الشعراآیت ۸۴﴾

ترجمہ:- (دعائے خلیلِ خدا) الٰہی قرار دے میرے لئے لسان صدق آخرین میں - ابنِ مردویہ نے روایت کی ہے کہ اس سے مراد محمدؐ وآلِ محمدؐ ہیں بہر تقدیر فضیلت امیرالمومنین ثابت ہے تکمیل بعض آیاتِ قرآنی کے بعد صاحبانِ بصیرت کی خدمت میں چند ضروری معروضات - مسند احمد حنبل، میں روایت ہے کہ ابنِ عباسؓ نے فرمایا کہ قرآن کی کوئی آیت مدحیہ ایسی نہیں جس کے راس و رئیس امیرالمومنین نہ ہوں - علاوہ ازیں قرآن میں اکثر اصحاب کے لئے آیاتِ عتاب بھی آئی ہیں مگر خدا نے امیرالمومنین کا جہاں بھی قرآن میں ذکر فرمایا ہے نیکی اور حرمت کے ساتھ تذکرہ کیا ہے اور قرآن میں اتنی آیات کسی کی شان میں نازل نہیں ہوئیں جتنی امیرالمومنین کی شان میں نازل ہوئی ہیں جو بھی آیت " یاایّھا الّذین آمنوا" سے شروع ہوئی ہے اس میں آپ کیونکہ امیرالمومنین اور سرکردہ مومناں ہیں لہذا آپ شریک اوّل ہیں۔

مسند احمد حنبل میں مذکور ہے کہ اکابر مفسّرین اہلسنّت مجاہد نے اعتراف کیا ہے۔ کہ علیؑ کی شان میں جو آیات نازل ہوئی ہیں - وہ کم از کم ستّر آیات ہیں اور خوارزمی نے اپنے "مناقب" میں بھی یہی تحریر کیا ہے اور اس سے بڑھ کر فضیلت علیؑ اور کیا ہوگی کہ " اَلْفَضْلُ مَاشَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَاءُ" - لیکن علماءِ حقّہ اثنا عشری نے تین سو ساٹھ ۳۶۰ آیات اور بعض نے تین سو اسّی ۳۸۰ آیات شانِ امیرالمومنین علیؑ ابنِ ابی طالب میں تحریر فرمائی ہیں - امام ششم حضرت جعفر صادقؑ کا ارشاد ہے کہ ایک ثلث قرآن اہلبیتؑ کی شان میں نازل ہوا ہے۔ بنظرِ اختصار انھیں آیات پر اکتفا کرتے ہوئے مختصر احادیث جن کو فریقین کے اکابر علماء نے تسلیم کیا ہے۔ تحریر کر رہے ہیں:-

حدیثِ اوّل علّامہ حلّیؒ نے کتاب نہج الحق اور کشف الصدق میں اور احمد بن حنبل نے کتاب مسند میں اور ابنِ معازلی نے جابر ابنِ عبداللہ سے نقل کیا ہے کہ نبیؐ کریم نے فرمایا - اَنَا وَعَلِیُّ بْنُ اَبِیْطَالِبٍ نُوْرًا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّخْلُقَ اٰدَمَ بِاَرْبَعَةِ عَشَرَ اَلْفَ عَامٍ فَلَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ تَعَالٰی

رکب ذالک النور فی صلبه فلم یزل فی نور واحد حتّی افترقنا فی صلب عبد المطّلب حتّی قسمنا جزئین جزء فی صلب عبد الله فاخرجنی نبیاء جزء فی صلب ابیطالب واخرج علیاً وصیاً یعنی فرمایا رسولِ خدا نے کہ مَیں اور علیؑ پیدا ہوئے تخلیقِ آدمؑ سے چودہ ہزار سال پیشتر، پھر خلق فرمایا آدمؑ کو جب تو ہمارے نور کو صلبِ آدمؑ میں جگہ دی اور پھر ایک صلب سے دوسرے صلب میں منتقل ہوتا رہا حتّٰی کہ صلبِ عبد المطّلب میں آیا پھر دو حصّوں میں منقسم ہوا، ایک حصّہ صلبِ عبد اللہؑ میں آیا جس سے میرا ظہور ہوا، دوسرا حصّہ صلب ابوطالب میں منتقل ہُوا، جس سے علیؑ کا ظہور ہوا۔ یہ حدیث ان اَحادیث میں سے ہے جس کو "شیعہ، سنّی" ہر فرقہ نے بغیر اختلاف تسلیم کیا ہے کیا اِسکے بعد بھی نیابت و ولایت اور امامت اَمیرؑ المومنین میں شک ہو سکتا ہے۔

حدیثِ دوم — اِسی مضمون کی روایت کی گئی ہے ابنِ بابویہ سے، اُنھوں نے سُفیان ثوری سے اور انھوں نے اِمام جعفر صادقؑ سے، اور اُنھوں نے امیر المومنین علیؑ ابنِ ابیطالب سے رَوایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا، نورِ محمدؐ اور میرا نور خلق کیا گیا تخلیقِ عالم سے چار سو چوبیس ہزار برس قبل، اور فرمایا پیغمبرِ اطہرؐ نے کہ ہم صنائع الٰہی ہیں یعنی اللہ کے خلق کردہ اور تمام مخلوق ہمارے لئے تخلیق کی گئی ہے۔

ابنِ عباس سے روایت ہے کہ ایک روز ہم خدمتِ رسولؐ میں حاضر تھے کہ جنابِ اَمیرؑ، سلام رسولؐ کو آئے۔ نبی کریمؐ نے مسکراتے ہوئے فرمایا۔ مبارک ہو آنا اس کا جو چالیس ہزار سال اپنے والد کی پیدائش سے پیشتر پیدا ہوا، مَیں نے کہا اے خدا کے رسولؐ کیا باپ سے پہلے بھی بیٹا پیدا ہو سکتا ہے، آپؐ نے فرمایا، ہاں اگر خدا چاہے، چنانچہ اُس نے پیدا کیا میرے اور علیؑ کے نور کو قبلِ پیدائشِ آدمؑ۔

حدیث (دیگر) — مسند احمد حنبل اور کتاب حلیۃ الاولیاء مصنّفہ حافظ ابو نعیم اور جمع بین الصّحیحین، تفسیر ثعلبی، کتاب احمد بن موفق خوارزمی اور مختلف کتبِ اہلسنّت میں مرقوم ہے کہ بعد بعثتِ رسولؐ جب یہ آیت:۔ وَ اَنْذِرْ

عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ [۱] - یعنی آگاہ کرو اور ڈراو اپنے قرابداروں کو۔ نازل ہوئی تو آنحضرت نے اولاد عبد المطلب کو جو چالیس اشخاص تھے۔ طلب فرمایا اور بقدر یک نفر طعام تیار کرایا جس میں سب نے سیر ہو کر کھایا اور پھر بھی بچ رہا۔ اس معجز نمائی کے بعد اپنی بعثت کا تذکرہ فرما کر دعوت اسلام دی اور فرمایا کہ جو کوئی میرے اس امر میں اطاعت کرے گا اور میرا ساتھ دے گا وہ میرا خلیفہ، میرا جانشین اور میرا وزیر ہوگا میرے بعد کسی نے کچھ جواب نہ دیا اور حضرت علیؑ نے اُٹھ کر کہا، یا رسول اللہ، میں آپکی نبوت پر گواہی دیتا ہوں اور آپ کی اطاعت و اعانت اور مدد کروں گا۔ چنانچہ تین مرتبہ اسی قسم کی دعوت کی گئی اور امیر المومنینؑ نے ہر مرتبہ کھڑے ہو کر وعدۂ اطاعتِ رسول فرمایا۔ رسالتمآبؐ نے علیؑ مرتضیٰ کو اپنی جانشینی۔ برادری اور خلافت کا مژدہ سنایا۔ البتہ ہر مرتبہ جب لوگ کھا پی کر باہر نکلتے تو ابوطالب سے طنزاً بطور استہزاء کہتے کہ ابوطالب اب تمہارا بیٹا بھی سردار بن گیا، اب تم اس کی اطاعت کرو۔ یہ وہ حدیث ہے جس نے خلافت کا جھگڑا (اگر مسلمان تعصّب کی عینک اُتار کر دیکھے تو) ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا گیا ہے۔ اس لئے کہ حضرت علیؑ نے اُس دن جو اتباعِ رسول کا رسول سے وعدہ کیا تھا اُس پر تاحیات قائم رہے۔ لہٰذا جو وعدہ رسول نے فرمایا وہ وعدہ بازیچۂ اطفال نہ تھا۔ سرورِ کائنات بحیثیت رسول اُس پر قائم رہے، جو مسلمان رسولِ خدا کو وعدہ خلافی پر محمول کرے وہ یقیناً اسلام کے دائرہ سے خارج ہوگا۔

[۱] سورہ الشعراء آیت ۲۱۴

حدیث (دیگر)

مسند احمد حنبل نے سلمان فارسی سے نقل کیا ہے کہ موصوف نے رسولِ خدا سے پوچھا، یا رسول اللہ "مَنْ وَصِیُّکَ" آپکا وصی کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا، اے سلمانؓ! موسیٰؑ کا وصی کون تھا؟ سلمانؓ نے جواب دیا، یوشع بن نون۔ آپؐ نے فرمایا، میرا وصی، میرا وارث جو اپنے وعدوں کا وفا کرنے والا ہے وہ میرا بھائی (علیؑ ابن ابی طالب) ہے۔ اور یہی روایت کتاب کشف الغمہ میں ابوسعید خدری اور سلمان فارسی سے منقول ہے۔ مذکورہ بالا حدیث سے جو بات واضح ہوتی ہے۔ وہ افضلیتِ امیر المومنینؑ ہے۔

حدیث (دیگر) ۵

اسی نوعیت کی ایک اور حدیث ابنِ معازلی شافعی سے نقل کی گئی ہے کہ فرمایا رسُولِ خدا نے، ہر نبی کا ایک وصی اور وارث ہوتا ہے۔ اور میرا وصی (علیؑ ابنِ ابی طالب) ہے۔

حدیث (دیگر) ۶

قولِ رسُول ہے کہ آپ نے امیرالمومنین سے مخاطب ہوکر فرمایا انت منّی بمنزلۃ ھارُون من مُوسیٰ الّا انّہ لانبی بعدی:۔ یعنی اے علیؑ تم میرے لئے ایسے ہی ہو جس طرح کہ ہارون، موسیٰ کے لئے۔ مگر میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ یہ حدیث خلافت و امامت امیرالمومنین کے لئے کافی ہے اس لئے کہ اس حدیث کو موافق اور مخالف مثلاً مسند ابن حنبل، صحیح بخاری، صحیح مسلم نے چند طرق پر نقل کیا ہے۔ کہ جب آنحضرتؐ غزوۂ تبوک پر تشریف لے گئے اور علیؑ کو مدینہ میں چھوڑ گئے۔ اُس وقت حضرت علیؑ نے خدمت رسُول میں عرض کی، یا رسُول اللّٰہ، مَیں اس کو اچّھا نہیں سمجھتا کہ آپ جہاد پر جائیں اور مَیں آپ کے ساتھ نہ ہوں۔ اِس پر آنحضرتؐ نے فرمایا:۔ اما ترضیٰ ان تکون منّی بمنزلۃ ھارُون من موسیٰ الا انّہ لانبی بعدی:۔

حدیث (دیگر) ۷

یہ حدیث آفتاب کی طرح روشن ہے جو عالم کے ہر گوشہ میں اپنی تابانی سے دِلِ عالم کو منوّر کر رہی ہے یعنی وہ حدیثِ غدیر ہے جس سے کسی فرقہ کو اِنکار نہیں ہے اور یہ حدیث (غدیر) صحیح بخاری۔ صحیح مسلم۔ نسائی۔ ابوداؤد۔ مسند احمد حنبل۔ کتاب مناقب ابن معازلی۔ تفسیر ثعلبی اور کتاب وسیلہ وغیرہ میں مختلف طریقوں سے مذکور ہے اور ابنِ طلحہ نے کہا ہے کہ حدیثِ غدیر سو طرح سے کتب اہلسنّت میں مرقوم ہے اور مسئلہ وجود، واجب الوجود۔ معجزہ قرآنِ عظیم اور دلیلِ نبوّت کی طرح مشہور و معروف ہے۔ اور ابن جوزی نے اپنی کتاب "خصائص" میں بعد ذکرِ حدیثِ غدیر تحریر کیا ہے کہ اس حدیث کی روایت اصحابِ رسُول سے عمر ابنِ خطّاب و براءؓ بن العازب و سعد ابنِ وقاص و طلحہ ابن عبید اللہ و عبّاسؓ و عبداللہ بن عبّاس و حُسینؑ ابن علیؑ و ابنِ مسعود و عمّار بن یاسر و ابوذر غفاری و ابو ایوّب انصاری و ابن عمر و

عمران ابن الحصین و ابو ہریرہ و جابر ابن عبداللہ و ابو رافع و جریر بن عبداللہ و انس بن مالک و حذیفۃ الیمان و زید ابن ارقم و عبداللہ ابن عوف و زید ابن شرحبیل و عامر بن ابی لیلیٰ و وہب بن حمزہ و زید بن حصین و وحشی بن الحرب و سعد بن جنادہ و عمر بن شرحبیل و جابر بن سمرہ و مالک ابن حرو ابو وہب اور عبداللہ بن ربیعہ وغیرہ جو کہ سب کے سب اصحاب رسول تھے، کی ہے۔ علاوہ ازیں جن کثیر اور لاتعداد کتب میں اس حدیث کا ذکر ہے ان کتابوں کا ذکر اس مختصر کتاب میں دشوار ہے۔

حدیث یہ ہے کہ رسول کریم نے بہ مقام "غدیر" بعد خطبہ طولانی فرمایا:۔ یا ایھا الناس الست اولیٰ بکم من انفسکم قالوا بلیٰ۔ یعنی اے لوگو! کیا میں تمہارے نفسوں سے اولیٰ نہیں ہوں۔ سب نے کہا، بیشک آپ اولیٰ ہیں۔ پھر فرمایا:۔ من کنت مولاہ فھذا علیؑ مولاہ الخ:۔ یعنی میں جس کا مولا ہوں، علیؑ بھی اس کا مولا ہے۔ سب نے مبارکباد دی جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ لیکن ہم ایک روایت محمد بن طلحہ کی جس کو خدا نے صدق بیانی کی توفیق عطا فرمائی، نقل کرتے ہیں محمد بن طلحہ نے اپنی کتاب مطالب السئول میں صحیح ترمذی سے زید ابن ارقم سے روایت کی ہے کہ ایک روز علیؑ مرتضیٰ نے مجمع سے سوال کیا کہ کیا تم میں سے کوئی ایسا ہے جس نے حدیث غدیر رسولِ خدا کی زبان سے سنی ہو۔ تیرہ آدمیوں نے کھڑے ہو کر شہادت دی کہ ہم نے:۔ من کنت مولاہ فھذا علیؑ مولاہ:۔ زبانِ رسالت سے سنا ہے اس کے بعد مصنف کتاب مذکور نے لکھا ہے کہ جس معنی میں رسول مولا اور صاحبِ اختیار ہیں اسی معنی میں علیؑ مولیٰ اور صاحبِ اختیار ہیں اور کیونکہ لفظ "مولا" قرآن میں کئی معنوں میں استعمال ہوا ہے اسی لئے خدا کے رسول نے پہلا فقرہ کہہ کر "من کنت مولاہ" باقی معانی کی تردید کر دی۔ یعنی علیؑ اسی طرح مولا ہے جس طرح میں۔ کیونکہ خداوند عالم نے "آیۂ مباہلہ" میں علیؑ کو نفسِ رسول "انفسنا" کہہ کر پہلے ہی اعلان کر دیا تھا۔ اور یہ وہ خصوصیت ہے جو سوائے امیر المومنین کے اور کسی میں نہیں پائی جاتی۔ پھر اس سے بہتر ثبوت خلافتِ علیؑ ابن ابی طالب کے لئے اور کیا ہو سکتا ہے۔

اور حافظ ابو نعیم نے اپنی کتاب حلیۃ الاولیاء میں نقل کیا ہے کہ ایک روز رسولِ خدا نے حضرت علیؑ کو آتے ہوئے دیکھ کر فرمایا۔ مرحبا یا سیّد المسلمین و امام المتقین۔ حالانکہ یہ صفاتِ مخصوصہ سیّد الانبیاء کے ہیں۔ لیکن رسولؐ نے علیؑ کے واسطے صرف اس لئے استعمال کئے کہ علیؑ بھی مطابق فرمان خداوندی نفسِ رسولؐ ہیں۔ اور کوئی صفت نبوّت کی بجز "نبوّت" ایسی نہیں جس کو رسول نے ذات امیرالمومنین میں نہ بتلائی ہو۔

علّامہ حلّیؒ نے کتاب منہاج الکرامہ میں لکھا ہے کہ بعد تبلیغ پیغام ولایت و وصایت رسول خدا نے سب کو حکم دیا کہ وہ علیؑ ابن ابی طالب کو "امیرالمومنین" کہہ کر سلام کریں، اور مبارکباد دیں۔ چنانچہ حضرت عمر نے فرمانِ رسولؐ کی سب سے پہلے تعمیل کی۔ لہٰذا دنیائے اسلام کو بھی ان کی پیروی لازم ہے۔

حدیث (دیگر) حدیث متعلق بہ قضیۂ خیبر:۔ مسند احمد حنبل میں بہ طرق چند مذکور ہے۔ صحیح بخاری۔ صحیح مسلم۔ باقی صحاح ستّہ میں بھی مرقوم ہے نور الدّین علی مالکی نے بھی کتاب فصول المہمہ میں تحریر کیا ہے کہ جب قلعہ قموص کے محاصرہ نے طول پکڑا، لشکرِ اسلام گرمی اور گرسنگی سے گھبرا گیا تو رسولؐ نے ابوبکر کو سردار بنا کر لشکر قلعہ قموص کے سر کرنے کو بھیجا مگر وہ کچھ مسلمانوں کو مرتبۂ شہادت پر فائز کرا کے واپس آ گئے۔ پھر دوسرے روز عمر بن الخطّاب کو سردار مقرر کیا مگر وہ بھی ناکام واپس آئے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں یہ فقرہ لکھّا ہے:۔ فرجع ھوایضاً منھزماً یعنی وہ بھی شکست کھا کر واپس آ گئے پس زبانِ الہام بیان رسولؐ سے یہ کلمہ صادر ہوا۔ واللّٰہ لاعطین الرایۃ غداً رجلا یحبّ اللّٰہ ورسولہ ویحبّہ اللّٰہ رسولہ کرّاراً غیر فرّار۔ یعنی خدا کی قسم، کل یہ علم میں اس کو دوں گا جو اللّٰہ اور رسولؐ کو دوست رکھتا ہے اور اللّٰہ و رسولؐ اس کو دوست رکھتے ہیں۔ اور وہ جنگجو اور فرار نہ ہونیوالا ہوگا۔ اصحاب کو یہ غیر معمولی پُر صفات فقرہ سن کر رات بھر اس انتظار میں کہ شاید کل یہ علم ہم کو مل جائے اس لئے کہ علیؑ تو درد چشم میں اس طرح مبتلا ہیں کہ جنگ کیا چلنے سے معذور ہیں، دوسرے روز صبح جب حضرت ختمی مرتبت خیمہ مبارک سے باہر تشریف لائے تو فرمایا!

اَیْنَ عَلِیُّ اِبْنِ اَبِیْ طَالِبْ ط یعنی علیؑ کہاں ہیں؟ حاضرین نے یکزبان ہو کر کہا، جنابؐ وہ تو دردِ چشم اور سخت آشوبِ چشم کی وجہ سے بالکل معذور ہیں۔ بحکمِ رسولؐ ہوا کہ فوراً علیؑ کو حاضر کرو۔ جب علیؑ خدمتِ پیغمبرِ اسلام میں حاضر ہوئے۔ آنحضرت نے علیؑ کا سَر اپنی آغوش میں لیا اور اپنا لُعابِ دہن، امیر المومنین کی آنکھوں میں لگایا۔ اور دُعا کے لئے ہاتھ بلند کئے۔ ابھی کلمۂ دُعائیہ تمام نہ ہوا تھا کہ شافیٔ مطلق نے ایسی شفائے کامل عطا فرمائی کہ گویا کوئی تکلیف نہ تھی پھر جنابِ رسالتمآبؐ نے رایت باہدایت شاہِ ولایت کو عطا کیا فرمایا کہ بسم اللہ طرفِ قلعہ روانہ ہو کہ خداوند عالم نے اس قلعہ کی فتح تمہارے دستِ ظفر انتساب پر موقوف رکھی ہے۔ جنابِ امیرؑ نے دریافت کیا، یا رسول اللہؐ، میں اُن سے اس وقت تک لڑتا رہوں جب تک وہ اسلام قبول نہ کر لیں۔ حضرتؐ نے فرمایا، مقاتلہ میں تعجیل کی ضرورت نہیں، پہلے ان کو دعوتِ اسلام دو اور حقوقِ خداوندی سے آگاہ کرو۔ اگر ایک بھی صحیح مسلمان ہو جائے تو وہ تمہارے لئے شترانِ سُرخ مُو سے بہتر ہے جو راہِ حق میں تصدّق کئے جائیں۔ پھر سرورِ دو عالمؐ نے اپنی زرہ علیؑ کو پہنائی، ذوالفقار حمائل کی اور علمِ فتح و ظفر دستِ مبارک میں دیا، اللہ کا وَلی، رسولؐ کا وصی، قلعۂ قموص کی جانب فاتحانہ انداز سے بڑھا، قریبِ حصار آپ نے علمِ ظفر پیکر کو ایک پتھر پر گاڑ دیا۔ ایک یہودی سردار بالائے قلعہ اس شان کو دیکھ رہا تھا، باوازِ بلند پکارا۔ اے صاحبِ رایت تو کون ہے اور کیا نام ہے امیر المومنینؑ نے مختصر جواب دیا "اَنَا عَلِیُّ بِنْ اَبِیْ طَالِب" یہودی چلایا، توریتِ موسیٰ کی قسم ہم مغلوب ہو گئے۔ سب سے پہلے حارث یہودی میدان میں آیا۔ جنگ شروع ہوئی تھوڑی ہی دیر میں دو مسلمان درجۂ شہادت پر فائز ہو گئے۔ ادھر حیدرِ کرّار نے بڑھ کر ایک وار میں حارث کو فی النَّار وَالسَّقر کر دیا۔ اِس کے بعد "مرحب" رئیس قوم برادرِ حارث مقابلہ کو آیا، رجز پڑھا۔ اس روز مرحب دو زرہ پہنے ہوئے تھا۔ دو شمشیر حمائل کئے تھا۔ دو خود آہنی سر پر رکھے، ایک نیزہ جس کا وزن تین من تھا۔ ہاتھ میں لئے، فاخرانہ انداز میں حیدرِ کرّار کی طرف بڑھا۔ شیرِ خدا نے رجز کا جواب اِس طرح دیا۔

اَنَا الَّذِیْ سَمَّتْنِیْ اُمِّیْ حَیْدَرَہْ ۔ کَلَیْثِ غَابَاتٍ شَدِیْد

القموس ۷ھ یہ رجز خوانی سُن کر مرحب بھاگا۔ شیطان مکار نے اس سے اس کے خوف و فرار کی وجہ پوچھی، کہنے لگا میں نے اپنی ماں اور متعدد کاہنوں سے سنا ہے کہ "شیر" نامی میرا قاتل ہوگا۔ لہٰذا جس کا نام شیر ہو اُس سے جنگ نہ کرنا۔ شیطان نے کہا کیا "حیدر" دُنیا میں صرف ایک ہی کا نام ہے! تو ایک نامی بہادر ہوتے ہوئے بُزدلی کا ثبوت دیتا ہے۔ مرحب لوٹ پڑا اور چاہتا تھا کہ تلوار کا وار کرے کہ اسی اثناء حیدرِ کرّار نے ذوالفقار کی ایک ضرب سے اُسے اس طرح قتل کیا کہ خُود کو کاٹتا ہوا زین فرس کو بھی نصف کر دیا۔ اِس کے بعد اُس کے مزید سات بھائی یکے بعد دیگرے میدان میں آئے اور سب جہنّم رسید ہوئے یہ دیکھ کر یہودیوں کے پاؤں اُکھڑ گئے۔ اور قلعہ بند ہو کر بیٹھ گئے۔ خدا کے شیرؑ نے خشمناک ہو کر تعاقب کیا اور خیبر کے دروازے کو ایک جھٹکے سے اُکھاڑ پھینکا۔

جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ قلعہ اور لشکرِ اسلام کے درمیان ایک وسیع خندق حائل تھی، آپؑ نے دروازے کو پُل کی جگہ استعمال کیا اور فوجِ اسلام اس کے ذریعہ داخلِ قلعہ ہوئی۔ جب رسُولِ خدا نے یہ منظر دیکھا کہ علیؑ بابِ خیبر کو ہاتھ پر اُٹھائے ہوئے ہیں۔ اور اِسلامی لشکر اُس پر سے گذر رہا ہے۔ لوگ متعجب ہوئے۔ آنحضرتؐ نے لوگوں سے فرمایا، علی کے پیروں کی طرف دیکھو کہ ہَوا پر مُعلّق ہیں۔

امام محمد باقر علیہ السّلام نے فرمایا کہ امیرؑ المومنین نے دروازۂ خیبر کو جس وقت اُکھاڑا تو تمام قلعہ ایسا لرزا گیا کہ صفیہ دُختر حُیَ ابنِ اخطب تخت سے گر گئی۔ الامان، الامان کا شور بلند ہوا۔ علیؑ مرتضیٰ نے سب کو امان بخشی۔ بیشتر یہودی مسلمان ہو گئے۔ کتبِ معتبرہ میں مذکور ہے کہ ایک روز جبرئیلِ امیں، حضرت علیؑ کو دیکھ کر مسکرائے۔ آنحضرتؐ نے اِس مسکراہٹ کی وجہ پوچھی۔ تو جبرئیل نے کہا، مجھے شہر لوطؑ کا واقعہ یاد آگیا۔ کہ جب حکمِ خدا سے میں نے لوط کے شہر کو اتنا بلند کر کے کہ پرندوں کی آوازیں ملائکۂ آسمان نے سنیں۔ پھر اُسے زمین پر پھینکا تو اتنی زحمت اور تعب مجھ کو نہیں ہوئی جتنا امیرؑ المومنین کے مرحب پر تلوار کھینچنا اور اُسوقت بحکم خدا انؑ کا بازو پکڑ لینا کہ کہیں ضربِ شمشیرِ حیدری سے گاؤ زمین دو پارہ نہ ہو جائے مجھے زحمت اور تعب ہوئی۔ مختصر یہ کہ اگر کوئی یہودیوں کی جنگ پر فتحیاب ہونا چاہیے

اور اسلام کے پرچم کے سایہ میں آنا چاہیئے تو خدا کے رسُول کی یہ حدیث جو متفق علیہ ہے بہت کافی ہے۔ سوچو تو رسُول کے اس فرمان سے کہ کل اس کو علَم دوں گا جس کو خدا اور رسُول دوست رکھتے ہیں، کیا مطلب ہُوا۔ کیا اوروں کو خدا اور رسُول دوست نہیں رکھتے۔ یا پھر یہ فرمانا کہ جو خدا اور رسُول کو دوست رکھتا ہے تو کیا اور خدا و رسُول کو دوست نہیں رکھتے تھے۔

کتاب ابنِ مغازلی و کتاب اخطب الخطباء و صحیح مُسلم نے علیؑ کے مراتب کا اعتراف کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ اگر کوئی مقام خطیب منبر سلونی کو معلوم کرنا چاہے تو سوائے حضرت ختمی مرتبت کے آپؐ کے مقام اور مرتبہ سے دوسرا کوئی واقف نہیں۔ محمد بن محمد کرمانی شافعی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ حضرت رسُول خدا سجدۂ شکر میں یہ الفاظ ادا فرماتے تھے۔ اللھمی بہ حق علی ولیک اغفر لمحمد نبیک ط علاوہ ازیں اکابر اہلسنّت نیشاپوری اور واقدی سے منقول ہے، جب بعد جنگ خیبر رسُول خدا کی نظر علیِ مرتضیٰ پر پڑی تو آپ نے فرمایا کہ اگر مجھے اس کا خوف نہ ہوتا کہ عیسیٰ کی طرح تمہیں بھی لوگ خدا کہنے لگیں گے تو آج میں وہ صفاتِ کاملہ علیؑ کے بیان کرتا کہ لوگ ان کی خاکپا اُٹھا کر آنکھوں سے لگاتے۔

حدیث ۹ دیگر جس پر مخالف اور موافق سب کو اتّفاق ہے وہ حدیثِ خندق ہے جس کو احزاب بھی کہتے ہیں۔ منقول ہے کہ جب عمرو بن عبد وُد۔ جو ایک نامی اور گرامی پہلوان تھا، روزِ خندق، خندق عبور کر کے لشکرِ اسلام میں در آیا۔ اور مُبارز طلب ہوا تو لشکرِ اسلام سے کسی میں اتنی جرأت نہ تھی کہ اس کے مقابلہ کو نکلتا۔ بالآخر امیرالمومنین اس کے مقابلہ کو جب نکلے تو رسُول خدا نے فرمایا۔ برز الایمان کلّہ الی الشرک کلّہ۔ یعنی کُلّ اسلام، کُلّ کفر کے مقابلہ کو جا رہا ہے۔ جب شیرِ خدا نے عمرو کو ایک کاری ضرب سے جہنم رسید کیا۔ اور آوازِ تکبیر بلند کی تو رسُول خدا نے قتل عمرو بن عبدِ وُد کا یقین کرتے ہوئے فرمایا۔ ضربتِ علیؑ یوم الخندق افضل من عبادۃ الثقلین ۵ یعنی علی کی ضربت، روزِ خندق افضل ہے عبادت سے جنّ و انس کی۔ تا

روزِ قیامت یہ حدیث اسقدر مشہور و معروف ہے جس سے انکار ناممکن ہے۔ اس سے زیادہ اور ثبوتِ افضلیت دنیا کیا چاہتی ہے۔

حدیث ۱۱ (دیگر) مسند احمد حنبل صحاح ستہ، مناقبِ خوارزمی اور فصول المہمہ میں منقول ہے کہ روزِ اُحد جب سوائے امیر المومنین کے رسولؐ کو تنہا چھوڑ کر سب بھاگ گئے تو ملائکہ نے شجاعتِ علیؑ پر فخر و مباہات کی، جبرئیلؑ نے خدمتِ رسولؐ میں اظہارِ تعجب کیا تو رسول اللہ نے فرمایا:- ان علیا منّی و انا منہ۔ جبرئیلؑ نے یہ سن کر کہا:- و انا منکما یا رسول اللہ - اور یہ بھی کتابوں میں مذکور ہے کہ صبح سے شام تک: لَا فَتیٰ اِلّا عَلِی لَا سَیْفَ اِلّا ذُوالْفِقَار کی آوازیں۔ فرشتوں کی زبانی گوشِ اہلِ زمین میں آتی رہیں۔ کشف الغمہ میں عکرمہ نے جنابِ امیرؑ سے نقل کیا ہے کہ جب میں نے اثنائے جنگ، کفار کو بھگا کر ادھر اُدھر دیکھا تو رسولِ خدا کو نہ پایا تو بڑا متفکر ہوا اور سوچا کہ کہیں دشمنوں نے رسولؐ کو کوئی نقصان نہ پہنچا دیا ہو۔ یہ سوچ کر میں نے شمشیر کے غلاف کو توڑ کر پھینک دیا۔ اور طے کیا کہ مجھے بھی لڑتے لڑتے ختم ہو جانا چاہیئے۔ کفار پر پے بہ پے حملہ کر رہا تھا۔ کہ ایک سمت کشتگان میں رسول خدا صلعم کو بے ہوش دیکھا، قریب گیا اتنے میں آپؐ نے آنکھیں کھول دیں اور مجھے دیکھ کر فرمانے لگے اصحاب کیا ہوئے میں نے عرض کیا، راہِ فرار اختیار کی۔ اتنے میں لشکرِ کفار پھر حملہ آور ہوا۔ حضورؐ نے مجھے حکم دیا کہ اے علیؑ ان کے شر کو مجھ سے دفع کر دو۔ میں پوری طاقت سے حملہ آور ہوا۔ دشمن شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ تب رسالتمآبؐ نے فرمایا، اے علیؑ سنا تم نے کہ ملائکۂ آسمان، "لَا فَتیٰ اِلّا عَلِی..... کہکر تمہاری مدح و ثنا کر رہے ہیں۔ میں یہ سن کر اتنا خوش ہوا کہ بارگاہِ ایزدی میں سجدۂ شکر بجا لایا۔ بھاگنے والوں میں کچھ بہادر ایسے بھی تھے جنھیں صحابی ہونے کا فخر تھا، تین روز بعد واپس آئے۔ عکرمہ نے عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ کو چار چیزیں ایسی عطا ہوئیں جو کسی دوسرے کو نصیب نہیں ہو سکیں۔

پہلی یہ کہ عرب اور عجم میں کوئی اور دوسرا شخص نہیں جس نے سب سے پہلے رسولؐ کے ساتھ نماز پڑھی ہو۔ دوسری یہ کہ آپؑ ہر معرکہ میں علمدارِ لشکرِ اسلام رہے۔ تیسری یہ

کہ روزِ اُحد صرف آپ ہی رسُول خدا کے ساتھ رہے۔ چوتھی یہ کہ تجہیز و تکفین و تدفین رسُول میں سوائے آپؑ کے اور کوئی شریک نہ ہوا۔

حدیث ۱۱ (دیگر) اکثر کتب اہلسنّت حتّیٰ کہ مسند احمد حنبل میں مرقوم ہے کہ اوائلِ اسلام میں سب کے دروازے مسجدِ رسُول میں کھلتے تھے کچھ مدّت کے بعد بحکم خدا، آنحضرت نے سب کے دروازے مسجد کی طرف کھلنے والے بند کرا دیئے صرف حضرت علیؑ کا دروازہ کھلا رہا، جس سے خدا کی نظر میں جو "نفسِ رسُول" کا مقام تھا اُس کی وضاحت ہو گئی جب کہ اوروں نے دروازے بند ہو جانے پر اعتراضات کئے۔ تو رسُولِ خدا نے جواب میں فرمایا "یہ حکم میرا نہیں ہے بلکہ خداوند عالم کا حکم ہے جس نے علیؑ کو عزت عطا فرمائی۔ لہٰذا یہ الطافِ ربّانی اور اکرام سُبحانی دلیل ہے اس کی کہ "مدینۃُ العلم" سے افضل خدائے تعالیٰ کی منظر میں اور کوئی نہ تھا۔

حدیث ۱۲ (دیگر) مسند احمد حنبل اور اکثر کتب "مناقب" میں مذکور ہے کہ رسُول خدا نے امیرالمومنین سے فرمایا کہ اے علیؑ تیری مثال عیسیٰؑ جیسی ہے جس کو یہودیوں نے دشمن رکھا اور نصاریٰ نے اتنا دوست رکھا کہ خدا کہدیا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ خارجی لوگ حضرت علیؑ کے دشمن ہو گئے اور نصیریوں نے خدا کہہ دیا خدا کی دونوں پر لعنت۔

حدیث ۱۳ (دیگر) حدیثِ طیر ہے۔ مسند احمد حنبل اور صحاح ستہ ہی میں نہیں کثیر اکابر محدّثین اہلسنّت نے اس حدیث کو لکھا ہے۔ کہ پینتیس ۳۵ اصحاب رسُول نے انس بن مالک وغیرہ سے نقل کیا ہے، ایک شخص مُرغِ بریاں ہدیۃً خدمتِ رسُول میں لایا۔ آنحضرتؐ نے بہ طریقِ مناجات قاضی الحاجات کی درگاہ میں درخواست کی:- اَللّٰھُمَّ اٰتِنِیْ بِاَحَبِّ خَلْقِکَ اِلَیْکَ یَاْکُلُ مَعِیَ ھٰذَا الطَّیْرِ ۵ یعنی خداوندا بھیجدے ایسے شخص کو جو تیرے نزدیک دوست ترین مخلوق ہو تاکہ اس مُرغِ بریاں کو میرے ساتھ کھائے۔ جب دُعا ختم ہوئی ویسے ہی جناب امیرؑ آئے اور دقّ الباب کیا۔ انس بن مالک جو دربانِ رسُول تھا۔ اُس نے

امیرالمومنین کو اندر داخل ہونے کی اجازت نہ دی کہ رسولِ مقبول اس وقت مصروف ہیں۔ آپؑ واپس ہو گئے۔ کچھ دیر بعد آپ پھر آئے اور انس بن مالک نے یہی کہہ کر آپ کو واپس کر دیا کہ حضورؐ مصروف ہیں۔ تیسری مرتبہ جب انس بن مالک نے وہی بات پھر کہی تو جناب امیرؑ نے بہ آواز بلند کہا کہ آخر کیا بات ہے۔ یہ آواز رسولِ خدا نے سن لی اور علیؑ کو اپنے پاس بلا کر پوچھا کہ میں کتنی دیر سے تمہارا (علیؑ) انتظار کر رہا ہوں، اس تاخیر کی کیا وجہ ہے؟ آپؑ نے کہا کہ میں کئی بار آیا مگر ہر مرتبہ آپؐ کے دربان نے یہ کہہ کر لوٹا دیا کہ آنجنابؐ ضروری کام میں مصروف ہیں۔ رسولِ مقبول نے انس کو بلا کر پوچھا کہ انھیں (علیؑ کو) اندر آنے سے کیوں روک دیا، انس نے کہا، میری یہ خواہش تھی کہ ہمیں سے کوئی آئے ——— کیونکہ آپ کو میں نے دُعا کرتے سُنا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا، کیا علیؑ سے بہتر کوئی اور بھی ہے۔

پھر امیرالمومنین نے رسول اللہ کے ساتھ وہ مرغِ بریاں تناول فرمایا۔ لہٰذا خدا کے نزدیک جو سب سے زیادہ دوست ہو اس کی افضلیت میں، اللہ کا ماننے والا ہرگز شک نہیں کر سکتا۔

حدیث (دیگر) أَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا ۵

یعنی میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے۔

امیرالمومنین علیؑ ابنِ ابی طالب کا یہ دعویٰ :۔ "سلونی قبل ان تفقدونی"۔ اِس کی دلیل ہے۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ رسولِ خدا نے فرمایا :۔ أَنَا دَارُ الْحِكْمَةِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا فَمَنْ أَرَادَ الْحِكْمَةَ فَلْيَأْتِ الْبَابَ ۵

مقصدِ حدیث یہ ہے کہ رسولؐ نے فرمایا، جو بھی میرے علم یا حکمت سے فائدہ حاصل کرنا چاہے۔ دروازہ سے آئے یعنی علیؑ کے ذریعہ حاصل کرے اور اگر دروازہ سے نہ آئے گا تو سارق اور عاصی (چور اور گنہگار) قرار پائے گا۔ جیسا کہ خداوند عالم نے اِرشاد فرمایا ہے :۔ وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا ٭ ترجمہ۔ گھروں میں دروازہ سے داخل ہو۔ اِدھر اُدھر سے داخل ہو کر سارق (چور) مت بنو، اور چوروں کو راستہ مت دِکھلاؤ۔ بغوی نے بھی صحاح میں روایت کی ہے کہ فرمایا رسولِ خدا نے :۔ انا دار الحکمۃ

(٭ سورۂ البقرہ، آیت ۱۸۹)

وعلی بابها فمن اراد الحکمۃ فلیات الباب ط خوارزمی نے مناقب میں ابی البختری سے نقل کیا ہے کہ میں نے امیرالمومنین کو دیکھا منبر کوفہ پر رسولؐ کی عبا دوش پر عمامہ رسولؐ سر پر اور انگشتری رسولؐ در دست اور فرما رہے ہیں : سلونی قبل عن تفقدونی فانما الخ۔ یعنی سوال کرو مجھ سے اس سے قبل کہ مجھے نہ پاؤ۔ میرا سینہ علم لدنی سے معمور ہے اور یہ لعابِ دہنِ رسولؐ کی برکت ہے اور یہ وہ علمِ رسولؐ ہے جو رسولؐ نے مجھے اس طرح دیا ہے جیسے کبوتر اپنے بچہ کو اپنے پوٹے کا دانہ منتقل کر دیتا ہے۔ خدا کی قسم اگر میرے لئے مسند بچھا دی جائے اور اس پر بیٹھوں تو اہلِ توریت کو توریت سے، اہلِ انجیل کو انجیل سے، ایسے فتوے دوں کہ خود توریت اور انجیل پکار اٹھے کہ علیؑ تو نے صحیح فتویٰ دیا۔ اور سوال کرو مجھ سے کتابِ خدا (قرآن) سے جس کا تم کو علم نہیں۔ بخدا میں تمہیں بتلاؤں گا کہ کون سی آیت کب اور کہاں نازل ہوئی۔ دن میں یا رات میں، پہاڑ پر یا میدان میں۔ اور قرآن خود گواہی دے گا کہ بے شک علیؑ نے جو کچھ کہا وہ سچ ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ رسولِ خدا نے علم کا خزانہ سینۂ علیؑ میں اس طرح بھر دیا تھا جیسا کہ امیرالمومنین نے خود اعتراف فرمایا اسی لئے حکم دیا تھا کہ دروازہ سے آؤ۔

حدیث (دیگر) ۱۵

در جمع بین صحاحِ ستہ مذکور ہے کہ فرمایا رسولِ خدا نے۔

رحم اللہ علیاً اللھم ادر الحق معہ حیث دار ط یعنی خدایا پھیر دے حق کو اس طرف جس طرف علیؑ پھرے، لہٰذا امت پر ایسے شخص کی پیروی لازم اور واجب ہو گی چنانچہ رسولِ پاک نے فرمایا جو علیؑ کا مخالف ہو، خدا اس کو واصلِ جہنم کرے۔ عمار بن یاسر سے فرمایا کہ عمار اس روز کو یاد رکھ جب گروہ علیؑ سے جنگ کرے گا تو تو یاد رکھ کہ اس شخص کا ساتھ دینا جو میرے داہنی جانب بیٹھا ہوا ہے۔ یعنی وہ علیؑ ہے۔ اے عمار اگر تو دیکھے کہ تمام لوگ منحرف ہو گئے ہیں اور تنہا علیؑ رہ گئے ہیں پھر بھی علیؑ کا ساتھ دینا، ان کے ہر حکم کو اللہ و رسولؐ کا حکم سمجھنا اور اس پر عمل کرنا۔ کیونکہ علیؑ کا راستہ حق ہے۔ احمد بن موسیٰ مردویہ نے بچند طریق زوجۂ رسولؐ (حضرت عائشہ) سے روایت کی ہے کہ میں نے رسولِ خدا کو کہتے ہوئے سنا : الحق معہ العلی و

علیؑ معہ الحق :-

حدیث (دیگر) ۱۶ — بین الصحیحین سنن ترمذی اور خطیب دمشقی نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔ جناب امیرؑ کا مسجد میں سونا، ردا کا دوشِ مبارک سے اُتر جانا اور چہرہ گرد آلود ہو جانا اور رسولِ خدا کا گرد جھاڑنا اور بار بار فرمانا :-

اجلس یا ابا تراب ط اے ابو تراب (مٹی کے باپ) اُٹھ۔

مترجم اس واقعہ کو ہم ایک شعر پر تمام کرتے ہیں ؎

بہ پیشِ فضل و مقام علی چہ ذکرِ بشر ؛ ابو البشر نہ تراب است و بوتراب علیؑ

حدیث (دیگر) ۱۷ — علامہ حلیؒ نے کتاب نہج الحق میں جمہور علماءِ اہلسنت سے نقل کیا ہے کہ یہ روایات چند طریق سے رسولِ خدا سے مذکور ہیں۔ حسب ذیل ملاحظہ ہوں۔

(۱)۔ رسولِ خدا نے علیؑ کو اپنے دوشِ مبارک پر سوار کر کے خانۂ کعبہ سے بتوں کو گروایا۔

(۲)۔ پُلِ صراط سے کوئی نہیں گذر سکے گا۔ مگر جس کے پاس پروانۂ محبتِ علیؑ ہوگا۔

(۳)۔ سورج بعد غروب ادائیگی نماز، علی ابن ابی طالب کیواسطے پلٹا اور پھر غروب ہوا۔

(۴)۔ علیؑ کے وضو کے واسطے پانی "حوضِ کوثر" سے آیا۔

(۵)۔ روزِ احد، منادی نے ندا کی :- لَا فَتٰی اِلَّا عَلِی لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالْفِقَارِ ط

تفصیل کے لئے دیکھو کتاب "حدیقۃ الشیعہ"۔

حدیث (دیگر) ۱۸ — مسند احمد حنبل اور مناقبِ خوارزمی میں مذکور ہے کہ رسولِ خدا نے فرمایا :- ان منکم من یقاتل علی تاویل القرآن کما قاتلت علی تنزیلہ :- ترجمہ۔ رسولِ خدا نے اصحاب سے خطاب فرمایا کہ تم سے ایک شخص قتال و جہاد کرے گا تاویلِ قرآن پر جس طرح جہاد کیا میں نے تنزیلِ قرآن پر۔ پس یکے بعد دیگرے اصحاب نے کہا کہ کیا رسولِ خدا وہ میں ہوں گا۔ آپؐ نے فرمایا، نہیں، وہ ہوگا جو اس وقت میری نعلین درست کر رہا ہے (اس وقت حضرت علیؑ حجرۂ فاطمہؑ زہرا میں بیٹھے حضورؐ کا جوتہ درست

کر رہے تھے۔

حدیث (دیگر) نمبر ۲۰

احمد بن حنبل اپنی کتاب مسند میں بیان کرتے ہیں کہ ایک روز رسولِ خدا ایک ہاتھ میں امام حسنؑ کا ہاتھ لئے اور دوسرے میں امام حسینؑ کا ہاتھ لئے فرما رہے تھے کہ جو دوست رکھے اِن کو اور اِن کے والدین کو وہ روزِ قیامت جنّت میں میرے ہمراہ ہوگا۔ اور مسند احمد حنبل در جمع بین الصحیحین اور بین صحاح ستّہ مذکور ہے کہ ایک روز رسولِ خدا نے امیرالمومنینؑ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا (لا یحبّک الّا مؤمن ولا یبغضک الّا منافق:۔ اے علیؑ تجھے دوست نہ رکھے گا مگر مومن، اور دشمن نہ رکھیگا مگر منافق :۔ اور کتاب کلینی میں تحریر ہے کہ جابر ابن عبداللہ انصاری آخر عمر میں عصا لئے مدینہ کی گلیوں میں یہ کہتے پھرا کرتے تھے (علیؑ خیر البشر من ابا فقد کفر) یعنی علیؑ بعدِ پیغمبرؐ خیر البشر ہیں جو انکار کرے وہ کافر ہے۔ یہی حدیث زوجۂ رسولؐ امِّ سلمہؓ سے بھی منقول ہے۔

حدیث (دیگر) نمبر ۲۱

ابو بکر احمد بن مردویہ جس کا قول چاروں مذہب میں حجت اور قابلِ قبول ہے ایک حدیث ابو ذرؓ سے نقل کرتے ہیں کہ میں، ایک روز خدمتِ رسولِ خدا میں حاضر تھا۔ میں نے سوال کیا، یا رسول اللہ! آپ کا وہ دوست ترین اصحاب کون ہے؟ کہ اگر اس کو کسی روز ضرورت پیش آئے تو میں بھی اس کا ساتھ دوں۔ پس حضرتؐ نے ارشاد فرمایا "وہ علیؑ ابنِ ابی طالب ہیں"۔ دنیا انصاف کی آنکھیں کھولے۔ اور دیکھے کہ رسولؐ نے کیا فرمایا۔

حدیث (دیگر) نمبر ۲۲

احمد بن حنبل، اپنی کتاب مسند میں تحریر فرماتے ہیں کہ:۔ حضرت رسالت پناہ نے فرمایا۔ من أذی علیّاً فقد أذانی۔ جس نے علیؑ کو ستایا اُس نے مجھے ستایا، اور وہ روزِ قیامت یہودی یا نصرانی کے ساتھ محشور ہوگا۔

حدیث (دیگر) نمبر ۲۳

"مسندِ ابنِ حنبل میں ہے کہ اصحابِ رسولؐ نے بنتِ رسولؐ (جنابِ فاطمہ زہراؑ) کو پیغام نکاح دیا۔ رسولِ خدا نے انکار میں

یہ فرمایا کہ فاطمہؑ کمسن ہے، یا یہ کہ مجھے اِس سلسلہ میں وحی کا اِنتظار ہے۔ اور یہ دوسرا قول ہی زیادہ معتبر ہے۔ اس لیے کہ جب امیرالمومنین نے پیغام دیا تو کمسنی کا عذر نہ کیا گیا حالانکہ اس وقت بھی وہی عذر ہو سکتا تھا۔ بہرحال جنابِ فاطمہؑ کا عقد علیؑ مرتضیٰ سے ہوا جب کہ فاطمہؑ بنتِ رسولؐ بروایتِ معتبر دس سال کی تھیں رسولِ خدا نے حضرت علیؑ سے پوچھا تمہارے پاس کچھ مال دُنیا سے ہے۔ آپ نے کہا، ایک "زرہ" اور ایک "راہوار" ہے۔ رسولؐ نے فرمایا، تمہیں راہوار (گھوڑا) کی ضرورت ہے۔ "زرہ" کو فروخت کر دو۔ چنانچہ "زرہ" بدست عثمان بن عفان ایک سو اسّی درہم میں فروخت ہوئی جو جہیزِ فاطمہؑ میں صرف ہوئے۔

پیغمبرِ خدا نے بحکمِ الٰہی ایک فصیح و بلیغ خطبہ کے بعد فرمایا، اے علیؑ مجھے حکمِ خدا ہے کہ میں فاطمہؑ کو تمہارے عقد میں دیدوں، کیا تم راضی ہو۔ امیرالمومنین نے بھی اظہارِ رضامندی فرمایا، اس کے بعد رسولِ خدا نے دُعائیہ جملے فرمائے۔ "تم دونوں خوش رہو۔ خدا اس کارِ خیر میں برکت عطا فرمائے۔ اور کثیر ذرّیتِ طیّبہ عطا کرے۔ پھر خوانِ خُرمہ لایا گیا اور تبرّک سمجھ کر اصحاب ٹوٹ پڑے اور اُچکنا شروع کیا۔ جو آج بھی بطورِ سُنّت یہی طریقہ اختیار کیا جاتا ہے۔ رسولِ خدا خود خانۂ فاطمۃ الزہراؑ میں تشریف لے گئے۔ ایک ظرف میں پانی لیا، پہلے تھوڑا سا خود پیا، پھر حکم دیا کہ اِس پانی سے وضو کرو اور پیو اور کچھ پانی دونوں پر چھڑکا۔ جب رسولؐ نے واپس ہونا چاہا تو فاطمۃ الزہراؑ آبدیدہ ہوئیں۔ آنحضرت نے فرمایا کہ اے فاطمہؑ میں نے تجھ کو اُس کو دیا ہے جو سب سے پہلے اسلام لایا، اخلاق میں وہ سب سے بہتر ہے۔ خدا اور اُس کے رسولؐ کی معرفت اس کے سوا کسی کو نہیں، خدا کی قسم میں نے تیری تزویج ایسے سے کی ہے جو سیّد دُنیا اور آخرت ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا کہ اگر جنابِ فاطمہؑ کی شادی امیرالمومنین سے نہ ہوتی تو دُنیا میں آپ کا اور کوئی کفو اور ہمسر نہ ہوتا، از آدم تا قیامت۔

زمخشری نے جو کہ اکابرِ جمہورِ علماءِ اہلسنّت سے ہے تحریر کیا ہے کہ رسولِ خدا نے فرمایا کہ فاطمہؑ میرا پارۂ دل ہے اور حسنین میوۂ دل ہیں اور اس کا شوہر میری روشنیٔ چشم ہے اور باقی ائمہؑ امانت دار پیغام خداوندی ہیں۔ اور ایک رِیسمان ہیں میانِ بندگان و معبود۔ اور جو اُن سے دُوری اختیار کرے گا۔ وہ ہلاک ہو جائے گا۔ اور ثعلبی نے جو کہ مفسّرین

اہلسنّت سے ہیں، وہ رسُول اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ فرمایا رسُول نے :۔ یا ایُّھا النّاس قد ترکت فیکم الثقلین۔ الخ۔ یعنی لوگو! میں تم میں دو گراں بہا چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں جو ایک دوسرے سے افضل ہے اور وہ کتاب خدا اور میری عترت (اہلبیت) ہیں۔ اگر تم ان دونوں کو پکڑے رہے تو ہرگز ہرگز گمراہ نہیں ہوگے یہاں تک کہ یہ دونوں حوضِ کوثر پر میرے پاس پہونچیں۔ ہم روزانہ نماز پنجگانہ میں سورہ حمد میں خدا سے دُعا کرتے ہیں کہ ہمیں گمراہی اور گمراہوں سے بچا۔

رسُول نے ہمیں گمراہی سے بچانے کی ترکیب ہی نہیں بتائی بلکہ وعدہ فرمایا ہے۔ کہ ہرگز ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ اگر دونوں (قرآن و عترت) کو پکڑے رہے۔ مسند احمد حنبل نے بھی ابوسعید خدری سے بھی یہ حدیث نقل کی ہے۔

حدیث (دیگر) [۲۴] مسند احمد حنبل سے روایت ہے کہ رسُولِ خدا نے فرمایا۔ "النجوم امان لاھل السماء" الخ۔ یعنی ستارے اہلِ آسمان کے لئے امان ہیں۔ جب ستارے آسمان پر نہ رہیں گے۔ اہلِ آسمان بھی نہ رہیں گے اور میرے اہلبیت امان ہیں اہلِ زمین کیلئے۔ جب میرے اہلبیت نہ رہیں گے تو اہلِ زمین بھی نہ رہیں گے۔ لہٰذا بنا بر قول رسُول، اگر زمین وجودِ اہلبیت سے خالی ہوگئی ہوتی تو آج اہلِ زمین ہی نہ ہوتے۔ نیز یہ کہ انکا وجود ہی گو پسِ پردہ ہو قیام عالم کیلئے ضروری ہے۔ جسطرح آفتاب عالمتاب اگرچہ پسِ ابر ہو مگر دُنیا کو پھر بھی فائدہ پہنچاتا اور قیام روز کا باعث ہے۔

حدیث (دیگر) [۲۵] "حدیثِ منزلت" ہے جو "حدیثِ غدیر" کی طرح متواتر ہے کسی نے اس میں اختلاف نہیں کیا کہ پیغمبرِ خدا نے علیؑ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ :۔ انت منّی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ اے علیؑ تجھے مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی۔

فصلِ پنجم

فضائلِ امیرؑ المومنین کا بیان کیسے ممکن ہے جبکہ رسُول خدا خود فرمائیں کہ اگر درخت قلم ہوجائیں اور دریا روشنائی اور جِنّ و انس لکھیں تو بھی فضائلِ علیؑ کا شمار نہیں ہوسکتا۔ (خوارزمی نے کتاب "مناقب" میں ابنِ عباس سے روایت کی ہے)۔ یہ حقیقت ہے کہ جس کا اُستاد اور معلّم رسُول جیسا ہو اور جس نے رات دِن خدمتِ رسُول میں بسر کئے ہوں اور رسُول سب سے زیادہ اس پر شفیق و مہربان ہو۔ اس کے فضائل کی کیا انتہا ہوسکتی ہے۔

صحابہ میں ابنِ عباس سب سے زیادہ فقیہہ سمجھے جاتے ہیں جو امیرؑ المومنین کے شاگرد تھے کسی نے ان سے سوال کیا کہ تمہارا علم امیر المومنین علیؑ ابنِ ابی طالب کے علم سے کیا نسبت رکھتا ہے۔ انھوں نے فرمایا "جو نسبت ایک قطرہ، بحرِ محیط سے رکھتا ہے۔

ابنِ عباس کہتے ہیں کہ میں اوّل شب سے صبح تک امیرؑ المومنین کی خدمت میں تھا اور آپؑ "بائے بسم اللّٰہ" کی تفسیر بیان فرمارہے تھے، صبح ہوگئی۔ اور تفسیر ختم نہ ہوئی۔ اور صحیح مسلم میں ہے کہ آپؑ نے فرمایا، آسمان کے راستوں کا مجھ سے سوال کرو۔ اس لئے کہ، میں زمین کے کوچہ اور راستوں سے بھی آسماں کے راستوں سے زیادہ واقف ہوں، اور فرمایا کہ رسُول خدا نے مجھے ہزار باب علم کے تعلیم فرمائے۔ اور میں نے ہر باب سے ہزار باب اور استخراج کئے۔ اور ابنِ طلحہ شافعی نے جو اپنی کتاب میں بیہقی سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسُول اکرم نے جو آدمؑ کا علم دیکھنا چاہے اور نوحؑ کا تقویٰ، ابراہیمؑ کی خُلّت، موسیٰؑ کی ہیبت اور عیسٰےؑ کی عبادت۔ تو وہ چہرۂ علیؑ ابن ابی طالب پر نظر ڈالے معلوم ہوا کہ رسُول کی نظر میں حضرت علیؑ، عالمِ کُل ہیں۔ جس سے آپؑ کی افضلیت ثابت ہے، اور کسی دوسرے کی فضیلت یا افضلیت کی گنجائش نہیں رہتی۔

فضیلت دوم زہد

جس میں کسی کو اختلاف نہیں، امیر المومنین نے بارہا فرمایا کہ میں نے دُنیا کو تین طلاق دے دیئے ہیں۔ عمر ابن عبد العزیز سے مروی ہے کہ مَیں نے اُمّتِ مسلمہ میں بعد نبیؐ، علیؑ سے زیادہ زاہد کسی کو نہیں دیکھا۔ مُلّا علی قوشجی نے شرح تجرید میں عبداللہ بن رافع سے نقل کیا ہے کہ ایک روز میں آپ کی خدمت میں حاضر تھا۔ مَیں نے دیکھا کہ " وقتِ افطار" آپکی خدمت میں " جَو کا ستّو " لایا گیا۔ جو کہ ایک کیسہ میں سَر بہ مُہر تھا۔ آپؑ نے اس سے روزہ افطار فرمایا۔ مَیں نے سوال کیا، یا امیر المومنین، آپ نے اس کیسہ کو سَر بہ مُہر کیوں کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا، اس لئے کہ مبادا حسنؑین اس کیسہ میں روغن یا شیرینی شامل کر دیں، مَیں نے سَر بہ مُہر کر دیا۔

اسی طرح جب آپ اپنے لئے "پیرہن" خریدتے تو دو پیرہن خریدتے۔ عُمدہ اور قیمتی پیرہن اپنے غلام (قنبر) کیلئے اور اپنے واسطے نہایت سادہ اور کم قیمت کا لیتے۔

فضیلت سوّم عبادت

آپؑ قائم اللّیل اور صائم النّہار تھے۔ رات و دن میں ہزار رکعات نماز ادا فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کو بھی آپ کی عبادت کا اتنا خیال تھا کہ ایک روز نمازِ عصر قضا ہونے پر سورج کو پلٹا دیا ـــــ ابنِ عباس کہتے ہیں کہ مَیں نے روزِ جنگ دیکھا کہ آپؑ آسمان کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ مَیں نے کہا، یا امیر المومنین آپ کیا دیکھ رہے ہیں۔ فرمایا، یہ دیکھ رہا ہوں کہ نمازِ ظہر کا وقت ہو گیا۔ مَیں نے کہا، اس جنگ کے موقع پر اور ایسے پُرخطر وقت میں۔ آپؑ نے فرمایا کہ اسی نماز کے واسطے تو مَیں جنگ کر رہا ہوں۔

آپؑ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ " اے معبود! مَیں تیری عبادت خوفِ جہنّم سے نہیں کرتا اور نہ شوقِ جنّت میں، بلکہ مَیں نے تجھے لائقِ عبادت اور قابلِ پرستش سمجھا ہے۔ اس لئے

میں تیری عبادت کرتا ہوں۔ حقیقت ہے کہ "قُربَۃً اِلَی اللہ" کے معنی ہی یہی ہیں۔

فضیلت چہارم حلم

آپؑ کا حلم اس مقام پر تھا کہ آپؑ نے اپنے قاتل کے بارے میں امام حسنؑ کو وصیت فرمائی کہ اس ملعون کے ایک ضربت سے زیادہ نہ ماری جائے۔ قاتل کو پیاسا دیکھ کر شربت پلایا۔ صاحبِ شرح تجرید لکھتے ہیں کہ جنگِ صفین میں امیر معاویہ نے نہر پر پہرہ لگا دیا اور آپ کے لشکر پر پانی بند کر دیا لیکن جب شیرِ خدا نے بزورِ شمشیر نہر پر قبضہ کر لیا۔ تو آپ کے لشکر والوں نے کہا کہ اَب ہم اِس (لشکرِ معاویہ) پر پانی بند کریں گے۔ مگر آپؑ نے ایسا کرنے سے منع فرمایا۔ اور حکایت اُس دشمنِ خدا کی جس نے آپؑ کے چہرہ پر لُعابِ دہن پھینکا تھا اور آپ یہ دیکھ کر اُس کے سینے سے اُتر آئے تھے۔ آپؑ کے حلم پر دلالت کرتی ہے وغیرہ وغیرہ۔

فضیلت پنجم سخاوت

آپؑ کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ آپؑ نے تمام اسباب وسامان راہِ خدا میں بخش دیا اور آپ کا وہ باغ جو ہر سال دس ہزار دینار میں فروخت ہوتا تھا اس کی کُل رقم گھر تک پہونچنے میں فقراء کو تقسیم فرما دیتے۔ یہ تو مالِ دُنیا کی سخاوت تھی۔ اصل سخاوت جان کی ہے جو آپؑ نے شبِ ہجرت بسترِ رسُولؐ پر بے خوف لیٹ کر بیش کی۔ کیا اِس سے زیادہ بھی کوئی سخاوت دِکھا سکتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

فضیلت ششم شجاعت

شجاعتِ امیرالمومنینؑ کا دُنیا نے لوہا مانا ہے مختلف ممالک غیر مسلم وقتِ جنگ آپکے

نام سے مدد حاصل کرتے ہیں بہت سے سپہ سالار اپنی تلواروں پر آپؑ کا نام اور ذوالفقار کی تصویر بناتے ہیں —— کوئی غزوۂ رسولؐ نہیں جو آپ کے دستِ حق پرست سے فتح نہ ہوا ہو۔ آپ کی شجاعت کے بارے میں مزید کسی دلیل اور ثبوت کی ضرورت نہیں۔

فضیلتِ ہفتم قبولیتِ دُعا

آپ کی قبولیت دُعا کے سینکڑوں واقعات ہیں۔ روزِ مباہلہ، رسول خدا نے فرمایا میں دعا کرتا ہوں تم "آمین" کہو۔ دو مرتبہ آپ کی دُعا سے سورج پلٹ پلٹ آیا۔ انس بن مالک نے جب شہادتِ غدیر کو قصداً پوشیدہ رکھا تو آپ نے دُعا کی کہ تو ایسے مرض میں مبتلا ہو کہ جس کو نہ چھپا سکے۔ چنانچہ مرضِ برص میں مبتلا ہوا۔ وغیرہ وغیرہ۔

فضیلتِ ہشتم خبرِ غیب

اگرچہ لاتعداد واقعات ہیں لیکن چند واقعات درج ذیل ہیں۔ آپؑ نے جنگِ صفّین کے موقع پر راہ میں لشکر کو پیاسہ دیکھ کر ایک راہب سے سوال کیا کہ پانی یہاں سے کتنی دُور ہے اس نے کہا غیر معمولی فاصلہ پر۔ آپؑ نے قریبِ دَیر، لشکر کو حکم دیا کہ زمین کو کھودیں جب کھدائی ہونے لگی تو کافی دیر کے بعد زمین کے اندر پتھر کی چٹان نظر آئی۔ اس چٹان کو نکالنے میں تمام لشکر ہر ممکن کوشش کے باوجو ناکامیاب رہا۔ اسکو دیکھ کر امیرالمومنین خود بہ نفس نفیس اس گڑھے میں اُترے اور آنِ واحد میں اس پتھر کی چٹان کو بہ جنبش یکدست نکال کر باھر پھینک دیا۔ پتھر کے ہٹتے ہی ایک چشمۂ آبِ شیریں برآمد ہوا۔ سارے لشکر اور جانوروں نے خوب سیر ہو کر پیا۔ راہب یہ دیکھ کر اسلام لایا اور آپؑ کے ساتھ جنگِ صفّین میں لڑ کر جامِ شہادت نوش کیا —— ابنِ شہر آشوب مازندرانی تحریر کرتے ہیں کہ جب امیرؑ المومنین کوفہ پہونچے تو ایک جوان نے ایک عورت سے شادی کی تھی، جب صبح کی نماز کے واسطے جنابِ امیرؑ

مسجد میں تشریف لائے تو ایک شخص سے فرمایا کہ فلاں محلّہ میں ایک مسجد کے قریب ایک مکان ہے اس میں ایک مرد اور اس کی بیوی آپس میں لڑ رہے ہیں۔ ان کو فوراً میرے پاس لے آؤ۔ وہ جب دونوں آئے تو آپؑ نے اُس مرد سے پوچھا کہ جھگڑے کا سبب کیا تھا؟ اس نے کہا میں نے اس سے کل شادی کی ہے۔ رات مجھے اس سے نفرت پیدا ہوگئی، میں چاہتا تھا کہ صبح کو میں اس سے جُدائی اختیار کرلوں مگر یہ (بیوی) رات بھر مجھ سے لڑتی رہی۔ آپؑ نے بقیہ افراد کو یہاں سے چلے جانے کا حکم دیا۔ اور وہ دونوں رہ گئے تو آپؑ نے اس عورت سے فرمایا جو کچھ میں سوال کروں تو اُن کے صحیح جواب دینا۔ پھر آپؑ نے فرمایا، تو فلاں عورت کی لڑکی ہے؟ اُس نے کہا بیشک ہوں۔ پھر فرمایا، تو اپنے چچازاد بھائی سے محبّت کرتی تھی؟ اُس نے اقرار کیا۔ آپؑ نے فرمایا کہ تیرے باپ نے اس لڑکے کے خلاف ہوکر اُس کو گھر سے نکال دیا تھا؟ عورت نے اس کو بھی اقرار کیا۔ آپؑ نے فرمایا، کہ تو ایک روز باہر قضائے حاجت کو گئی تھی اُس نے وہیں دست درازی کردی اور نتیجہ میں تو حاملہ ہوگئی۔ تیری ماں نے اس کو پوشیدہ رکھا۔ وضع حمل کے وقت تیری ماں تجھ کو صحرا میں لے گئی۔ اور بچّہ پیدا ہونے کے بعد اس کو ایک کپڑے میں لپیٹکر ایک کوڑے خانہ کے پاس ڈال دیا۔ تھوڑی دیر میں ایک کُتّا آیا۔ تیری ماں نے اس خوف سے کہ یہ کہیں اُٹھا کر نہ لے جائے، کُتّے کو ایک پتّھر مارا جو اُس نوزائیدہ بچّہ کے سر میں لگا۔ عورت نے کہا، یا امیر المومنینؑ! آپ نے بالکل سچ فرمایا۔ امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ نے پھر فرمایا، اے عورت پھر تو نے ایک کپڑا اُس بچّے کے زخم پر باندھا اور پھر تو (ماں بیٹی دونوں نے) اپنے گھر کا راستہ لیا۔ کچھ دیر بعد فلاں قبیلہ کے ایک شخص کا اُدھر سے گذر ہُوا۔ اُس نے اس بچّہ کو دیکھا تو اُسکو اپنے گھر اُٹھا لے گیا۔ اور اُس کی پرورش کی۔ یہ وہی ہے جس نے تجھ سے شادی کی۔ پھر اس مرد جواں سے فرمایا کہ اپنا سر کھول کر اُسے (عورت کو) دکھا دے۔ اُس نے جب اپنا سر کھولا تو زخم کا نشان موجود تھا۔ پھر آپؑ نے فرمایا، جا یہ تیرا بیٹا ہے۔ خدا نے تجھے ایک فعلِ قبیح اور حرام کام سے محفوظ رکھّا۔

علاوہ ازیں بے شمار واقعات ہیں مثلاً میثم تمّار، قنبر، اور کمیل وغیرہ کو خبر دینا کہ تم لوگوں کی شہادت ہو گی اور کس طرح ہو گی ـــ قرآن مجید میں ہے کہ خداوند عالم کسی

کو غیب پر مطلع نہیں کرتا مگر اپنے رسولوں میں سے جس کو وہ پسند کرتا ہے۔ اور رسول اپنے امام کو تعلیم کرتا ہے۔

فضیلت نہم جہاد

دوست و دشمن سب کو اتفاق ہے کہ دینِ مصطفوی کا استحکام شمشیر آبدارِ مرتضوی ہے۔ وہ کون سی جنگ ہے جو آپ کی ذوالفقار دشمن شکار نے فتح نہ کی ہو۔ یہ مانا کہ رسول کی دعائیں علیؑ کے ساتھ تھیں۔ مگر یہ بھی ماننا پڑے گا۔ کہ دعائے رسول کی قبولیت علیؑ کی صورت میں ہوتی تھی۔ رسولؐ کے تمام غزوات آپ کے جہاد کی گواہی دیں گے۔ رسول نے خود ہر موقع پر علیؑ کا قصیدہ پڑھا ہے آسمان سے "لافتیٰ" کی آوازیں آئی ہیں۔ بس ایک مختصر روایت لکھ کر ہم سمجھتے ہیں کہ اہلِ عقل کے لئے یہی کافی ہو گی۔ ایک روز ربیعہ سعدی حذیفہ یمانی کی خدمت میں گئے اور کہنے لگے جب میں بصرہ جاتا ہوں تو لوگ کہتے ہیں کہ میں امیرالمومنینؑ کی تعریف میں بہت مبالغہ کرتا ہوں۔ آپ کوئی جواب تبلایئے تاکہ میں ان لوگوں کو خاموش کر سکوں، حذیفہ یمانی نے کہا کہ قسم اس خدائے عزوجل کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ کہ اگر تمام "اُمّتِ محمدیہ" کے اعمال تاقیامت ایک پلّہ میں رکھیں اور ضربتِ علیؑ روزِ خندق دوسرے پلّہ میں۔ پھر بھی یہ ایک عمل حضرت علیؑ کا زیادہ رہے گا۔ ضربت علیاً یوم الخندق افضل من عبادت الثقلین ۔ (قولِ رسولؐ)۔ پھر جس کی ایک "ضربت" ایسی ہو اُسکی عبادت کیسی ہو۔

حدیث شرافتِ نسب

ظاہر ہے جس کا نسب اور رسول خدا کا نسب ایک ہو اس کی برابری کون کر سکتا ہے۔ امیرالمومنین خود فرماتے ہیں کہ ہم اہلبیتِ رسولؐ ہیں کسی کو نسب میں ہماری برابر قیاس نہیں کیا جا سکتا جس طرح نسب میں کوئی آپؐ کے مقابل نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح

اولاد اور زوجیت میں آپ کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ دنیا میں کون ہے جس کی زوجہ فاطمہؑ بنتِ رسول ہو اور حسنینؑ جیسے فرزند ہوں۔

اخطب خوارزمی نے "مناقب" میں ابنِ مسعود سے روایت کی ہے کہ میں نے رسولِ خدا سے یہ فرماتے سنا "الحسن والحسین سیّد الشباب اھل الجنّۃ:۔ حسنؑ اور حسینؑ جوانانِ جنت کے سردار ہیں۔ صحیح مسلم نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ قولِ حق تعالیٰ۔ فما بکت علیھم السّماء والارض:۔ سے مراد وہ سرخی ہے جو قتلِ حسینؑ کے بعد نمودار ہوئی۔ مسند احمد ابن حنبل میں تحریر ہے کہ جو ماتمِ حسینؑ شہید کربلا، میں گریہ کرے اگرچہ ایک قطرہ اشک ہو اس پر بہشت واجب ہو جاتی ہے۔

حدیثِ فضیلتِ محبّت

خوارزمی نے کتاب مناقب میں انس ابن مالک سے اور احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں نقل کیا ہے کہ حذیفہ یمانی نے کہا، میں نے پیغمبرِ خدا سے سنا ہے کہ علیؑ کی دوستی وہ حسنہ اور نیکی ہے جس کو کوئی سیہ یا گناہ ضرر نہیں پہونچا سکتا، اور علیؑ کی دشمنی اور عداوت وہ گناہ ہے جس کو کوئی نیکی فائدہ نہیں پہونچا سکتی ـــ اور انھیں دونوں کتابوں میں مذکور ہے کہ اگر لوگ محبّتِ علیؑ پر مجتمع ہو جاتے تو خدا دوزخ کو پیدا ہی نہ کرتا۔

بین جمع بین صحاح ستّہ، معاویہ ابنِ وحیدی قشیری سے منقول ہے کہ میں نے رسول اللہ سے سنا ہے:۔ اے علیؑ پرواہ نہ کر جو تجھ سے دشمنی رکھتا ہے وہ بعد مرگ یہودی یا نصاریٰ کے ساتھ اُٹھے گا۔ اور قیامت کے روز اس کا حشر یہودی یا نصاریٰ جیسا ہوگا۔ بہرحال فضائلِ علیؑ بیشمار ہیں۔ حدیقۃ الشّیعہ میں خود نہایت اختصار سے کام لیا ہے۔ مگر ہم نے ترجمہ میں اختصار کی حد کر دی ہے۔ دس دس ورق کو دس دس سطور میں بیان کیا ہے۔ اور وہ تمام مطاعن اور نواقص جو مخالفین اور معاندین کے بارے میں

اس کتاب حدیقۃ الشیعہ میں تقریباً دُوسو صفحہ پر پھیلے ہوئے ہیں اور بعض اَہلِ خلاف کے اعتراضات کے جواب جو خود اَمیرالمومنین علیؑ ابنِ اَبی طالب نے دیئے ہیں۔ مثلاً خاموشی بعدِ رحلت ختمی مرتبت جناب محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم وغیرہ وغیرہ ان کو ہم بہ پاسِ رواداری ترجمہ میں شامل نہیں کر رہے۔ شائقین "اصل کتاب" میں دیکھ سکتے ہیں۔

فصل یازدہم

امیرالمومنین کے بعض معجزات و قضایا در زمانہ حیات، معجزہ خارقِ عادت چیز کو جو دعوائے نبوّت کے ساتھ ہو کہتے ہیں۔ علماءِ امامیہ کے نزدیک معجزہ نبیؐ اور وصی دونوں سے ظہور پذیر ہو سکتا ہے جیسے کہ حضرت سُلیمانؑ کے وصی آصف بَرخیا نے تختِ بلقیس کو ایک ساعت بلکہ چشم زدن میں شہر سبا سے دربارِ حضرت سُلیمانؑ میں منگوا دیا خداوند عالم نے جتنے معجزات مختلف انبیاءؑ کو بہ لحاظ مناسبت وقت عطا فرمائے۔ وہ سب کے سب ذات بابرکات مصطفوی میں بیک وقت جمع فرما دیئے اور امیرالمومنین چونکہ وصیِ ختم المرسلین ہیں اس لئے ان کے وصی میں بھی وہ معجزاتِ تمامی ہونے ضروری ہیں، جو معجزات و خصائص افضل الانبیاءؑ میں تھے۔ چنانچہ آپ کی ولادت کیوقت بھی چند معجزات ظہور پذیر ہوئے جس میں عقولِ انسانی حیران ہیں۔

کتاب مستطاب "روضۃ الواعظین" میں جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت ہے کہ میں نے رسُول خدا سے ایک روز پیدائشِ امیرالمومنین کا حال پوچھا۔ پیغمبر خدا نے فرمایا، جابر! تم نے عجیب سوال کیا۔ سنو علیؑ کی ولادت کا حال بالکل عیسےٰ کی پیدائش جیسا ہے۔ عیسےٰ نے بھی پیدا ہوتے ہی کلام کیا تھا۔ اور علیؑ نے بھی یہ معجزہ دکھلایا۔ اور پیدا ہوتے ہی کلام کیا۔ اے جابر! خدائے بزرگ و برتر نے مجھے اور علیؑ کو ایک نور سے پیدا فرمایا، پانچسو ہزار سال (یعنی پانچ لاکھ برس) قبل تخلیق عالم، پھر جب آدمؑ کو پیدا کیا تو ہمارے نور کو صُلبِ آدمؑ میں رکھا اور صُلبِ آدمؑ سے صُلبہائے طاہرہ میں منتقل ہوتا ہوا، میرا نور صُلبِ عبداللہؑ اور نورِ علیؑ صُلبِ ابوطالب میں آیا۔ جب رسُول خدا تذکرہ فرماتے ہوئے یہانتک پہونچے، تو فرمایا۔ اے جابر! ابھی علیؑ کی ولادت نہ ہوئی تھی کہ یمن میں ایک زاہد و عابد ہو جلد

ذکرِ خدائے یگانہ میں مشغول تھا جس کی عمر ایکسو نوّے[۱۹۰] سال تھی اس کا نام مثرم تھا۔ اس تارک الدنیا نے بارگاہِ ایزدی میں پہلی مرتبہ دعا مانگی کہ پیدا کرنے والے تو اپنے کسی ولی مقرب بارگاہ کی زیارت سے مشرّف فرما، اس کی دُعا قبول ہوئی اور ابُو طالب کو ضرورتاً "یمن" جانا پڑا اس مقبول بارگاہ الٰہی "مثرم" کی شہرت سُن کر یہ بھی اس سے ملنے گئے۔ مثرم کی نظر جب آپ کے نورانی چہرے پر پڑی، پوچھا کہاں سے آئے ہو آپ نے فرمایا، تہامہ سے۔ کس شہر سے؟۔ شہر مکّہ سے۔ اُس نے کہا کہ کس قبیلہ سے؟ آپ نے فرمایا، قبیلہ بنی ہاشم سے۔ یہ سُنکر وہ کھڑا ہو گیا۔ دست بوسی کے بعد کہا کہ شکر ہے خدا کا کہ اس نے میری دُعا قبول فرمائی اور اپنے ایک خادم حرم کی زیارت سے مشرّف فرمایا، پھر کہا کہ آپ کا کیا نام ہے آپ نے فرمایا ابُوطالب، مثرم نے کہا کہ میں آپ کو بشارت دیتا ہوں کہ اس سال آپ کے صُلب سے ایک فرزند پیدا ہوگا جو خاتم المرسلین کا وصیِّ برحق ہوگا۔ جب وہ فرزند پیدا ہو تو میرا سلام پہونچا دینا اور کہنا کہ میں رسالتِ محمّد مصطفٰےؐ اور آپؑ کی اِمامت کا قائل ہوں اور آپ کا دوست ہوں روزِ قیامت آپ گواہ رہنا، اَبوطالب نے پوچھا کہ اس فرزند کا نام کیا ہوگا؟ مثرم نے کہا علیؑ نام ہوگا اور مرتضٰی لقب۔ اَبو طالب نے اُس سے کہا، مَیں اس قول کی صداقت کی دلیل چاہتا ہوں۔ اگر یہ قول صداقت پر مشتمل ہے تو میوہ ہائے بہشت سے کچھ آئے۔ اس پر مثرم نے دعا کے لئے ہاتھ بلند کئے۔ اِتنے میں میوے سے بھرا ایک طبَق نازل ہوا چنانچہ ابوطالب نے اُس میں سے کچھ کھایا۔ پھر مکّہ معظمہ واپس آئے۔

جب ولادتِ علیِؑ مرتضٰی کا زمانہ آیا اُسی زمانے میں ایک زلزلہ مکّہ میں آیا، لوگ بے حد پریشان ہوئے۔ اور اپنے بُتوں کو اُٹھا اُٹھا کر "کوہِ اَبو قبیس" پر دُعا کرنے اور دُعا کرانے کے واسطے لے گئے جب دُعا کی تو "کوہِ اَبوقبیس" کے پتھر زلزلہ سے متاثّر ہو کر دُور دُور جا گرے۔ اور سارے اصنام سر کے بل زمین پر آ رہے۔ ایسی حالت میں اَبوطالِب خود کوہِ اَبوقبیس پر پہونچے اور اکابرینِ قریش سے کہا کہ آج ایک ایسا بچہ قدرتِ حق سے پیدا کیا ہے کہ اگر تم لوگوں نے اس کی اِطاعت نہ کی تو یہ زلزلہ ہرگز دُور نہ ہوگا۔ پھر سب نے یکزبان ہو کر کہا۔ ہم وعدۂ اطاعت کرتے ہیں۔ آپ خدا سے دُعا کیجئے کہ زلزلہ یہ برطرف ہو جائے۔ اَبوطالب

نے درگاہ قاضی الحاجات میں دُعا کی :۔ اللّٰھم اسئلک بالمحمدیۃ المحمودۃ والعلویۃ العالیۃ۔ والفاطمۃ البیضاء الا تفضلۃ علی تھامد بالرّافۃ والرّحمۃ :۔ فوراً زمین ساکن ہوگئی اور زلزلہ برطرف ہوگیا۔
رسُول خدا نے فرمایا، اس روز سے ساکنانِ مکہ جب بھی کوئی مشکل پیش آتی انھیں کلمات کو اگرچہ مفہوم سے ناواقف تھے زبان پر لاتے اور حل مشکل ہو جاتی۔

معجزہ دیگر حدیث بساط

یہ حدیث اکثر کتابوں میں مرقوم ہے مگر جو کچھ اہلسنّت نے اپنی کتب معتبرہ میں لکھا ہے اور ہم نے دیکھا ہے۔ اس کو نقل کر رہے ہیں، انس ابن مالک اور ثعلبی سے جو کہ علماء اہلسنّت سے ہیں۔ روایت ہے کہ ایک قبیلہ نے بطور ہدیہ ایک غالیچہ رسُول خدا کی خدمت میں پیش کیا، رسُول خدا نے مجھ سے فرمایا کہ اَنس! اس کو زمین پر بچھا دو، اور فلاں فلاں دس آدمیوں کو بُلا لاؤ۔ میں بلا کر لے آیا۔ حکم ہوا کہ اس پر سب بیٹھ جاؤ۔ ہم سب اُس پر بیٹھ گئے پھر علیؑ کو بلایا اور تا دیر رازو نیاز کی باتیں ہوئیں، وہیں پھر علیؑ بھی اِس بساط پر آگئے۔ اور ہوا کو حکم دیا کہ بساط کو اُٹھا کر تیزی سے لے چل۔ ہوا اپنے دُوش پر لے چلی۔ کچھ دیر بعد علیؑ نے حکم دیا کہ زمین پر اُتار دے، ہوا نے بساط کو زمین پر اُتار دیا پھر آپ نے ہم سب سے پوچھا، جانتے ہو یہ کون سی جگہ ہے۔ یہ مقام "کہف و رقیم" ہے۔ جہاں "اصحاب کہف" خوابیدہ ہیں۔ پس اُٹھو اور ان کو سلام کرو ہم سب نے سلام کیا مگر کسی کا جواب نہ آیا۔ پھر حضرت علیؑ نے سلام کیا :۔ السّلام علیکم یا معاشر الصّدّیقین :۔ میں نے سُنا کہ سب نے مِل کر جواب دیا "علیک السّلام"۔ اَنس کہتے ہیں، میں نے علی مرتضیٰؑ سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ ہمارے سلام کا جواب انھوں نے نہیں دیا اور آپ کے سلام کا جواب آیا۔ پھر آپؑ "اصحاب کہف" کی طرف متوجّہ ہوئے اور فرمایا کیا وجہ ہے کہ تم نے ان کے سلام کا جواب نہیں دیا۔ اور میرے سلام کا جواب دیا۔ انھوں نے کہا

کہ ہم صدیقین اور شہداء میں سے ہیں اور ہمیں حکم ہے کہ کسی سے بعد مُردن تکلم نہ کریں مگر نبیؐ سے یا وصیِّ نبی سے۔ اس کے بعد آپؐ نے ہوا کو حکم دیا کہ بساط کو اُٹھائے اور مدینہ پہونچائے۔ جب مدینہ پہونچے تو ہم نے اور خود علیؑ مرتضیٰ نے دیکھا کہ رسُول کی آخری رکعت تھی اور آنحضرتؐ یہ سورہ (اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْکَھْفِ الخ) تلاوت فرما رہے ہیں۔

معجزہ دیگر زندہ شدنِ مقتول

کتاب روضۃ میں جو معتبر اور مستند ہے بہ سند صحیح میثم تمّار سے نقل کیا ہے کہ ہم کثیر تعداد میں مسجدِ کوفہ میں خدمتِ امیرالمومنین میں جمع تھے کہ دروازۂ مسجد سے ایک شخص بلند قامت باشمشیر معہ خدم و حشم اندر داخل ہوا۔ ہم سب حیران تھے کہ یہ شخص کون ہے اور کیوں آیا ہے۔ اس نے آتے ہی بہ الفاظ فصیح اور بلند آواز سے کہا تم میں وہ کون ہے جو حرم میں پیدا ہوا ہے۔ جود و سخا میں مشہور ہے اور خلیفۂ رسُول و زوجِ بتولؑ ہے۔ غالب علی کُلِّ غالب علیؑ ابنِ ابی طالب ہے۔ حاملِ علمِ نبوّت ہے اور معدنِ علمِ فتوّت ہے۔ پس امیرالمومنین نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا، اے اباسعد بن فضل بن ربیع بن مدرکہ بن نجیبہ بن صلت بن حریث بن اشعث بن سمیع ولیجی۔ تجھے کیا ہوگیا ہے جو مطلب کہ تو رکھتا ہے بیان کیوں نہیں کرتا اس شخص نے کہا، میں نے سُنا ہے کہ آپ جانشینِ رسُول ہیں اور حلّالِ مشکلات ہیں۔ میں قبیلۂ عقیمہ کا جو ساٹھ ہزار خانہ ہائے آباد ہیں۔ ان لوگوں نے مجھے ایک جوان کی میّت دے کر بھیجا ہے جس کو قبیلہ کے کسی شخص نے قتل کر دیا ہے قبیلہ میں سخت اختلاف پیدا ہوگیا ہے۔ قریب ہے کہ ہزاروں بیگناہوں کا خون بہہ جائے۔ آپ اگر اس کو زندہ کر دیں اور یہ اپنے قاتل کا نام بتلا دے تو یہ فساد فرو ہو سکتا ہے۔ میثم تمّار کہتے ہیں کہ امیرالمومنین نے مجھے حکم دیا کہ میں کوفہ کے گلی کوچہ میں یہ منادی کر دوں کہ جس کسی کو علیؑ ابنِ ابی طالب، برادرِ رسُول خدا کی، طاقتِ الٰہیہ کا مظاہرہ دیکھنا ہو تو

وہ آجائے چنانچہ ایک بڑی مخلوق جمع ہوگئی۔ امیرالمومنین نے اُس مرد اور اُسکے ساتھیوں کو بلایا۔ جوان کی لاش سامنے رکھی گئی۔ آپؑ نے پوچھا اس کے قتل کو کتنا زمانہ گذرا؟ اُس مرد نے کہا، اکتالیس روز قبل، رات کو اپنے بستر پر بہ آرام سویا، صبح کو مقتول پایا گیا۔ امیرالمومنین نے فرمایا، اِس کا قاتل اِس کا چچا ہے۔ کیونکہ اس کی لڑکی سے اس نے رشتہ کرنے کو انکار کر دیا تھا اُس شخص نے کہا۔ یا امیرالمومنین! جب تک آپ اسکو زندہ کر کے اس کی زبان سے قاتل کا نام نہ کہلوا دیں گے، فتنہ فرو نہیں ہو سکتا۔ امیرالمومنین نے پہلے حمد و ثنائے الٰہی فرمائی۔ رسولِ خدا پر درود و سلام بھیجا۔ پھر دعا کے لئے دستِ مبارک بلند کئے اور کہا کہ بنی اسرائیل کی گائے حق تعالیٰ کی نظر میں علیؑ سے زیادہ عزیز نہ تھی کہ سات روز کے بعد اس گائے کا ایک ٹکڑا مردہ کے جسم پر مارا اور مردہ زندہ ہوگیا، میں اپنے اعضاء کا ایک حصّہ اس کے جسم پر مارتا ہوں اور یقین کرتا ہوں کہ میرا عضوِ بدن، خدائے تعالیٰ کے نزدیک اس بقر (گائے) کے تمام اجزاء سے عزیز تر ہے (بقرۂ بنی اسرائیل کا واقعہ قرآن مجید میں تفصیل سے ہے دیکھنے والے دیکھ سکتے ہیں۔) پھر آپ نے آگے بڑھ کر ایک ٹھوکر ماری اور فرمایا:۔ یا مدرکہ بن حنظلہ بن یحییٰ" قم باذن اللہ" اللہ کے حکم سے اُٹھ بیٹھ! میثم تمّار کہتے ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ وہ جوان (مردہ) لبّیک لبّیک یا حجۃ اللہ:۔ کہتا ہوا اُٹھ کھڑا ہوا۔ حضرتؑ نے اُس سے پوچھا۔ تجھ کو کس نے قتل کیا ہے؟ اُس نے کہا کہ میرے چچا حارث بن غسان نے۔ آپ نے فرمایا اچھا جا اور اپنی قوم کو جا کر خبر دے۔ اُس نے کہا میں اب اپنی قوم میں واپس نہیں جانا چاہتا۔ باقی زندگی مولا آپ کے قدموں میں گذاروں گا۔ آپ نے اُس مرد سے کہا تو ہی جا کر قوم کو اپنی اِس امر سے مطّلع کر دے۔ اُس شخص نے بھی یہی بات کہی۔ کہ واللہ میں اب آپ کے قدموں سے جدا نہیں ہونا چاہتا۔ چنانچہ دونوں نے خدمتِ امیرالمومنین ہی میں زندگی گذار دی۔ اور جنگِ صفّین میں حقِّ وفاداری ادا کیا۔

معجزہ دیگر

کتاب روضۃ جو کتب معتبرہ اہلِ حدیث ہے، بہ سند صحیح عمار یاسر اور زید ابنِ ارقم سے روایت ہے کہ ہم ۱۷ صفر روز شنبہ کوفہ کی مسجد میں خدمتِ امیرالمومنینؑ میں حاضر تھے کہ یک لخت دروازۂ مسجد سے ایک شور بلند ہوا۔ معلوم ہوا کہ تقریباً ہزار آدمی مسلح درِ مسجد پر اذنِ دخول کے منتظر ہیں۔ حضرتؑ نے عمار یاسر کو حکم دیا کہ اندر بلا لو۔ اہلِ کوفہ جوق درجوق جمع ہونے شروع ہوئے۔ ایک عورت ان لوگوں کے ساتھ ایک ہودج میں بیٹھی ہوئی زار و قطار رو رہی تھی اور چلا چلا کر کہہ رہی تھی۔ اے دستگیرِ بے کساں اور اے فریاد رس فریاد کناں، آپ سے مدد چاہتی ہوں۔ مجھے اس شرمساری سے نجات دلایئے۔ اس کے بعد ایک ضعیف سن رسیدہ، بوڑھا آگے بڑھا اور امیرالمومنینؑ کو سلام کیا اور کہا یہ لڑکی مجھ بدنصیب کی ہے جس کی شاہزادگانِ عرب خواستگاری کرتے تھے۔ اس نے مجھے رسوا اور بدنام کر دیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ حاملہ ہے اور میں حیران ہوں۔ امیرالمومنینؑ نے دختر سے پوچھا کہ تیرا باپ کیا سچ کہتا ہے، کیا تو حاملہ ہے لڑکی نے رو رو کر کہا، میرا باپ اپنے خیال میں سچ ہی کہہ رہا ہے مگر اے مولا! قسم آپ کے حق کی کہ مجھ سے کوئی ایسا فعل سرزد نہیں ہوا جو خدا اور اس کے رسولؐ کے غضب کا باعث ہو، آپ میری مدد فرمایئے۔ امیرالمومنینؑ یہ سُنکر منبر پر تشریف لے گئے۔ اور حکم دیا کہ ایک دایہ کو لایا جائے۔ دایہ آئی اور ایک گوشہ میں اس لڑکی کا معائنہ کیا۔ پھر امیرالمومنینؑ سے کہا، لڑکی حاملہ تو ضرور ہے مگر یہ درست ہے کہ وہ باکرہ ہے۔ اس کے بعد امیرالمومنینؑ نے برف منگوانے کو کہا تو اس بوڑھے نے مجبوری ظاہر کی۔ یہ سُن کر آپ نے بر اعجاز برف منگوا کر دایہ سے مخاطب ہوئے کہ اس برف کو ایک برتن میں رکھ کر اس پر اس لڑکی کو بیٹھا دے۔ دایہ نے ایسا ہی کیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک کیڑا برآمد ہوا جس کا وزن

ستاون درم و دو دانگ تھا۔ آپ نے پھر فرمایا۔ عرصہ دراز کی بات ہے کہ یہ لڑکی کسی تالاب میں نہا رہی تھی کہ ایک چھوٹا کیڑا اس کے شکم میں داخل ہو گیا تھا۔ جو بڑا ہو کر آج یہ صورت اختیار کر گیا۔ یہ سن کر اس ضعیف نے بہ خلوص نیت کہا، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ عالم اور خدا کے رسولؐ کے وصیِ برحق ہیں۔

معجزہ دیگر

ابو ہریرہ سے منقول ہے کہ ایک روز صبح کی نماز ہم، رسولؐ کریم کے ساتھ پڑھ رہے تھے۔ بعد نماز ایک شخص انصار میں سے خدمتِ رسولؐ میں آ کر شاکی ہوا کہ راستے میں ایک آدمی کے کتے نے میرے کپڑے پھاڑ دیئے اور مجھے مجروح بھی کر دیا حتیٰ کہ میں نماز میں بھی شریک نہ ہو سکا۔ پھر دوسرے روز ایک شخص آیا اس نے بھی یہی شکایت کی رسولِ خدا اٹھ کر کتے کے مالک کے گھر پر تشریف لے گئے اور مالک سے کہا کہ تمہارے کتے نے ہمارے دو نمازیوں کو ستایا ہے۔ اسکو مار دینا ہی بہتر ہے۔ وہ شخص اگرچہ مسلمان نہ تھا مگر احترام پیغمبرؐ میں کتے کو باندھ کر کشاں کشاں لے آیا۔ کتے نے جب رسولؐ کو دیکھا بقدرتِ الٰہی گویا ہوا:۔ السّلام علیک یا رسول اللہ۔ مجھ سے جو شکایت ان لوگوں کو ہے وہ غلط ہے اس لئے کہ وہ مومن نہیں ہیں بلکہ منافق ہیں دشمنانِ جنابِ امیرؑ ہیں۔ جب گھر جاتے ہیں تو آپ کے ابنِ عمؑ کو ناسزا کہتے ہیں۔ آپؐ نے یہ سن کر کتے کے مالک سے فرمایا، اس کتے سے مشفقانہ سلوک کرے۔ یہ سن کر کتے کا مالک، حضورؐ کے قدموں پر گر پڑا اور پھر مسلمان ہو گیا۔ اس کے بعد بولا اے خدا کے رسولؐ! جب میرے کتے نے آپ کی رسالت کی گواہی دی تو میں کیا اس سے بھی گیا گذرا ہو گیا۔ لہٰذا میں گواہی دیتا ہوں کہ بلاشک و ریب آپ خدا کے رسولؐ ہیں۔ اور آپ کے ابنِ عمؑ وصیِ برحق ہیں۔ بعد ازاں اس کا سارا گھر مسلمان ہو گیا۔

معجزہ دیگر

بہ سند حضرت امام حسن عسکری علیہ السّلام سے روایت ہے کہ میں نے اپنے آبائے کرام اور انھوں نے حضرت امام حسینؑ سے نقل کیا ہے کہ صفا میں ایک درّاج (تیتر) نے آکر امیر المومنین کو سلام کیا اور کہا "یا ولیؑ اللہ! چار سو سال سے میں اس جگہ تسبیح و تہلیلِ خالق میں مشغول ہوں۔ امام حسینؑ فرماتے ہیں کہ والدِ بزرگوار نے سوال کیا کہ اِس مقام پر تو نہ سامانِ غذا ہے نہ نشانِ آب ہے۔ تو نے زندگی کس طرح گزاری؟ درّاج گویا ہوا، قسم اُس خدا کی جس سے آپ کے ابنِ عمّ (حضرت محمّد مصطفٰےؐ) کو رسالت کا مرتبہ بخشا اور آپؑ کو ان کا وصی قرار دیا جب میں بھوکا ہوتا ہوں تو آپ کے شیعوں کے لئے دُعا کرتا ہوں تو شکم سیر ہو جاتا ہوں اور جب پیاسہ ہوتا ہوں تو آپ کے دشمنوں پر لعنت بھیجتا ہوں اور میری پیاس دُور ہو جاتی ہے۔

معجزہ دیگر

کتاب "مناقب" ابنِ شہر آشوب میں زیاد ابنِ کلیب جو معتبر راویانِ اہلسنّت سے ہیں، نقل کیا ہے کہ میں مسجد بنی اُمیّہ میں بیٹھا ہوا تھا دمشق میں۔ محمّد بن سفیان اپنے احباب کے ساتھ داخلِ مسجد ہوا، بڑی تیزی سے مسجد میں گیا، اور فوراً واپس آیا، دو آدمی اس کو پکڑے ہوئے لا رہے تھے۔ وہ اندھا ہو گیا تھا۔ میں نے سوچا اس کو کیا ہو گیا ابھی بینا تھا اور ایک دم نابینا ہو گیا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ جب یہ خطبہ دینے منبر پر گیا تو اُس نے کہا جو علی پر سبّ و شتم نہ کرے گا اُس پر میں سبّ و شتم کروں گا۔ یہ کہنا تھا کہ اُس کے دونوں آنکھوں کی بصارت ختم ہو گئی۔ وہ چلّایا لوگ دوڑے

اور اُس پر لعنت کرنے لگے اور یہ منفعل ہو کر اب گھر کو نابینا ہو کر واپس جا رہا ہے۔

معجزۂ دیگر

آپؑ کے معجزات میں سے معجزہ طے الارض ہے جو بار ہا آپ سے صادر ہوا ہے۔ ابنِ شہر آشوب نے کتاب "مناقب" میں اور کتاب خرائج وجرائح میں یہ روایت زادان سے منقول ہے کہ میں نے سلمانؑ فارسی کی نمازِ میّت پڑھاتے ہوئے حضرت علیؑ کو دیکھا۔ اسی کتاب میں تحریر ہے کہ ایک صبح امیرالمومنین مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا کہ میں نے آج رات رسولؐ خدا کو خواب میں دیکھا کہ مجھے حکم دیا "تم مدائن جا کر سلمانؑ فارسی کی تجہیز وتکفین اور نمازِ جنازہ پڑھاؤ" لہٰذا میں جا رہا ہوں۔ یہ کہہ کر آپ روانہ ہو گئے۔ وقتِ ظہر جب لوگ مسجد میں آئے تو آپؑ کو مسجد میں دیکھا کہ آپؑ فرما رہے ہیں کہ میں ابھی ابھی مدائن سے (بعد تجہیز وتکفین اور نماز جنازہ پڑھا کر) آرہا ہوں۔ لوگوں کو یقین نہ آیا۔ بعد میں ایک خط مدائن سے آیا کہ فلاں روز سلمانؑ فارسی نے انتقال کیا، اور ایک شخص نورانی صورت نے نماز جنازہ پڑھا کر چشم زدن میں غائب ہو گیا۔

پھر لوگوں نے جب خط میں تاریخ دیکھی تو وہ وہی تاریخ تھی جس روز امیرؑالمومنین نے اپنی مدائن کی روانگی کا تذکرہ کیا تھا۔

مُعجزہ دیگر

خداوند عالم نے اپنے "اسماءِ اعظم" ہر نبی کو تعلیم فرمائے اور سب سے زیادہ، سیّد الانبیاء اور سیّد الاوصیاء (وصیِ محبوبؐ خدا) کو تعلیم فرمائے جس کا اثر یہ تھا کہ جو دعا بھی آپ ان کے توسّل سے مانگتے قبول ہو جاتی۔ جو زبان سے فرماتے فوراً ظہور پذیر ہو جاتا چنانچہ ایک روز ایک خارجی اور ایک دوسرے شخص میں نزاع ہوا اور مقدمہ امیرؑالمومنین

کے سامنے پیش ہوا آپؑ نے فیصلہ خارجی کے خلاف دیا۔ وہ بگڑا اور کہا آپ نے فیصلہ عدالت کے خلاف کیا۔ آپ کو یہ بات ناگوار گذری، برافروختہ ہو کر فرمایا۔ اخسئا یا عبد واللہ۔ فی الفور وہ خارجی کتا ہو گیا اور لباس ہوا میں اڑ گئے۔ وہ روتا تھا اور دم ہلاتا تھا۔ آپؑ کو اس پر رحم آیا اور پھر اس کو اصل شکل میں کر دیا یعنی آدمی بنا دیا۔

حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا یا امیرالمومنین جب آپکی بارگاہِ الٰہی میں یہ منزلت ہے کہ صرف ایک جملہ جو کتےؑ کے واسطے مخصوص ہے کہنے سے آدمی کتا ہو گیا تو پھر جنگ صفین جو معاویہ سے ہوئی اُس میں آپؑ کو لشکر کی کیا ضرورت تھی اور اسلحہ کیوں درکار ہوئے؟ آپؑ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ کا حکم ہے کہ اپنی حجّت بندوں پر تمام کرے۔ دوست و دشمن کی پہچان ہو جائے۔ اہلِ بہشت اور اہلِ دوزخ میں امتیاز ہو جائے۔ ہمیں بددعا کرنے کی اجازت نہیں ہے ورنہ ان کے فنا کر دینے میں میرا ایک لمحہ بھی خرچ نہ ہو۔ کیا تم نے نہیں سنا کہ وصیِ حضرت سلیمانؑ یعنی آصف برخیا نے چشم زدن میں تختِ بلقیس دربارِ حضرت سلیمانؑ میں حاضر کر دیا تھا۔ رسولِ خدا اور اُن کا وصی، خدا کے نزدیک حضرت سلیمانؑ اور ان کے وصی سے زیادہ گرامی تر ہیں۔ پس اگر کسی امر میں بددعا نہ کریں تو اُس میں ضرور مصلحتِ خداوندی مضمر ہے۔

معجزہ دیگر بیان خلیفہ ہارون رشید

امیرالمومنین اور ائمہؑ طاہرین کے معجزات زمانۂ حیات اور بعد زمانۂ حیات بے شمار ہیں کیونکہ شہداء راہِ خدا میں جان دیکر زندہ رہتے ہیں۔ ہم اس کتاب میں ایک حکایت، جو کتب شیعہ اور اہلبیت دونوں میں مندرج ہے، تحریر کر کے بہ نظرِ اختصار ختم کرتے ہیں۔

روایت ہے کہ واقدی نے کہا کہ میں ہارون رشید کے پاس گیا اُس وقت بہت سے علماء بھی جمع تھے۔ ہارون رشید نے شافعیؒ سے کہا، اے ابنِ عم! فضائلِ علیؑ میں کتنی معتبر احادیث تمہیں معلوم ہیں؟ شافعی نے جواب دیا۔ پانچ سو سے کچھ زیادہ۔ پھر ہارون رشید

محمد ابن اسحاق کی طرف متوجہ ہوا' تمہیں کتنی حدیثیں معلوم ہیں؟ اُسنے کہا' ہزار سے زیادہ' پھر محمد ابن یوسف سے مخاطب ہو کر پوچھا' تم بتلاؤ؟ اُسنے کہا کہ جان کی اَمان کا وعدہ ہو تو کہوں۔ ہارون رشید نے نہایت مختصر میں کہا "اَمن باش"۔ یہ سن کر محمد ابن یوسف نے کہا' اے خلیفہ! پندرہ ہزار احادیث معتبر فضائل علیؑ میں مجھ تک پہونچی ہیں۔ اِس کے بعد مجھ (واقدی) سے دریافت کیا کہ اس سلسلہ میں تمہارا کیا خیال ہے؟ میں نے کہا' مجھے اگر محمد ابن یوسف سے زیادہ نہیں تو کم بھی نہیں۔

پھر ہارون رشید نے سب سے مخاطب ہو کر کہا۔ وہ فضیلتِ علیؑ جو میں نے دیکھی ہے اور جس کی وجہ سے میں نے ظلم و تعدّی اولاد علیؑ پر ترک کر دیا ہے۔ بیان کروں۔ سب نے یکزبان ہو کر کہا' ضرور امیر المومنین فرمائیں۔ ہارون رشید نے کہا۔ یوسف بن حجاج جو دمشق میں میرا نائب ہے اُس نے مجھے لکھا کہ دمشق میں ایک خطیب ہے جو علی ابن ابیطالب کو برسرِ منبر بُرا بھلا کہتا ہے اور منع کرنے سے باز نہیں آتا۔ اس کے بارے میں آپ کا کیا حکم ہے۔ میں نے لکھا کہ اس کو گرفتار کر کے میرے پاس بھیجدو۔ جب وہ آیا تو میں نے اُس سے پوچھا تو حضرت علی کو بُرا کیوں کہتا ہے اُس نے جواب میں کہا' میں علی کو اس لئے بُرا کہتا ہوں اور کہتا رہوں گا کہ اُسنے میرے اَجداد کو قتل کیا ہے۔ میں نے کہا علیؑ نے جس کو قتل کیا ہے وہ حکمِ خدا و رسول سے کیا ہے۔ توبہ کر ورنہ سخت سزا دُوں گا۔ اُس نے توبہ کرنے سے انکار کر دیا۔ میں نے حکم دیا کہ اس کے "سو" تازیانے لگاؤ۔ اور ایک حجرہ میں بند کر دو۔ کل پھر اصل سزا دی جائے گی۔ چنانچہ میرے حکم پر بعد تازیانے لگانے کے حجرے میں بند کر دیا گیا۔ رات کو اسی فکر میں سو گیا کہ کل اس کو کیا سزا دینی چاہیئے۔ اسی اثناء میں نے دیکھا کہ دَرہائے آسمان کھل گئے ہیں۔ اور رسولِ خدا' حضرت علیؑ۔ جبرئیل وغیرہ موجود ہیں۔ جبرئیل کے ہاتھ میں ایک جام ہے۔ اور رسولِ خدا نے فرمایا' یہ جام علیؑ کو دے دو اور احبابِ علیؑ کو ندا دو۔ چنانچہ چالیس آدمی شیعیانِ علیؑ سے آئے جن کو میں پہچانتا تھا۔ علیؑ نے اس جام سے سب کو سیراب کیا اور پھر فرمایا' اُس دمشقی کو لاؤ۔ جب وہ لایا گیا تو وصیِ مصطفےٰ نے آنحضرت سے کہا' یا رسول اللہ! اس مرد سے آپ نہیں پوچھتے کہ یہ کیوں مجھے بُرا کہتا ہے۔ رسول خدا نے اس سے پوچھا کہ کیا یہ بات صحیح ہے؟ اُس

نے کہا ہاں۔ رسُولِ کریم نے دستِ دُعا بلند فرمائے کہ اے خدا اس کو مسخ فرما۔ علیؑ کا انتقام لے۔ اور عذابِ الیم میں مبتلا فرما۔ استنے میں میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے پھر حکم دیا کہ اس شقی کو میرے پاس لاؤ۔ وہ جب آیا تو مسخ ہو کر کتّا ہو چکا لیکن اس کے کان آدمی جیسے تھے۔ آنسو برابر جاری تھے۔ بار بار سر اور دُم ہلاتا تھا گویا عذر خواہی کر رہا ہو۔ میں نے حکم دیا کہ اسی حجرے میں اس کو بند رکھّو۔ عوام کے اصرار پر دوبارہ دربار میں لایا گیا۔ لوگ دیکھ کر بے حد متعجب و ششدر ہوئے۔ شافعی نے کہا یہ مسخ ہو چکا ہے اب اس کو مزید سزا نہ دینی چاہیئے۔ چنانچہ اسی حجرہ میں اس کو پھر بند کرا دیا۔ ابھی کچھ زیادہ دیر نہ ہوئی تھی۔ کہ ایک صدائے ہولناک بلند ہوئی جب معلومات کی تو معلوم ہوا کہ بجلی چھت توڑ کر اندر داخل ہوئی اور کتّے کو خاکستر بنا گئی۔ ہارون رشید نے کہا کہ تم سب گواہ رہنا کہ میں نے "علویوں" پر ظلم و سختی کرنے سے توبہ کر لی ہے۔

دربیان قضایا

ہم مختصراً چند قضایا اُن بے شمار قضایا میں سے جو بابِ مدینۃ العلم اور خطیبِ منبرِ سلونی نے فیصل فرمائے۔ بطور نمونہ مشتے از خروارے پیش کر رہے ہیں۔ صرف دورِ خلافتِ ثلاثہ ہی کے اس قدر قضایا ہیں کہ تمام کتب فریقین نے اعتراف کیا ہے کہ صرف دورِ خلافت میں بہتّر ایسے قضایا آپؑ نے طے فرمائے۔ جس پر خلافت ثانیہ کو اعترافِ فضیلت کرنا پڑا۔

قضایائے دورِ خلافتِ ثانی

دو عورتوں میں پسر اور دختر کے بارے میں جھگڑا ہُوا۔ ہر عورت یہ کہتی تھی کہ لڑکا میرا ہے اور لڑکی دوسری کی۔ مقدمہ خلیفہ ثانی (دوم) کے روبرو پیش ہُوا بعد غور و فکر کے جب نتیجہ نہ نکلا تو حضرت علیؑ کو بُلوا بھیجا آپؑ تشریف لائے۔ آپ کے سامنے یہ واقعہ بیان کیا گیا۔ امیرالمومنین نے دو شیشیاں طلب فرمائیں۔ پھر آپؑ نے دونوں عورتوں سے کہا کہ اپنا اپنا دودھ ایک ایک شیشی

میں بھر دیں۔ پھر آپ نے اس دودھ کا وزن کیا گیا، چنانچہ ایک شیشی کا دودھ زیادہ وزنی تھا۔ آپ نے حکم دیا کہ "لڑکا" اس کو دے دیا جائے جس کا دودھ وزنی ہے اور "لڑکی" اس کو دیدی جائے جس کا دودھ ہلکا ہے۔ حکومت نے آپ سے پوچھا کہ ایسا کیوں ہے۔ آپؑ نے فرمایا، پروردگار نے :- وَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ج۔ ترکہ میں لڑکے کا حصّہ، لڑکی کے حصّہ سے دوگنا قرار دیا ہے۔ (سورۃ النساء آیت ۱۱)

قضیہ دیگر ایک شخص نے کسی کے بیٹے کو قتل کر دیا تھا۔ خلیفہ دوم نے قاتل کو گرفتار کرا کے مقتول کے حوالہ کر دیا اس نے قاتل کو کافی زخمی کر دیا اور سمجھا کہ اب یہ ختم ہو گیا، چھوڑ کر چلا گیا۔ ابھی اس میں جان باقی تھی اسی اثناء اس کے عزیز آئے اور اسے اٹھا لے گئے گھر جا کر علاج کیا اور وہ کچھ عرصہ بعد تندرست ہو گیا۔ ایک دن گھر سے نکلا اچانک راہ میں، مقتول کا باپ مل گیا، اس نے دیکھا اس کو پکڑ کر دربارِ خلافت میں پیش کر دیا۔ وہاں سے قتل کا حکم ہو گیا جب یہ خبر حضرت علیؑ کو ملی تو فوراً پہونچ کر خلیفہ سے فرمایا، اس مرد کے حق میں کیسا فیصلہ کیا ہے؟ اور پھر مقتول سے بولے، کیا تم نے اس سے بدلہ نہیں لے لیا؟ مقتول کے باپ نے جواب دیا میرے لڑکے کا خون ہوا ہے۔ ہم ابھی اس سے اور بدلہ لیں گے۔ آپؑ نے فرمایا، اچھا اگر تو اس سے اپنے بیٹے کے خون کا انتقام لینا ہی چاہتا ہے۔ تو یہ بھی تجھ سے ان ضربتوں کا جو تو نے اس پر لگائی ہیں، بدلہ لینے کا حق رکھتا ہے۔ چنانچہ پہلے یہ تمہارے ضربتیں لگا لے اور وہ زخم تمہارے درست ہو جائیں تب تم بدلہ لے سکتے ہو۔ یہ سن کر اس نے اس کو معاف کر دیا۔ یہ واقعہ سنا تو خلیفۂ دوم نے فوراً دعا کے ہاتھ بلند کر دیئے اور پھر کہا کہ شکر ہے اس خدا کا جس نے تم "اہلبیتؑ" کو حلالِ مشکلات بنایا۔

قضیہ دیگر انس بن مالک سے روایت ہے کہ درعہدِ خلافتِ ثانیہ، ایک درویش کے پاس ایک بکری تھی اس کو اپنے بچوں کے لئے ذبح کیا کھال اتارتے اتارتے اسے پیشاب کرنے کی شدید حاجت ہوئی۔ خون آلود چھری لئے ایک خرابے کی طرف ہو لیا۔ جب وہاں پہونچا تو دیکھا کہ ایک شخص کی لاش (جس کا سر تن سے جدا تھا) پڑی ہے۔ وہ بیحد متحیر ہوا۔ اتنے میں کچھ لوگ آ گئے۔ انھوں نے خون آلود چھری اس کے ہاتھ میں

دیکھی۔ سب نے مل کر اسے پکڑ لیا اور لے جا کر دربارِ خلافت میں پیش کر دیا۔ خلیفہ نے اُسے قتل کا حکم دے دیا۔ جب اسے قتل کے لئے لیجانے لگے تو ایک شخص اور آگیا اور آکر بولا اصل قاتل میں ہوں اس کو چھوڑ دو۔ یہ خبر جب خلیفہ کو ہوئی تو دوسرا حکم دے دیا کہ اس اقبالی مجرم کو قتل کر دو۔ جب حضرت علیؑ کو معلوم ہوا تو فرمایا عمر ابنِ خطّاب سے کہدو کہ اس کو قتل نہ کرائیں۔ خلیفہ دوم نے جب بات سُنی تو کہا سبحان اللہ! یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ ایک شخص اقبالی قاتل ہو اور اسکو قتل نہ کیا جائے۔ اِتنے میں حضرت علیؑ خود پہونچ گئے۔ خلیفہ ثانی نے قتل نہ کرنے کا سبب پوچھا۔ آپؑ نے فرمایا کہ اگرچہ اس نے ایک شخص کو قتل کیا ہے لیکن ایک کی جان بھی تو بچائی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ وَمَنْ اَحْیَاھَا فَکَاَنَّمَا اَحْیَی النَّاسَ جَمِیْعاً ط جس نے ایک نفس کو زندہ کیا، گویا اس نے بہت سے نفسوں کو زندہ کیا۔ (سورۃ المائدہ آیت نمبر ۳۲)۔ لہٰذا اس کا قتل لازم نہیں۔ اللہ اکبر کا نعرہ بلند ہوا۔

قضیہ دیگر ایک تاجر نے اپنے لڑکے کو غلام کے ہمراہ تجارت کے لئے روانہ کیا اور دونوں شکل و صورت، قد و قامت میں ایک جیسے تھے غلام کی تحکمانہ سختیوں سے عاجز آکر آقا کا لباس پہن کر کہنے لگا کہ آقا میں ہوں اور تو غلام ہے۔ اس کو کوئی قاضی اور حاکم طے نہ کر سکا کہ آقا کون ہے اور غلام کون۔ یہ معاملہ امیرالمومنین تک پہونچا، آپؑ نے اپنے غلام (قنبر) کو حکم دیا کہ دیوار میں ایسے دو سوراخ کر دے کہ دونوں کے سر اُس میں آسانی سے جا سکے۔ اور پھر دونوں کے سر اُس سوراخ سے باہر نکال دے۔ پھر جو میں حکم دوں اُس پر عمل کرے پھر آپؑ نے تلوار قنبر (غلام) کے ہاتھ میں دی اور بہ آواز بلند حکم دیا کہ ایک وار میں غلام کا سر اُڑا دے۔ اِس آواز کے سُنتے ہی اصل غلام نے سوراخ سے سر کو کھینچا۔ سر کے کھینچتے ہی معلوم ہو گیا کہ آقا کون ہے اور غلام کون۔ اس کے بعد آپنے غلام سے تنبیہہً فرمایا کہ توبہ کرے کہ آئندہ سے ایسی حرکت نہیں کرے گا۔

قضیہ دیگر عہدِ خلافتِ ثانیہ میں ایک عجیب قضیہ پیش ہوا۔ ایک دولتمند تاجر کا اِنتقال ہوا اور اُس نے صرف ایک لڑکی اور تین غلام چھوڑے۔ اور یہ وصیت کی کہ ایک غلام کے ساتھ میری لڑکی کی شادی کر دی جائے اور میری جائیداد اُسکو

دیدی جائے۔ دوسرے غلام کو نصف جائیداد دے دی جائے۔ اور تیسرے غلام کو قتل کر دیا جائے مگر اس کا نام بتلانا بھول گیا اور فوت ہو گیا۔ یہ تینوں غلام دربارِ خلافت میں حاضر ہوئے اور ہر ایک یہ دعویٰ کرتا تھا کہ لڑکی کی شادی میرے ساتھ ہونی چاہیئے۔ خلیفۂ وقت پریشان تھے کہ کس طرح اس کا فیصلہ کیا جائے۔ مشیروں اور عالموں نے بڑی کاوش کی مگر فیصلہ کرنے سے قاصر رہے۔ جب اس قضیہ کی کافی شہرت ہوگئی تو ایکدن خلیفۂ وقت نے امیر المومنین علیؑ ابنِ ابی طالب کو اس قضیہ کے فیصلہ کو بلوایا۔ ادھر دانشورانِ یہود و نصاریٰ بھی فیصلہ سننے کو پہنچے اتنے میں بابِ مدینۃ العلم۔ وصیِ رسولِ خدا، دربارِ خلافت میں تشریف لائے۔ اور فرمایا، مدعیان حاضر کئے جائیں۔ اور خود الگ تنہا جا بیٹھے۔ سب سے پہلے ایک غلام کو بلایا اور فرمایا کہ ہم نے یہ طے کیا ہے کہ جو اس تاجر مرحوم کی قبر کھود کر اس کا سر قلم کر کے لے آئے گا، لڑکی کی شادی اُس کے ساتھ کر دی جائے گی۔ کیا تم اس پر تیار ہو۔ غلام نے کچھ دیر سوچ کر کہا، یا امیرؑ المومنین میرا ضمیر اجازت نہیں دیتا کہ میں اپنے مربّی کی قبر کھود کر سر کاٹوں۔ لڑکی کی شادی کسی دوسرے سے کر دیجئے۔ آپؑ نے فرمایا، تمہاری مرضی، جاؤ باہر۔ پھر دوسرے غلام کو بلایا۔ اُس سے بھی یہی شرط پیش کی۔ اُس نے کہا، اچھا، اور وہاں سے اٹھ کر چلا گیا مگر تھوڑی ہی دیر میں واپس آیا اور امیرؑ المومنین سے بولا، میں نے سوچا اور پھر یہ فیصلہ کیا کہ محض ایک لڑکی سے شادی کرنے کے بدلے اتنا بڑا گناہ کا مرتکب ہوں، قطعی غلط ہے یہ کام مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ لڑکی کی شادی کسی اور سے کر دیجئے۔ یہ سنکر آپؑ نے اسے باہر جانے کا حکم دیا۔ پھر تیسرے غلام کو بلایا۔ اس سے بھی یہی شرط پیش کی۔ اس نے وعدہ کیا کہ ضرور میں اس شرط کو پوری کروں گا۔ اور وہ وہاں سے چل پڑا۔ اور قبر کھودنے لگا۔ ادھر آپؑ نے اُسی وقت (اُس کے جانے کے بعد) دو آدمی اس کے پیچھے روانہ کر دیئے۔ کہ یہ جب قبر کھود لے اور لاش کے تن سے سر جدا کرنے لگے، تو فوراً اُسے پکڑ کر میرے پاس لے آؤ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب وہ پکڑ کر آ گیا۔ تو آپؑ نے اپنا فیصلہ اسطرح سنایا:۔ "پہلا غلام جس نے سنتے ہی انکار کر دیا تھا۔ اُسی کے ساتھ لڑکی کی شادی کر دی جائے۔ اور اُسے نصف جائیداد بھی دے دی جائے۔ دوسرا غلام جس نے فوراً واپس آکر انکار کر دیا تھا۔ اُسے باقی نصف جائیداد دے دی جائے۔ تیسرا غلام جس نے قبر کھود کر سر کاٹنا چاہا تھا۔ اسکو کسی وصیت پر سر عاقل

تو نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں میں اس کو ان دونوں کی غلامی میں دیتا ہوں" یہ فیصلہ سُن کر ہر طرف سے اَحسنت اَحسنت کی آوازیں بلند ہوئیں۔

فصل دوازدہم

بارھویں فصل ذکرِ اعدادِ اوصیاء جو بعد سیّد الانبیاء منصوص من اللہ ہوئے

نام اوصیاء اور ہر ایک کے القاب و کُنیت مختصر ترین فضائل

اس سے قبل بھی ذکر کیا گیا ہے کہ یہ عالم عالمِ فساد ہے۔ ایک حجّتِ خدا کا ہونا ہر وقت ضروری ہے جو کہ اَنبیاء و مُرسلین اور بعد نبی ان کے اَوصیاء خواہ وہ ظاہر و موجود ہوں یا غائب و پوشیدہ ہوں تاکہ حفظ کتابِ خدا اور حفظ سنّتِ رسُولِ خدا کا فریضہ انجام دیتے رہیں اور یہ بھی ضروری ہے کہ وہ معصوم ہوں تاکہ احکام شریعت میں کسی غلطی کا احتمال نہ رہے اور ایسے اَوصیاء بارہ ۱۲ صرف فرقۂ اثنا عشری ہی پیش کر سکتا ہے جو کہ سب معصوم تھے۔ مسلم۔ حمیدی اور دوسرے اکابر علماءِ اہلسنّت نے تواتر سے لکھا ہے کہ" رسُولِ خدا نے فرمایا کہ میرے بعد بارہ ۱۲ خلیفہ ہوں گے جو کہ سب قریش سے ہوں گے۔ اور بارہویں خلیفہ کی عمر طویل سے طویل تر ہوگی کیونکہ قیامِ عالم تک صرف "بارہویں" ہی کا قیامت تک زندہ رہنا اسی صورت میں ہو سکتا تھا کہ اس کو قادرِ مطلق (خدا) قدرتِ کاملہ سے وقتِ معلوم تک پردۂ خفا میں پوشیدہ رکھے، خلیفہ بارہ ۱۲ ہوں گے یہ متفق فریقین حدیث ہے۔ بارہ ۱۲ کے نام کیا ہیں؟ اس کو مختلف راویانِ اہلسنّت نے بڑے معتبر راویوں سے لکھا ہے" امام احمد بن حنبل اپنی "مسند" میں عبّاس بن مُطّلب سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسُولِ کریم نے، "اے چچا! خداوندِ عالم میری ذرّیت میں سے بارہ ۱۲ کو خلیفہ قرار دے گا جس کا بارہواں ۱۲ "مہدی" ہوگا۔ جو ایک رات میں اصلاح عالم کر دے گا۔ اور یہ حدیث بھی مشہور ہے کہ رسُول اللہ نے فرمایا "میں تم میں دو چیزیں چھوڑے

جاتا ہوں کتابِ خدا اور میری عترت، جو کبھی جدا نہ ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ، جب کتابِ خدا موجود ہے تو عترتِ رسولؐ بھی بمطابق فرمانِ رسولؐ ضرور موجود ہونا چاہیئے۔ از آنجملہ یہ حدیث بھی متواتر اور مشہور ہے کہ فرمایا، رسولِ خدا نے امام حسینؑ کی طرف اشارہ کر کے کہ میرے اس فرزند سے جو کہ امام ہے، نوؑ اور امام ہوں گے جن کا آخری "مہدی" ہوگا۔ جو آج بھی موجود اور زندہ ہے اور خلق کو اسی طرح فائدہ پہونچا رہا ہے جیسے آفتاب پسِ پردہ ابر فیض رساں ہے، اور بحمد اللہ دینِ رسولؐ ان کی بدولت آج بھی مطابق مرضیِ رسولؐ ان کے پیروں کے اسلام و ایمان کو جلا بخش رہا ہے۔" امام بارہؑ ہی کیوں ہیں؟"

ضرورت امام اور وجود امام کے ہر دور اور ہر زمانہ میں ثابت ہو جانے کے بعد ہم تمام ان مباحث اور اختلافات کو پسِ پشت ڈالتے ہوئے کہ کسی جماعت یا فرقہ کی دل آزاری نہ ہو۔ صرف اپنے فرقہ کے نوجوانوں سے ہم کہنا چاہتے ہیں کہ وجودِ امام جو کہ ہمارے یہاں قرآن و حدیث سے ثابت ہے اور ہمارا جزوِ ایمان ہے حتّٰی کہ امامت ہمارے اصولِ دین میں شامل ہے۔ ہاں دوسرے فرقے اسی امامت اور خلافت کو جسے آج کسی مصلحت کی بناء پر انکار کرتے ہیں۔ اتنا ہی ضروری سمجھتے ہیں کہ تجہیز و تکفین رسولؐ بھی اتنی ضروری نہیں۔ اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ آئمہ بارہؑ کیوں ہیں۔ ان تمام ادلّہ میں سے جن کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے ایک یہ ہے کہ حضرت آدمؑ سے نبیِ آخر الزّمان تک پانچؐ صاحبِ شریعت نبی اور رسول، گذرے اور مطابق سنّتِ الٰہی، ہر ایک کے بارہؑ خلیفہ ہوئے۔ اور سنّتِ الٰہی کبھی تبدیل نہیں ہوئی۔ حضرت آدمؑ، حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسٰیؑ، حضرت عیسٰےؑ، کی طرح ہمارے نبی سردارِ انبیاءؐ کے جانشین (امام) بھی بارہؑ ہی ہوں۔ لہٰذا خدا نے آپؐ کے بارہؑ خلیفہ قرار دیئے جن کے نام تک معتبر کتب اہلسنّت اور تمام "شیعہ" تفاسیر میں موجود ہیں۔ سوال یہ ہوتا ہے کہ جب اتنی وضاحت سے پیغمبرِ اسلامؐ نے اپنے اوصیاء کو نام بنام بتلا دیا تو کیا وجہ ہے کہ لوگوں نے ان کو ماننے سے انکار کر دیا۔ اس کا جواب تفصیل سے دیا جا چکا ہے۔ مگر اس ترجمہ میں ہم صرف اتنا کہدینا کافی سمجھتے ہیں کہ انبیاءؑ و رسل کو باوجود بیّن دلائل اور معجزات کے لوگوں نے نہ مانا تو کیا ان کی نبوّت اور رسالت

معطّل ہوگئی۔ اوصیاء سید المرسلین کو کوئی مانے یا نہ مانے، وہ ہر حالت میں وصیٔ برحق ہیں ان کا قید و بند میں ہونا اور مقتول ہونا کسرِ شان کا باعث نہیں بلکہ پیشِ خالق اِنکا مرتبہ ان دُنیوی شدائد سے کچھ اور بُلند ہو جاتا ہے جس طرح انبیاء پر شدّتیں ہوئیں، ساری قوم نے اِنکار کر دیا مگر وہ پھر بھی رسول و نبی رہے۔ اب رہا یہ سوال کہ بارہ ۱۲ کیوں؟ تو اس کو ذرا تفصیل سے ہم بیان کرتے ہیں۔

ذرا دُنیا، اُمورِ دُنیا اور اس دُنیا کے نظام کی بدلتی ہوئی حالت پر نظر ڈالیے، تو رات اور دِن ہمیں بحالتِ اعتدال بارہ گھنٹے کے نظر آتے ہیں۔ اور سال پر نظر ڈالیں تو وہ بھی بارہ ۱۲ مہینے ہیں۔ نظامِ شمسی پر نگاہ ڈالیں تو آٹھویں آسماں پر بارہ ۱۲ بُرج دکھائی دے دینگے۔ گویا آسمانِ نبوّت کے بارہ ۱۲ بُرجِ امامت ہیں۔ کیونکہ یہ بارہ ۱۲ جانشین اپنے خدا و رسول کے نام کی بقا کا سبب ہوتے ہیں۔ اس لئے بھی یہ اشارہ کر دیا گیا کہ "لاالٰہ الّا اللہ محمّد رسول اللہ" میں بھی بارہ ۱۲، بارہ ہی حروف ہیں۔ جن کی بقا کے یہ بارہ ۱۲ امام ضامن ہیں۔

امامتِ اثنا عشر پر اگرچہ دلائل عقلی و نقلی بیشمار ہیں۔ ہم صرف ایک حدیث جس سے اسماءِ معصومین کی نشاندہی ہو جائے نقل کر رہے ہیں۔ صاحبِ نصوص نے اپنے "رسالہ" میں عبداللہ بن عباس سے روایت کی ہے کہ "نعثل نامی یہودی، خدمتِ رسول میں حاضر ہوا اور کہا، ہمارے نبی موسیٰ بن عمران نے وصیّت کی کہ یوشع بن نون میرا خلیفہ ہوگا۔ آپ کا خلیفہ کون ہوگا؟ آپ نے فرمایا، میرا خلیفہ میرے بعد علیؑ ابنِ ابی طالب ہے اس کے بعد اس کے بیٹے (یکے بعد دیگرے) یعنی پہلے حسنؑ پھر حسینؑ ہوں گے۔ اور پھر حسینؑ کی اولاد سے نو ۹ خلیفہ (امام) ہونگے۔ نعثل نے کہا، اُن کے نام بھی بتلا دیجئے؟ آپ نے فرمایا، حسینؑ کے بعد اُس کا بیٹا علیؑ اُس کے بعد محمّدؑ، اُس کے بعد جعفرؑ، اُس کے بعد موسیٰؑ، اُس کے بعد علیؑ، اُس کے بعد محمّدؑ، اُس کے بعد علیؑ، اُس کے بعد حسنؑ، اُس کے بعد آخری خلیفہ حجۃ اللہ بن حسنؑ ہوگا۔ یہ سب بارہ ۱۲ خلفا ہوں گے۔ نعثل نے پھر کہا، بہشت میں ان کی جگہ کونسی ہوگی؟ رسولِ خدا نے فرمایا، بہشت میں یہ سب میرے ساتھ ہوں گے۔ یہ سُن کر نعثل نے کہا، میں گواہی دیتا ہوں کہ سوائے خدا کے کوئی اور خدا نہیں ہے۔ اور آپ اس کے رسول ہیں۔ اور گواہی دیتا ہوں کہ بے شک یہ آپ کے اوصیاء ہیں

مَیں نے اپنی کتاب میں پڑھا ہے آخر زمانہ میں ایک پیغمبر ہو گا جس کا نام "اَحمد" ہو گا۔ اور اس کی ذرّیت سے بارہ[۱۲] خلیفہ ہوں گے

عبداللہ بن مسعود اُور اپنی اَسناد میں از ابی سعید خدری نے نقل کیا ہے کہ فرمایا رسُول خدا نے کہ میرے بارہ[۱۲] خلیفہ ہوں گے۔ نو[۹] میرے نواسے حسینؑ کی اولاد سے ہوں گے۔ جن کا آخری "مہدیؑ" ہو گا۔ اور یہی روایت بکثرت راویوں نے۔ از ابی سعید۔ سلمان فارسی۔ ابوہریرۃ جابر ابن عبداللہ انصاری۔ ابو ایوّب انصاری۔ عمّار ابن یاسر۔ حذیفہ ابن اَسید۔ عمران ابن حصین۔ زید ابنِ ثابت۔ اَبی اُسامہ۔ سعد ابنِ زرارہ۔ حذیفہ ابنِ یمانی۔ ابوقتادہ انصاری انس ابنِ مالک۔ سعد ابنِ مالک۔ علیؑ ابنِ ابیطالب۔ امام حسنؑ اور امام حسینؑ۔ نیز عورتوں میں سے اُمّ سلمہ۔ فاطمہؑ زہرا اور عائشہ۔

اب تک ہم نے کتاب "حدیقۃ الشّیعہ" کے بے شمار صفحات چھوڑ کر نہایت اختصار سے ذکرِ امیر المومنین اور فضائلِ علیؑ ابنِ ابیطالب کی کچھ جھلکیاں پیش کیں۔ صاحبِ کشف الغمّہ لکھتے ہیں کہ امیر المومنینؑ کے اولادِ ذکور چودہ[۱۴] اور اولادِ اناث اُنیس[۱۹] تھیں۔

جنابِ فاطمہ زہراؑ کے بطن سے امام حسنؑ و امام حسینؑ اور دو دختران جناب زینبؑ و اُمِّ کلثومؑ پیدا ہوئیں۔ بقیہ اولاد مختلف البطن سے ہوئیں۔ امیر المومنینؑ کی عمر ترسیٹھ[۶۳] سال تھی۔ آپکا قاتل عبدالرّحمٰن ابن مُلجم ملعون تھا۔ ابنِ ملجم کا ایک واقعہ قابلِ ذکر ہے۔ کشف الغمّہ اور فصول المہمہ میں ابوالقاسم حسین ابنِ محمّد۔ ابن رقا سے روایت ہے کہ میں نے مسجدِ حرام میں مقامِ ابراہیم میں ایک راہب کو دیکھا جس کے چاروں طرف لوگوں کا کثیر مجمع تھا۔ اور وہ اپنے مُسلمان ہونے کی داستان سُنا رہا تھا ـــــ کہہ رہا تھا کہ مَیں اپنے صومعہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ دیکھا ایک عظیم پرندہ آ کر ایک چٹان پر بیٹھا، پھر اس نے قے کی جس میں ایک چہارم آدمی خارج ہوا پھر اُڑ گیا کچھ دیر بعد آیا اور چہارم آدمی اور قے کے ذریعہ خارج کیا۔ اسطرح چار مرتبہ اُڑا اور آیا اور قے کرتا رہا جو ایک آدمی کریہہ منظر بن گیا۔ پھر وہی جانور آیا اور اس آدمی کا چہارم حصّہ نوچ کر لے گیا، پھر آیا، پھر چہارم حصّہ منقار میں لے گیا۔ یہاں تک کہ پورا آدمی غائب ہو گیا۔ میں بڑا حیران ہوا اور افسوس بھی کیا کہ مَیں نے اس آدمی سے کیوں نہیں

دریافت کیا تو کون ہے کہ دوسرے روز بھی میں نے یہی دیکھا جب وہ پورا آدمی بن گیا تو میں تیزی سے اس کے پاس گیا اور میں نے اُس سے پوچھا۔ تو کون ہے ؟ اور تیرا کیا نام ہے اُس نے کچھ جواب نہ دیا۔ میں نے اُسے قسمیں دلائیں (تجھے اپنے پیدا کرنے والے کی قسم) کہ مجھے یہ راز اور اپنا نام بتلا۔ اُس نے گردن جھکا کر کہا میرا نام "ابن ملجم" ہے۔ میں نے علیؑ ابنِ ابی طالب کا قاتل ہوں، اِس کے باعث میں عذاب میں گرفتار ہوں۔ کہ روزانہ یہ پرندہ مجھے اپنی منقار سے زخمی کرتا ہے، کھاتا ہے، پھر قے کرتا ہے۔ راہب کہتا ہے کہ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ علیؑ ابنِ ابیطالب کس کا نام ہے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ رسولؐ کے چچازاد بھائی اور وصی کا نام ہے جنکو ابنِ ملجم نے حالتِ نماز میں قتل کیا ہے یہ سُن کر میں مسلمان ہو گیا۔ خدا سب کو مسلمان ہونے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)۔

ذکرِ امامؑ دوم

آپ کا نام حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ، کنیت ابو محمدؑ، لقب نقی، طیبّ، زکی، سیّد، سبط، ولی، حجّت، قائم اور وزیر تھا اور سب سے بہتر لقب آپؑ کا "سیّد" ہے کیونکہ رسولِ خدا اسی نام سے پکارتے اور فرماتے :۔ ابنی ھٰذا سیّد)۔ جب آپ پیدا ہوئے تو رسولِ مقبول نے آپ کا نام "حسن" رکھا۔ آپؑ کے کان میں "اذان" کہی۔ سر کے بال ترشوائے اور ان بالوں کے برابر چاندی خیرات کی۔ ضیافت بھی کی۔ اسی روز سے عقیقہ کی رسم سنّت قرار پائی۔ بعض کا کہنا ہے کہ ساتویں روز یہ ساری چیزیں ہوئیں۔ آپؑ کی ولادت مدینہ منورہ میں پندرہ رمضان المبارک ۳ھ میں ہوئی۔ آپؑ حضرت علیؑ کی پہلی اولاد ہیں۔ کچھ محققین کا خیال ہے کہ آپؑ چھ ماہ میں پیدا ہوئے۔ (اگرچہ کوئی بچّہ اتنے دنوں کا زندہ نہیں رہا) بجز آپ (حسنؑ بن علیؑ) اور عیسیٰؑ بن مریمؑ کے۔ بعض کا کہنا ہے کہ حسینؑ بن علیؑ کی پیدائش چھ ماہ میں ہوئی۔

امام حسنؑ، رسولِ خدا سے بہت زیادہ مشابہ تھے۔ وقتِ رحلتِ رسولؐ آپ کی عمر

تقریباً آٹھ سال تھی اور وقت رحلت امیرالمومنینؑ آپ کی عمر سینتیس ۳۷ برس کی تھی۔ لوگوں نے متفقہ طور پر آپ کی خلافت ظاہری کے چھ ماہ اور تین روز کے بعد معاویہ سے صلح ہو گئی کو بتلایا ہے۔ پھر دس سال تک اجداد کی زیارت اور اللہ کی عبادت میں مشغول رہے۔ ماہ صفر ۵۰ھ میں جبکہ آپ کی عمر سینتالیس ۴۷ برس کی تھی (معاویہ کی کوششوں سے جعدہ بنت اشعث نے آپؑ کو زہر دیا گیا۔ اور آپ نے اس کے اثر سے شہادت پائی) اور ایک روایت کے مطابق زہر کے دیئے جانے کے چالیس دن بعد آپ نے رحلت فرمائی۔ آپ کے بھائی اور وصی امام حسینؑ نے آپ کی تجہیز و تکفین فرمائی اور جنت البقیع میں دفن کر دیا۔

اولاد آپ کی اولاد کی تعداد میں بعض لوگوں نے کچھ اختلاف کیا ہے۔ مثلاً کسی نے گیارہ پسر اور ایک دختر بتائی۔ کسی نے اس سے کچھ زیادہ بتایا کسی نے بہت کم تعداد تبلائی۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ گیارہ پسر اور چار دختر تھیں۔ آپ کے لڑکوں میں سب سے جلیل القدر "زید بن حسنؑ تھے جن کی عمر نوّے سال ہوئی۔ دوسرے بیٹے حسن بن حسنؑ، جو متقی، پرہیز گار متولی صدقات امیرالمومنینؑ تھے۔ ان کی عمر پینتیس ۳۵ سال کی ہوئی۔ آپ میدان کربلا میں اپنے چچا (حضرت امام حسینؑ) کے ہمراہ تھے کافی زخمی ہونے کے بعد اسماء بن خارجہ آپکو لاشوں میں سے نکال کر لے گیا۔ علاج و معالجہ سے آپ روبہ صحت ہو گئے اور فاطمہ بنت حسینؑ سے آپ کا عقد ہوا۔ اور فرزندان امام حسنؑ۔ جناب قاسمؑ، عبداللہ اور عمر بن حسنؑ کربلا میں شہید ہو گئے۔ عبدالرحمن بن حسنؑ نے جبکہ امام حسین علیہ السلام، مکہ تشریف لے جا رہے تھے وفات پائی۔ اور حسین ابن حسنؑ و طلحہ بن حسنؑ نے معہ تین ۳ دوسرے لڑکوں کے مدینہ میں رحلت پائی۔ اس پر سب کو اتفاق ہے کہ امیرالمومنینؑ نے وقت وفات اپنا وصی اور امام حسنؑ کو منتخب فرمایا اور اہل شہر اور اہل خاندان کو جمع کر کے وہ چیزیں جو پیغمبر اسلام سے آپ تک پہونچی تھیں امام حسنؑ کے سپرد فرما کر کہا کہ رسولؐ نے مجھے حکم دیا تھا کہ یہ تبرکات میں تمہارے سپرد کر دوں، لہٰذا میں تمکو سپرد کر رہا ہوں۔ اور تم سے وصیت کرتا ہوں۔ کہ تم بھی وقت رحلت یہ چیزیں حسینؑ کے سپرد کر دینا۔ پھر امام حسینؑ کی طرف رخ کر کے فرمایا کہ تم بھی یہ چیزیں جب وقت رحلت آئے۔ تو اس بچہ کے سپرد کر دینا۔ اس وقت امام زین العابدینؑ کا

سِن دو سال چند ماہ تھا۔ اور پھر اس کمسن بچّے کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ بیٹے یہ مذکورہ امانتیں تم امام محمد باقرؑ کے سپرد کر دینا۔ اور ساتھ ہی ساتھ میرا اور آنحضرتؐ کا سلام محمد باقرؑ تک پہنچا دینا ——— ائمّۂ معصومین کی امامت پر ایک دلیل حکایت حبابہ والبیہ کی ہے جو کتاب فصول المہمّہ مؤلّف کشف الغمّہ اور دیگر مخالف و موافق نقل کی ہے حبابہ مسجدِ کوفہ میں امیرؑ المومنین کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ مجھے مطلع فرمائیے۔ کہ امامت کی علامت، شناخت اور پہچان کیا ہے؟ حضرت علی علیہ السّلام نے ایک پارۂ سنگ (پتھر کا ٹکڑا) کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ اس کو اُٹھا لاؤ۔ جب وہ لے آیا تو آپ نے اپنی انگشتری (انگوٹھی) کی مہر کو اس پتھّر کے ٹکڑے پر لگائی۔ تو پتھر پر اسطرح نشان نمایاں ہوئے جیسے موم پر کوئی سخت چیز کے نشان ہو جاتے ہیں۔ پھر فرمایا، اے حبابہ! جو بھی دعوائے امامت کرے اور اس طرح پتھّر پر مُہر لگا دے جس طرح مَیں نے لگائی ہے تو سمجھ لینا کہ یہ "امام وقت" ہے۔ اُس کی اطاعت تم پر واجب ہو گی۔ حبابہ وہ پتھّر لے کر رخصت ہوا۔

امیرالمومنین کی رحلت کے کچھ دن بعد، ایک روز حبابہ مسجد کوفہ میں امام حسنؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ابھی وہ کچھ کہنے بھی نہ پایا تھا کہ امام حسنؑ نے دیکھ کر فرمایا کہ کیا تو حبابہ نہیں ہے؟ اُس نے کہا بیشک مَیں حبابہ ہوں۔ آپ نے فرمایا، وہ پتھر کہاں ہے جس پر میرے پدرِ بزرگوار (حضرت علیؑ) نے مُہر لگائی تھی۔ جب حبابہ نے وہ پتھّر پیش کیا تو آپؑ نے اس پتھّر پر لگی ہوئی مُہر کے قریب اُسی طرح اپنی انگوٹھی کی مُہر ثبت کر دی۔ پھر وہ شخص زمانۂ امامتِ امام حسینؑ میں حاضر ہوا۔ اور سلام کیا۔ آپؑ نے فرمایا، کیا نشانِ امامت دیکھنا چاہتا ہے۔ کہا ہاں۔ آپؑ نے بھی اسی طرح ایک مُہر کا اُس پر اضافہ کر دیا۔ یہاں تک کہ جب امام زین العابدینؑ (علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ ابن ابیطالب) کا زمانۂ امامت آیا تو مَیں (حبابہ) ایک سو تیرہ سال کا ہو چکا تھا اور اب زندگی سے نا اُمید ہو گیا تھا۔ لیکن جب امام زین العابدینؑ نے دُعا کی اور میری طرف دیکھ کر فرمایا، تو پھر جوان نظر آنے لگا۔ اس کے بعد اور ائمۂ معصومین نے یکے بعد دیگرے اس پتھّر پر مہر لگائے۔ بالآخر امام علی رضاؑ نے بھی مُہر لگائی پھر اسکے نو ماہ بعد حبابہ کا انتقال ہو گیا۔ اس روایت کا ہر مخالف اور موافق مُقر ہے۔ بہر حال کوئی بھی ائمّہ

طاہرین کی بہ ظاہر تو خلافت و امامت کا منکر نہیں ہے۔ تمام کتبِ اہلسنّت میں تذکرہ ہے کہ بعد امیر المومنین سب امّت مسلمہ نے آپکی بیعت کی لیکن بعض منافقینِ اسلام کے مکروفریب سے لشکرِ اسلام میں غیر معمولی اختلاف پیدا ہوا اور آپ نے مطابق فرمانِ رسُول "کہ میرا یہ نواسہ دو گروہوں کو خونریزی سے نجات دیگا" صلح کو پسند فرمایا جس طرح کہ خود رسُول نے کفّار سے صلح حدیبیہ فرمائی تھی۔

مشہور ہے کہ امام حسنؑ سے زیادہ رسُول مقبول سے کوئی مشابہہ نہ تھا۔ انس بن مالک کہتے ہیں کہ جب میں امام حسنؑ کو دیکھتا تھا تو بے تحاشہ رو پڑتا تھا کیونکہ وہ شکل و صورت میں بالکل رسُول اللہ تھے۔ بُخاری نے اپنی "صحیح" میں لکھا ہے کہ لوگ بعد نماز مسجد سے باہر آرہے تھے۔ ابوبکر نے امام حسنؑ کو باہر کھیلتے ہو دیکھا اُٹھا کر اپنے کاندھے پر بٹھالیا اور کہا میرا باپ آپ پر قربان کہ آپ نبی کے بالکل مشابہہ ہیں نہ کہ علیؑ کے حضرت علیؑ نے سُنا اور تبسّم فرمایا۔ آپؑ جس طرح صورت میں رسُول کے مشابہہ تھے اُسی طرح "سیرت" میں بھی سب سے زیادہ مشابہت رکھتے تھے۔ آپؑ کے معجزات کی کوئی حد اور انتہا نہیں ہے۔ کتاب کشف الغمہ" میں ہے مرقوم ہے کہ سفرِ مکّہ میں اولادِ زبیر سے ایک ہمسفر تھا اور آپؑ کی امامت پر اعتقاد رکھتا تھا۔ راستہ میں بغرض آرام ایک منزل پر درخت کے نیچے فرش پر سب بیٹھے ہوئے تھے ابن زبیر نے درخت کی طرف دیکھا اور کہا، کاش اس درخت میں پھل ہوتے اور ہم کھاتے۔ امام نے سنا اور فرمایا کہ رطب کی آرزو ہے، کہا ہاں۔ امام نے دستِ مبارک بارگاہ قاضی الحاجات میں بلند کئے۔ ادھر دُعا تمام ہوئی ادھر درخت پھل سے لدا ہوا نظر آیا ایک اونٹ والا جو ہمراہ تھا اس نے دیکھ کر کہا، واہ کیا عجیب جادو دکھایا۔ امام نے فرمایا وائے ہو تجھ پر، اس کو تو سحر سمجھ رہا ہے۔ یہ سحر نہیں ہے، بلکہ دعائے فرزند پیغمبرؐ ہے۔ پھر سب نے رطب سیر ہو کر کھائے۔

اسی طرح کتاب مذکور و کتاب فصول المہمہ اور کتاب خرائج میں بے شمار آپؑ کے معجزات مرقوم ہیں۔ آپ کا کلام اور خطبات بھی بعد خطبات امیرالمومنین اپنا جواب آپ ہیں حاضر جوابی میں بھی آپ کا جواب نہ تھا۔ مشہور روایت ہے کہ ایک روز ایک یہودی نے جو

فقر و فاقہ میں انتہائی پریشانی اور افلاس کی زندگی لبسر کر رہا تھا۔ راستہ میں آپؑ کے گھوڑے کی لجام پکڑلی اور کہا کہ اے فرزندِ رسُول میرا ایک سوال ہے، منصفانہ جواب چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کیا سوال ہے۔ یہودی نے کہا، کہ یہ آپ کے جدّ کا قول نہیں ہے کہ :۔ الدّنیا سجن المومن وجنّۃ الکافر :۔ یعنی دُنیا مومن کے لئے دوزخ ہے اور کافر کے واسطے جنّت ۔ آپ اپنے اعتقاد کے مطابق مومن اور میں کافر ہوں۔

آپ کے پاس گھوڑے، نوکر چاکر، اعلیٰ پوشاک، خوبصورت مکان، کنیزیں، لذیذ کھانے اور ہر قسم کا سامان آرائش موجود ہے۔ آپ کے واسطے یہ دُنیا بہشت بنی ہوئی ہے اور میرے لئے یہ دُنیا فقر و فاقہ کی وجہ سے جہنّم بنی ہوئی ہے ۔ یہ کیا بات ہے؟

آپؑ نے فی البدیہہ جواب دیا۔ اے شخص اگر تو ہمارے اس رُتبہ کو دیکھ سکتا جو خدا نے ہم کو آخرت میں دے رکھّا ہے جس کی آسائشوں کا اندازہ بھی ناممکن ہے تو تُو ضرور جان لیتا کہ مَیں اس دُنیا میں گویا زندان میں ہوں اور تُو باوجود ان زحمتوں کے دیکھ لے کہ آخرت میں منافقوں اور کافروں کے لئے کس قدر سخت عذاب ہے تو سمجھ لیگا کہ تُو یہاں جنّت میں ہے ــــــ سُبحان اللہ! کلام الامام، امام الکلام!!

آپؑ کی سیرت کے متعلق یہ واقعہ کافی ہے کہ ایک رات آپ ایک راہ سے گذر رہے تھے کہ سُنا ایک شخص درگاہِ الٰہی میں مناجات کر رہا ہے، کہ اے کریم میں تجھ سے دس ہزار درہم چاہتا ہوں تاکہ اپنا قرض ادا کروں اور باقی اپنی ضرورتِ معاش میں کام میں لاؤں۔ آپ نے اس کی فریاد سُنی۔ گھر تشریف لائے پوچھا ہمارے پاس کچھ رقم ہے۔ معلوم ہُوا دس ہزار درہم موجود ہیں۔ آپؑ نے وہ سب کی سب رقم فوراً اُس شخص کے گھر پہونچوادی۔ حافظ ابو نعیم جو کہ مشاہیر اہلسنّت سے ہیں، لکھتے ہیں کہ آپ نے دو مرتبہ تمام مال و اسباب راہِ خدا میں تقسیم کر دیا۔ اور اپنے واسطے کوئی بھی چیز نہ رکھی۔ اور بیسؔ مرتبہ سواریوں کے باوجود پیادہ پا فریضۂ حجّ بیت اللہ ادا فرمایا۔ اس کے علاوہ عبادات نماز، روزہ، صدقات، تلاوت قرآنِ مجید میں آپ کے جدِّ بزرگوار جناب محمّد مصطفٰے صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور آپ کے پدرِ بزرگوار حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السّلام

کے علاوہ آپ کا کوئی ثانی نہ تھا۔ اور باوجود اس کے کہ آپ کے جدّ رسولِ خدا، والدِ بزرگوار علیِ
مرتضیٰ، والدۂ محترمہ فاطمہ زہراؑ تھیں۔ خوفِ آخرت کا پھر بھی اس قدر تھا کہ امام حسینؑ نے جب
آپ کو وقتِ رحلت گریاں دیکھا تو بھائی سے کہا کہ آپ تو وہاں جارہے ہیں جہاں جدّ رسولِ
خدا، والد علیؑ مرتضیٰ، والدہ فاطمہ زہراؑ اور چچا جعفرِ طیّار ہیں، پھر گریہ کیوں فرمارہے ہیں۔ آپ نے
فرمایا، برادرم تم نے سچ کہا، مگر مَیں ان کے پاس جارہا ہوں جن کے اعمال کے سامنے میرا دامن
خالی ہے۔ آپ نے پھر امانتِ امامت، امام حسینؑ کے سپرد فرماکر وصیّت کی کہ تم مجھے جب نانا،
(رسولِ خدا) کے پہلو میں دفن کرنے لے جاؤ اور وہاں کوئی روکنے والا روکے اور مجھے وہاں دفن
نہ ہونے دے۔ تو مَیں تمہیں رسولِ خدا اور بابا علیؑ مرتضیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ صبر کرنا، ایسا نہ ہو کہ میری
وجہ سے ایک قطرہ خون بھی زمین پر گرے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب آپ کو جدّ بزرگوار کے پہلو میں
دفن کرنے لے جایا گیا تو مخالفین کی جماعت مانع آئی۔ نواسۂ رسولؐ کے جنازے پر اَشک باری کے
بجائے تیروں کی بارش ہوئی۔ مخالف ہنسے اور تاریخ آج تک رو رہی ہے ہاشمی جوانوں نے بھی
تلواریں نیام سے نکال لیں۔ قریب تھا کہ خون کا دریا بہہ جائے۔ صابر امام کے صابر بھائی (حسینؑ)
نے وصیّت کے مطابق پھرے ہوئے تیروں کا رُخ "جنّت البقیع" کی طرف موڑ دیا یہ دوسرا مسموم
امام اپنی مادرِ اطہر (فاطمۃ الزہراؑ) کے پہلو میں مدفون ہوا۔ اللّٰھم ارزقنا زیارتہ
بحقّ جدّہ وابیہ واُمّہ واخیہ ۵

ذکرِ امامِ سوم

ابو عبداللہ الحسینؑ ابن علی ابنِ ابی طالب علیہ السّلام۔ آپ کی ولادت ۴ھ
۵ ماہ شعبان وبروایتے ۳ ماہ شعبان، مدینہ منورہ میں ہوئی۔ رسولِ خدا خبرِ ولادت سن کر
شاداں و فرحاں تشریف لائے۔ نواسہ کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی۔
پھر عقیقہ کیا، حسینؑ نام رکھا۔ چونکہ حضرت ہارونؑ کے بیٹوں کا نام شبّر و شبّیر تھا جس کے معنی
حسن و حسین ہیں۔ آپ کے القاب رشید، طیّب و فی و سیّد و زکی و سبط و تابع لمرضات اللہ

ہیں اور اعلیٰ و اشرف لقب آپ کا " سبط و سیّد " ہے۔ کیونکہ پیغمبرِ اسلام اسی نام سے آپ کو پکارتے تھے۔ آپ کی امامت پر رسُولِ خدا، علیؑ مرتضیٰ اور حسنؑ مجتبیٰ کی نصّ دلیل ہے۔ آپ کی عمر چھپّن سال کچھ ماہ ہوئی حیاتِ رسُول میں آپ کی عمر چھ برس۔ بعد رحلتِ رسُولؐ تیس سال اور بھائی کے زمانے میں دس سال اس کے بعد دس برس اور زندہ رہے۔

شیخ مفید علیہ الرحمہ نے آپ کی عمر اٹھاون سال بتائی ہے۔ آپؑ کے چھ فرزند اور چار دختران تھیں۔ اولادِ ذکور علی اکبرؑ۔ علی اوسطؑ۔ علی اصغرؑ۔ محمدؑ۔ عبداللہؑ۔ اور جعفرؑ۔ سوائے علی اوسط یعنی امام زین العابدین علیہ السلام کے سب کربلا میں درجۂ شہادت پر فائز ہوئے بعض نے تین لڑکیاں بتائی ہیں۔ زینبؑ۔ سکینہؑ۔ فاطمہؑ۔

بعض نے علی اکبر امام زین العابدینؑ کو لکھا ہے۔ آپ کی زیارتِ قبر کا ثواب ضبطِ تحریر سے باہر ہے۔ بعض علمائے آپؑ کی قبر کی زیارت کو واجب بتایا ہے۔ حتّیٰ کہ اگر کوئی قصداً ترک کر دے تو وہ عاقِ رسُولِ خدا ہے۔ آپؑ کی زیارت مومن کے لئے باعثِ درازئ عمر ہے اور زائر کا ہر قدم ایک حج کے ثواب کے برابر ہے اور ایک درم جو اس راہ میں خرچ ہو۔ دس ہزار دراہم کے برابر ہے۔ جو شخص آپ کی زیارت کرے معرفت بھی رکھتا ہو۔ خدا اس کے گذشتہ اور آئندہ گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ زیارت حضرت امام حسینؑ واجب ہے اور سَو حج و سَو عمرہ کا ثواب رکھتی ہے۔ امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ ایک نماز واجب حرم سیّد الشہداء میں پڑھنا ایک حج کے برابر ہے اور آپ کی تربت کی خاک ہر مرض کی دوا ہے۔ آپکی قبرِ مطہّر کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ اگر اس کی تسبیح بنالی جائے تو پڑھنے والے کے لئے ہر دانہ پر چالیسؑ نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ حدیث میں ہے کہ وہاں (کربلائے معلّیٰ میں) دفن ہونے والا حساب و کتاب روزِ قیامت سے محفوظ ہے۔ رسُولِ خدا نے نواسہ (امام حسینؑ) کو واقعۂ کربلا اور شہادت کی خبر سنائی۔ تو آپؑ نے پوچھا، بعد شہادت، میری زیارت کو کوئی آئے گا، آنحضرتؐ نے فرمایا، ہاں میری اُمّت کے بہت سے نیک بندے تمہاری زیارت کو آئیں گے اور مجھ سے اُمیدِ شفاعت رکھیں گے۔ خدا ان کو روزِ قیامت درجاتِ عالیہ پر فائز فرمائے گا۔ آپؑ یہ سن کر خوش ہو گئے۔

مشہور ہے بہت سے راویوں نے نقل کیا ہے کہ آپؑ کو تمام عمر کبھی اتنا خوش نہیں دیکھا جس قدر آپؑ کربلا میں خوش تھے۔ منقول ہے کہ آپؑ کوفہ کے سفر میں ایک منزل پر قیام پذیر تھے کہ فرزدق شاعر آپ کی خدمت میں آیا' اور کہا۔ اے فرزندِ رسُول آپ نے کوفہ کا قصد کیوں کیا ہے جب کہ کوفہ والوں نے آپ کے بھائی (مُسلم) کو شہید کر دیا جس کو میں خود دیکھ کر آیا ہوں۔ آپؑ نے فرمایا کہ خدا، مُسلم پر اپنی رحمت نازل فرمائے، باغ فردوس میں جگہ دے۔ اُنہوں نے اپنا فرض ادا کیا' باقی فریضہ ہمیں ادا کرنا ہے۔ آپؑ کربلا پہنچے۔ کوفیوں نے ابنِ زیاد کے خوف سے بیوفائی کی' ابنِ زیاد نے آپکو چار طرف سے بائیس ہزار فوج سے گھیر لیا۔

ابنِ بابویہ اور ابنِ طاؤس نے فوج کی تعداد سو ہزار یعنی ایک لاکھ لکھی ہے۔ اور امام حسینؑ کا لشکر بہتر افراد سے زیادہ نہ تھا جس میں چھ مہینہ کا بچہ بھی شامل ہے۔ مگر اس قلّتِ سپاہ کے باوجود صابر و شجاع نواسۂ رسُول نے وہ جنگ لڑی کہ حیدرِ کرار نے میدانِ جمل و صفین میں اِس طرح نہ لڑی ہو گی۔ اس شیرِ خدا کے شیر نے تنِ تنہا چار ہزار ملاعین کو واصلِ جہنم کیا۔ اور سینکڑوں ایسے دشمنوں کو جو آپؑ کی تلوار کی زد میں آچکے تھے چھوڑ دیا۔ امام جعفر صادقؑ سے کسی نے اِس کی وجہ دریافت کی' آپ نے فرمایا' میرے جد حسینؑ ابنِ علیؑ جانتے تھے کہ ان کے صُلب سے شیعہ پیدا ہونے والے ہیں اس لئے ان کو چھوڑ دیتے تھے۔ الغرض آپ کی شہادت خدا کی نظر میں ایک مرتبہ عظیم تھی۔ اِس لئے آپ کو ہر وقت حصولِ شہادت میں زیادہ سے زیادہ کوشش تھی۔ اور وہ مُلاعین جو قتلِ حسینؑ کے لئے کربلا میں موجود تھے اُن میں سے کوئی بھی ایسا نہ بچا جو جلد یا کچھ دیر ہی میں کسی نہ کسی بلا میں مبتلا ہو کر واصلِ جہنم نہ ہُوا ہو۔ یہ واقعہ بھی بہت مشہور ہے کہ عمر سعد قبل واقعۂ کربلا جب مسجد میں آتا تھا تو نمازی اُسے دیکھ کر کہتے تھے کہ یہ ہے قاتلِ حسینؑ (نواسۂ رسُول) ایک روز اس نے امام حسینؑ سے عرض کیا کہ یہ احمق مجھے آپ کا قاتل کہتے ہیں' آپ نے فرمایا یہ احمق نہیں ہیں یہ فرمانِ رسُول کے مطابق سچ کہتے ہیں۔ لیکن اے عمر سعد تو یقین رکھ کہ مجھے قتل کر کے تو ایک روز بھی عراق کا گندم چین سے نہ کھا سکے گا اور جلد حسرتوں کو لئے ہوئے جہنم رسید ہو گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہُوا

خدا نے چند ہی دنوں بعد امیر مختارؒ ثقفی کو ظالموں پر مسلط کیا اور عمر سعد کو اس کے کیفر کردار کی پوری پوری سزا ملی۔ مختار علیہ الرحمہ نے ہر اُس شخص کو جو مقابل امام حسینؑ لڑنے آیا یا اس واقعہ میں معاون تھا، چن چن کر ختم کیا اور مستحقِ ثوابِ عظیم قرار پایا۔ (مختار کس طرح ثوابِ عظیم کا مستحق نہ ہو جبکہ مطابق فرمانِ رسولؐ، امام حسینؑ پر رونے پر جنت واجب ہو تو اتنے بڑے کارِ نمایاں کرنے والے مختار پر جنت واجب نہ ہو گی۔ یقیناً ہو گی۔

تفسیرِ امام حسن عسکری علیہ السّلام میں مرقوم ہے کہ جو دشمنانِ حسینؑ، مختار کے ہاتھ سے قتل ہوئے ان کی تعداد اسّی ہزار تھی۔ اور فعلِ مختار کی امام محمدؑ باقر علیہ السّلام، امام جعفر صادق علیہ السّلام اور امام زین العابدین علیہ السّلام نے نہ صرف تعریف کی ہے بلکہ مختار کو دعا سے یاد فرمایا ہے۔ جناب امیرؑ المومنین نے فرمایا تھا کہ میرے فرزند حسینؑ کو ظالم قتل کریں گے اور کچھ زیادہ عرصہ نہ گذرے گا کہ ایک جوان قبیلہ "ثقیف" کا ظالموں سے بدلہ لے گا۔ اور تین سو تراسی ملاعین کو قتل کرے گا۔ کشف الغمہؔ اور امالی میں شیخ طوسی علیہ الرحمہ سے منقول ہے کہ منہال کوفی حج سے واپسی میں خدمت امام (زینؑ العابدین) میں گیا۔ امامؑ نے مختار کے بارے میں اس سے پوچھا۔ اُس نے جواب دیا، آپ کے بابا کے قاتلوں سے اِنتقام لے رہا ہے۔ آپؑ نے حرملہ لعین کے متعلق بھی پوچھا، اُس نے کہا، وہ ابھی زندہ ہے۔ امامؑ نے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کر کے فرمایا، خداوندا اس کو لوہے اور آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں کا مزہ چکھا۔

منہال امامؑ سے رخصت ہو کر کوفہ پہونچے، دیکھا ایک مقام پر کچھ لوگ جمع ہیں اور مختار ثقفی کھڑے ہیں کہ اتنے میں حرملہ لعین پیش ہوا اور مختارؒ نے اس کو آگ میں ڈالنے کا حکم دیا۔ یہ دیکھ کر منہال نے بڑی بلند آواز سے "نعرۂ تکبیر" بلند کیا۔ مختارؒ نے اس جوش کی وجہ پوچھی تو منہال نے امامؑ کی ملاقات اور اُن کی دُعا کا تذکرہ کیا۔ یہ سُنکر مختار ثقفی فوراً سجدۂ شکر بجالائے اور بولے، اے معبودِ حقیقی میں کس طرح تیرا شکر ادا کروں کہ تو نے امامؑ کی دُعا کو میرے ہاتھوں سے پورا کرایا۔

بے شک مختار ثقفی نجات یافتہ ہے اور اس کا بڑا درجہ ہے (جبکہ محض تمنّا

کرنے والوں کا کہ ہم امام کے ساتھ ہوتے اور ان کے دشمنوں سے انتقام لیتے، خدا ان کو جنت عطا فرماتا ہے۔) معتبر تواریخ میں مذکور ہے کہ عمرو بن لیث ایک روز اپنے لشکر کی شان و شوکت کا جائزہ لینے کے لئے ایک میدان میں کھڑا تھا۔ پھر حکم دیا کہ ہر اُس سردار کو جو ہزار سپاہیوں کا سردار ہو ایک سونے کا "گرز" دیا جائے۔ چنانچہ ایک سو بیس سونے کے "گرز" تقسیم ہوئے عمرو بن لیث نے یہ دیکھ کر کہ وہ ایک سو بیس ہزار فوج کا مالک ہے۔ گھوڑے سے اتر کر فوراً خاک پر پیشانی رکھ کر تا دیر روتا رہا۔ لوگوں نے کہا اے بادشاہ یہ رونے کا کیا موقع ہے آپ کو تو اپنی کثرتِ فوج پر خوش ہونا چاہیئے۔ وہ اور رویا اور بولا کہ مجھے اس وقت واقعۂ کربلا یاد آگیا کہ کیا اچھا ہوتا کہ یہ میری فوج وہاں حسینؑ کے کام آتی اور نواسۂ رسولؐ کو ظالم درندوں سے میں بچا سکتا۔ یا ظالموں کو نیست و نابود کر دیتا۔ یا میں خود قتل ہو جاتا جب عمرو بن لیث کا انتقال ہو گیا تو اکثر نے اُس کو خواب میں دیکھا کہ تاج مرصع اور شاہی لباس سے آراستہ پس و پیش حوران و غلمان جنت میں فروکش ہیں۔ لوگوں نے پوچھا کہ یہ مرتبہ کس سبب سے ملا۔ اس نے کہا۔ "صرف اُس روز کی گریہ و زاری اور اس تمنا پر کہ کاش میں واقعۂ کربلا میں امامؑ کے ساتھ ہوتا۔"

لہٰذا امیر مختار اور اُس کے شریک کار یا ہر روز بعد نماز، زیارتِ سید الشہداؑ میں:۔ یا لیتنا کنا معکم :۔ کہنے والے کیوں نہ اس مرتبہ پر فائز ہوں گے۔ کتاب امالی میں شیخ طوسی علیہ الرحمہ سے باسناد صحیح منقول ہے کہ کسی نے امام علی رضا علیہ السلام سے سوال کیا کہ فرزند رسولؐ، کیا مٹی کھانا جائز ہے۔ آپ نے فرمایا "حرام" ہے مگر خاکِ تربتِ امام حسینؑ کہ اس میں ہر درد ہر مرض اور ہر الم کی شفا ہے۔ اگر بقدر نخود (چنا) کھائیں۔ بلکہ اگر خاکِ تربت یا تسبیح خاک شفا کسی کے پاس ہو وہ بھی ہر خوف اور ہر بلا کی دوا، اور مصیبت سے باعثِ امان ہے۔ ابن بابویہ اور شیخ طوسی نے امالی میں تحریر کیا ہے کہ حسین ابن محمد ابن عبداللہ نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ مسجد مدینہ میں دو شخص باتیں کر رہے تھے۔ ایک کہہ رہا تھا کہ میں سخت درد میں مبتلا تھا۔ جو کسی دوا سے نہ جاتا تھا۔ ایک روز ایک بوڑھی (سلمہ نامی) میری ہمسایہ آئی اور اُس نے کہا میں تیری دوا کئے دیتی ہوں، یہ کہہ کر وہ

گھر سے ایک گلاس پانی لائی۔ میں نے اُسے پیا، فوراً آرام ہو گیا۔ میں نے اس سے پوچھا۔ یہ کیا چیز تھی؟ اس نے اپنے ہاتھ کی تسبیح کو دکھا کر کہا کہ اس کا ایک دانہ پانی میں ملا دیا تھا۔ میں نے کہا یہ تسبیح کس چیز کی ہے۔ اُس نے جواب دیا خاکِ تربتِ حسینؑ علیہ السلام ہے۔ میں نے کہا اے رافضیہ دُور ہو۔ تو نے خاکِ حسین سے میرا علاج کیا ہے۔ وہ ناراض ہو کر چلی گئی اس کے بعد سے درد پھر شروع ہو گیا اب سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کیا جائے۔

اور اسی کتاب میں موسیٰ بن عبد العزیز سے روایت ہے کہ یوحنّا نصرانی سے بغداد میں میری ملاقات ہو گئی اُس نے مجھ سے پوچھا کہ تجھے اپنے دین اور نبی کی قسم بتلا کہ کربلا میں جس کی زیارت کو جاتے ہیں وہ کون شخص ہے میں نے کہا، علیؑ ابن ابیطالبؑ کا پسر اور نواسۂ رسولؐ ہے۔ لیکن تو کیوں پوچھتا ہے اُس نے کہا، ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ غور سے سُن، ایک رات خلیفہ ہارون رشید کا خادم میرے پاس آیا اور مجھے بڑی عجلت سے موسیٰ بن عیسیٰ کے گھر لے گیا اور کہا خلیفہ کا حکم ہے کہ یہ میرا عزیز ہے اس کا علاج کر میں نے دیکھا وہ بے ہوش ہے میں نے کہا اُس کو کیا تکلیف ہے۔ ایک طشت لایا گیا جسمیں میں نے دیکھا کہ اُس کی ساری آنتیں اس طشت میں پڑی تھیں۔ میں نے کہا یہ کیا واقعہ پیش آیا ان لوگوں نے کہا اس سے قبل بالکل تندرست تھا۔ ایک شخص بنی ہاشم سے باتیں کر رہا تھا اس نے اثناء گفتگو میں خاکِ تربتِ حسینؑ کا اور اس کی شفایابی کا ذکر کیا۔ اس نے کہا یہ رافضی اس اس قدر مبالغہ کرتے ہیں کہ خاکِ تربت کو دوا سمجھتے ہیں۔ بنی ہاشم نے کہا کہ یہ واقعہ مجھ پر گذر چکا ہے۔ میں سخت بیمار تھا، خاکِ شفاء سے مجھے بالکل فائدہ ہو گیا۔ موسیٰ بن عیسیٰ ہنسا اور اس مردِ ہاشمی سے کہا کہ تیرے پاس اس میں سے کچھ ہے، اس نے کہا، ہاں۔ اچھا لے آ۔ چنانچہ ہاشمی خاکِ تربت حسینؑ لایا اور موسیٰ بن عیسیٰ نے تحقیراً مذاق اُڑانے کے طور پر "خاکِ شفا" کو لے کر اپنی دُبر (جائے پائخانہ) میں رکھ لیا۔ ابھی کچھ دیر نہ گذری تھی کہ چلایا۔ ہائے آگ، آگ! طشت طشت! چنانچہ طشت لایا گیا اور اس کی تمام آنتیں اس طشت میں بھر گئیں۔ میں نے ہارون رشید کے قاصد سے کہا کہ اس کا علاج سوائے جنابِ عیسیٰؑ کے اور کوئی نہیں کر سکتا۔ صبح ہوتے ہوتے وہ مردِ گستاخ فی النّار ہو گیا اور یوحنّا نصرانی مسلمان ہو گیا۔

فرمانِ خاتم الانبیاء ہے کہ :- من بکی علیٰ الحسین او تباکی وجبۃ لہ الجنۃ :- جو حسینؑ پر روئے یا رُلائے، اس پر جنت واجب ہے۔ "عیون اخبار رضا" میں مذکور ہے کہ جو غمِ حسینؑ کو یاد کر کے آنسو کا ایک قطرہ بھی بہائے خدا اس کے سارے گناہ معاف فرماتا ہے اور جو شخص کربلا میں آپ کے ساتھ قتل ہو جانے کی تمنا کرتا ہے خدا اس کو شہدائے کربلا کا درجہ عطا کرتا ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے ایک شخص نے واقعۂ کربلا کے متعلق ایک شعر پڑھا، امامؑ سنکر روئے اور فرمایا۔ جو شخص کسی کو غمِ حسینؑ میں رُلائے اُس پر بہشت واجب ہے۔ ظاہر ہے کہ جس کے غم کی یاد پر بہشت واجب ہو جائے۔ اس کے قاتلوں کا کیا انجام ہوگا۔

عمر ابن سعد کے ہمراہیوں میں سے ایک ظالم کا بیان ہے کہ جب ہم سرہائے شہدا شام لے جا رہے تھے تو ایک "دیر" کے قریب سے گذر ہوا۔ دیوارِ دیر پر یہ شعر لکھا تھا

اترجوا امۃ قتلت حسینا !
شفاعۃ جدہ یوم الحساب

یعنی جس اُمت نے حسینؑ کو قتل کیا۔ کیا وہ حسینؑ کے جدِّ امجد سے اُمیدِ شفاعت بروز (یوم الحساب) قیامت رکھ سکتے ہیں۔ "دیر" کے راہب نے بھی مذکورہ بالا شعر دیکھا اور بتلایا کہ یہ شعر اس دیوار پر قبل بعثتِ محمدؐ بھی تحریر تھا۔

ذکرِ امام چہارم

امام زین العابدینؑ :- اسمِ مبارک علیؑ۔ کنیت ابو الحسن۔ اولادِ حضرت (بروایت شیخ مفید علیہ الرحمہ) پندرہ ۱۵ تھیں۔ اور بروایت کمال الدین آپؑ کے کوئی دختر نہ تھی۔ آپؑ کی والدہ ماجدہ، یزدجرد بن شہریار بن کسریٰ (ایرانی) تھیں۔ آپؑ ستاون سال حیات رہے۔ دو سال جدِّ امجد کا زمانہ دیکھا، دس سال عمِّ ذی حشم کا وقت دیکھا، دس سال

پدرِ بزرگوار کے ساتھ گذارے باقی عمر درجۂ امامت میں گذری۔ روزِ شنبہ ۱۸ یا ۲۵ محرم الحرام کو عبد الملک کی زہر خورانی سے رحلت فرمائی۔ قبرِ امام حسنؑ کے نزدیک "جنت البقیع" دفن ہوئے۔ صاحبِ "کشف الغمہ" کے مطابق حضرت امام "زین العابدینؑ" کے نامِ نامی کی وجہِ تسمیہ یہ ہے کہ ایک شب جبکہ آپ نمازِ تہجد میں مشغول تھے، شیطان بصورتِ سانپ آیا اور آپ کے پیر کے انگوٹھے کو مُنھ میں لے کر اذیت پہونچانے لگا۔ مگر آپ کے خشوع و خضوع میں سرِ مُو فرق نہ آیا۔ شیطان خجل اور شرمندہ ہوکر واپس گیا۔ کچھ توقف بعد ہاتفِ غیبی کی آواز سُنی گئی (انتَ زینُ العابدِین) اُس روز سے آپؑ اس لقب سے مشہور ہوئے۔ آپ چونکہ علم و فضل و عمل میں افضلِ خلائق تھے اور جدؑ و عمؑ اور پدر کی امامت پر "نص" تھی۔ اس لئے آپؑ امام منصوص من اللہ قرار پائے۔ حضرت امام حسینؑ کے بعد کوئی بھی اس زمانے میں آپ سے افضل نہ تھا اور نہ کسی نے بنی اُمیہ میں سے امام معصوم ہونے کا دعوٰی کیا۔ بنی ہاشم سے جب محمدؐ حنفیہؑ آپؑ کی امامت کے معترف تھے تو اوروں کا کیا ذکر۔

آپ کی امامت پر خود رسولِ خدا نے "نص" فرمائی کہ حسینؑ کے بعد اس کی اولاد میں نو ۹ امام ہوں گے جن میں آخری "مہدی" (عجل اللہ فرجہ) ہوگا۔ امام حسینؑ نے کربلا میں بہ سلسلۂ وصیت آپ کی امامت میں "نص" فرمائی۔ اور کوفہ روانہ ہونے سے پیشتر تبرکاتِ رسولِ خدا، جناب امّ المومنین امِّ سلمہ کے سپرد فرماکر کہا کہ یہ تبرکات جو تم سے طلب کرے میرے "امام" ہے۔ آپ بعد واقعۂ کربلا جب مدینہ پہونچے تو جناب امِّ سلمہ سے وہ تبرکات آپؑ نے طلب فرمائے۔ ایک واقعہ یہ بھی مشہور ہے کہ بعد شہادتِ حضرت امام حسینؑ، دعوائے امامت محمدؐ حنفیہ نے کیا اور طے یہ پایا کہ وہ اور امام چہارم دونوں سنگِ اسود سے اس امر کا فیصلہ چاہیں۔ چنانچہ محمدؐ حنفیہ اور امام زین العابدینؑ دونوں حجر الاسود (سنگِ اسود) کے قریب گئے، پہلے محمدؐ حنفیہ نے اس پتھر سے تصدیقِ امامت چاہی، مگر کوئی جواب نہ ملا۔ پھر امام زین العابدینؑ نے فرمایا، اے پتھر! آیاتِ الٰہیہ میں بزرگ تر آیت بحق خالقِ علیم ہمیں خبر دے کہ بعد حضرت امام حسینؑ، مستحقِ امامت کون ہے؟

حجرِ اسود نے بہ فصاحت و بلاغت جواب دیا کہ امامت کا حقدار بعدِ حسینؑ بن علی علیہ السّلام علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ ہے۔ محمدؒ حنفیہؒ نے بڑھ کر امام کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور آپ کی امامت کا اقرار اور اعتراف کیا۔ درحقیقت یہ نزاع صرف اس وجہ سے تھی کہ محمدؒ حنفیہؒ چاہتے تھے کہ جو لوگ مجھے امام غلطی سے سمجھنے لگے ہیں اور مُصر ہیں۔ ان کو اطمینان ہو جائے کہ امام میں نہیں ہوں بلکہ حجرِ اسود کی گواہی کے مطابق علیؑ بن حسینؑ (زین العابدین) ہی امام ہیں۔ ورنہ محمدؒ حنفیہؒ نے اپنے والد بزرگوار، اپنے دونوں برادرِ عالیمقدار سے بارہا سُنا تھا کہ بعدِ حسینؑ امامت کے مستحق علیؑ بن حسینؑ ہیں۔ پھر محمدؒ حنفیہؒ جیسا سعادتمند فرزندِ علیؑ ابن ابیطالب ایسا غلط دعویٰ کیسے کر سکتا تھا۔

آپ کے معجزات اور واقعات جیسا کہ فقہاے عامہؒ اور علماء مخصوصہ نیز مورّخین نے تحریر کئے ہیں بے شمار ہیں، ہم چند حالات و واقعات صرف اس غرض سے کہ غلامانِ علیؑ محروم نہ رہیں، تحریر کر رہے ہیں۔

آپؑ جب ارادہ وضو فرماتے تو چہرہ کا رنگ زرد پڑ جاتا۔ جب نماز کو کھڑے ہوتے تو کانپتے، تو لوگ پوچھتے، فرزندِ رسُول یہ کیا حالت و کیفیت ہے؟ آپؑ فرماتے تمہیں نہیں معلوم کہ میں کس کے حضور میں جا رہا ہوں۔

مشہور ہے کہ ایک روز گھر میں آگ لگ گئی مگر آپ نماز میں اسی طرح مشغول رہے لوگ ہر طرف سے چلّائے آگ آگ! مگر آپؑ نے سجدہ سے سر نہ اُٹھایا۔ اور جب سر اُٹھایا تو آگ بجھ چکی تھی۔ لوگوں نے کہا کہ آپؑ نے گھر کی آگ کا بھی خیال نہ کیا۔ امام نے فرمایا اس وقت میرے خیال میں آتشِ دوزخ تھی جو اس سے کہیں زیادہ خطرناک ہے۔ یہ تمام ذوات مقدّسہ، معصومین اخلاقِ محمدی کا جیتا جاگتا نمونہ تھے۔

ایک مرتبہ کسی نے آپؑ کو گستاخانہ الفاظ میں یاد کیا۔ محبّان کو آپ کے یہ بات سخت ناگوار گذری۔ امام سے شکایت کی، آپؑ نے یہ سُن کر عمامہ سر پر رکھا، عبا دوش پر ڈالی اور اُس گستاخ کے گھر کی طرف تیزی سے روانہ ہوئے۔ اور اصحاب بھی ساتھ ہو لئے۔ آپؑ نے اُس کے دروازہ پر پہونچکر دقّ الباب کیا۔ وہ باہر آیا۔ تو آپ نے فرمایا، جو کچھ تُو نے مجھے کہا ہے

اگر وہ سچ تھا تو خدا مجھے معاف فرمائے اور اگر وہ سب جھوٹ اور کذب تھا تو خدا تجھے معاف فرمائے یہ سُنکر سارے اصحاب حیران ہو گئے اور وہ گستاخ خجل ہو کر قدموں پر گر کر معافی مانگنے لگا آپ نے اس کو معاف کر دیا اور سینے سے لگالیا۔ یہ تھیں اخلاقِ محمدی کی وہ تلواریں جن سے اقلیم قلوب فتح ہوئے۔

آپؑ ہمیشہ اپنی عبادت کے اُمور میں کسی سے مدد نہ لیتے تھے حتیٰ کہ وضو کے واسطے ظرف خود اُٹھاتے اور پانی سے خود اُسے لب ریز کر لیتے۔ اور ہمیشہ آپؑ لوگوں کی ضروریات کو پوشیدہ طور پر پورا کرتے۔ گندم اور جَو کے تھیلے رات کو خود اپنے دوش پر اُٹھا کر فقراء اور مساکین وغیرہ کے گھروں پر پہونچاتے اور کسی کو خبر نہ ہوتی کہ کون اور کیا، کہاں سے لایا۔ آپ کی رحلت کے بعد تقریباً سَو گھرانے بے سروسامان رہ گئے۔ بُردباری، صبر وتحمل کا یہ عالم تھا کہ ایک رات آپ نے اپنے غلام کو کئی آوازیں دیں، لیکن وہ نہ بولا۔ پھر کچھ دیر کے بعد وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اُس سے آواز پر نہ بولنے کی وجہ پوچھی تو اُس نے کہا، میں آپ کی طرف سے بے خوف تھا۔ یہ سُن کر آپ نے فوراً دستِ دُعا بلند فرمائے اور کہا، پالنے والے شکر ہے تیرا۔ کہ تو نے میرے غلام کو مجھ سے بے خوف رکھا، نہ کہ خوف زدہ۔ پھر غلام کو آزاد کر دیا۔

ایکدفعہ عبدالملک ابنِ مروان جبکہ خانۂ کعبہ میں مشغول طواف تھا۔ اسی اثناء اُس نے امام کو دیکھا کہ مشغول طواف ہیں اور اُس کی طرف مطلق توجّہ نہیں فرمائی تو وہ سخت برہم ہوا۔ پھر ایک گوشہ میں امام کو بُلوا کر تُرش لہجہ میں بولا۔ مجھے دیکھا اور تغافل سے کام لیا اس بات سے خوف نہ آیا کہ جس طرح یزید بن معاویہ نے تمہارے باپ کو قتل کیا، کہیں میں تمہیں نہ قتل کرادوں۔ آپؑ نے جواب میں فرمایا کہ میرے پدر بزرگوار کو قتل کرنے والے نے اُنکی دُنیاوی زندگی کو تباہ کیا اور میرے پدر بزرگوار نے اُس کی آخرت کو برباد کر دیا۔ اگر تو بھی ویسا ہی بننا چاہتا ہے۔ بن جا۔ وہ یہ بات سُن کر ڈرا اور بولا، میں ایسا کبھی نہیں چاہونگا بلکہ آپ سے آخرت کا فائدہ حاصل کروں گا۔ اور میں دُنیاوی فائدہ آپ کو پہونچاؤں گا۔ آپؑ نے وہیں پر اپنی عبا زمین پر بچھادی اور اُس پر کچھ سنگ ریزے ڈال کر دُعا فرمائی

خداوندا اپنے دوستوں کی منزلت اس کو دکھا دے۔ عبدالملک نے دیکھا کہ سنگ ریزے جواہرات میں تبدیل ہو چکے ہیں۔ آپؑ نے اس سے فرمایا، جس کا خدا کی نظر میں یہ مرتبہ ہو وہ دُنیا والوں کا کیوں محتاج بنے۔ اور پھر عبادت میں مشغول ہو گئے۔

تمام راویانِ معتبر نے تحریر کیا ہے کہ آپؑ کو بعد واقعۂ کربلا، تاحیات کسی نے خالی از گریہ نہیں دیکھا۔ ہر وقت واقعۂ کربلا کو یاد کر کے روتے۔ آب وطعام سامنے تو گریہ کرتے۔ لوگوں نے کہا، مولا کب تک یونہی روتے گا۔ تمہیں معلوم ہے کہ یعقوبؑ پیغمبر کے بارہ[۱۲] پسر تھے اُن میں سے ایک بیٹا گُم ہو گیا تھا۔ حالانکہ زندہ تھا مگر اس کی مفارقت اور جدائی میں اِس قدر رُوئے کہ کمر جھک گئی، سارے بال سفید ہو گئے۔ آنکھوں کی بصارت جاتی رہی۔ میں نے اپنے باپ، بھائی اور اقربا کی صرف ایک دن میں اٹھارہ[۱۸] لاشیں دیکھیں کہ خاک وخون میں تڑپ رہی ہیں۔ کیا میں نہ رُوؤں اور صبر کر کے بیٹھ رہوں۔

سیرت الائمہؑ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ آپ کے فرزند امام محمد باقرؑ جب کہ کمسن تھے گھر کے کنوئیں میں گر گئے۔ والدۂ امام باقرؑ بہت بے چین ہوئیں (اس وقت حضرت امام زین العابدینؑ مصروف نماز تھے)، وہ کبھی پریشان حال کنوئیں کے قریب پہونچتیں، کبھی مصلّئ امام کے پاس پہونچتیں۔ مگر امامؑ مصروفِ نماز رہے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو کنوئیں پر پہونچے اور ہاتھ بڑھا کر بچّے کو باہر نکال لیا۔ پھر فرمایا میں بچّے کے محافظ کے حضور میں تھا۔ اور زوجہ کو بچّہ دیتے ہوئے اتنا اور فرمایا، اللہ پر توکّل کرنا سیکھو۔

زہری سے یہ معتبر روایت منقول ہے کہ میں امامؑ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص آیا جو سخت پریشان تھا۔ بولا! مولا میں عیالدار ہوں اور چار سو دراہم کا مقروض بھی ہوں۔ آپؑ نے یہ سنا تو بہت محزون ہوئے۔ لوگوں نے سبب رنج پوچھا۔ آپ نے فرمایا اس سے زیادہ اور کون سی مصیبت ہو گی کہ ایک مومن پریشان حال اور مقروض ہو۔ اور میں اس کی مدد نہ کر سکوں۔ اس بات پر روتا ہوں۔ وہ مومن شرمندہ ہو کر چلا گیا۔ باقی لوگ اُٹھ کر چلے گئے۔ راستے میں آپس میں ایک دوسرے سے بُولے (مومن پریشان حال کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) یہ لوگ بھی عجیب ہیں کہ اپنے راہبر (امام) کو مختار کائنات کہتے اور سمجھتے ہیں۔

مگر وہ خود اتنا مجبور ہے کہ کسی ضرورتمند کی مدد نہیں کر سکتے۔ یہ بات کسی طرح امام کو معلوم ہو گئی آپؑ نے غلام کو حکم دیا کہ ہمارے کھانے میں جو دو روٹیاں ہیں وہ اس مومن پریشان کو بلا کر دیدو۔ چنانچہ مومن پریشان جب آیا تو اس سے آپؑ نے فرمایا، اس وقت میرے پاس سوائے ان دو روٹیوں کے اور کچھ نہیں ہے۔ یہ لے جاؤ خدا اس میں برکت کرے گا۔ وہ دونوں نان لے کر چلا گیا۔ اور راستے میں سوچنے لگا۔ ان دو روٹیوں میں کیا ہو گا۔ اتنے میں اسے ایک ماہی فروش مل گیا۔ اس مومن پریشان نے اُس سے ایک روٹی کے عوض ایک مچھلی خرید لی۔ اور ذرا آگے چل کر ایک روٹی دے کر نمک لے لیا۔ کچھ دُور آگے بڑھا تھا کہ دو آدمیوں نے آواز دی وہ رُک گیا یہ دونوں قریب پہونچکر بولے یہ اپنی روٹیاں لیلیے اور نمک و مچھلی بھی اپنے استعمال میں لاؤ۔ معلوم ہوتا ہے کہ تم بہت ہی ضرورت مند ہو۔

یہ پریشان حال گھر آیا، بیوی سے مچھلی بنانے کو کہا۔ بیوی مچھلی صاف کرنے لگی۔ اسی درمیان مچھلی کے پیٹ سے دو نہایت بیش قیمت موتی نکلے۔ اُس نے اپنے شوہر کو دِکھائے وہ بہت خوش ہوا اور انھیں بڑی قیمت میں فروخت کر ڈالے۔ پھر اس سے قرض ادا کیا اور خود آسودہ حال ہو گیا۔

طاؤس یمانی نے اپنی کتاب فصول المہمہ میں نقل کیا ہے کہ میں نصف شب میں حجرۂ حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام میں داخل ہوا میں نے دیکھا، امام زین العابدینؑ سجدہ میں ہیں اور ان کلمات کی تکرار فرما رہے ہیں :۔ الٰہی عبیدک بفنائک مسکینک بفنائک فقیرک بفنائک۔ اس کے بعد جب بھی کوئی مصیبت بیماری یا ضرورت پیش آئی بعد نماز میں نے سجدہ میں ان کلمات کو ادا کیا اور مقصد فی الفور حاصل ہو گیا۔ آپ کے معجزات کے بارے میں ابوالعباس عبداللہ بن جعفر حمیری لکھتے ہیں کہ ایک روز آپ اپنے اصحاب کے ساتھ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک ہرنی آئی اور فریاد کرنے لگی آپ نے اس کو قریب بلایا اور لوگوں سے کہا کہ اس کے بچّہ کو فلاں شخص نے پکڑ لیا ہے اور اس نے کل سے دودھ نہیں پیا۔ یہ چاہتی ہے کہ صرف اتنی دیر کو بچّہ اس کو دے دیا جائے کہ یہ اس کو۔ دودھ پلا دے لوگوں کو تعجب ہوا آپ نے اُس کے بلانے کو ایک آدمی

بھیجا' اس نے اقرار کیا آپ نے فرمایا کہ وہ بچہ صرف اتنی دیر کو منگوا دو کہ یہ اس کو دودھ پلا دے، جب بچہ آیا اور ہرنی دودھ پلا چکی تو بچہ کو امام کی خدمت میں پیش کیا' اس شخص سے درخواست کی وہ بچہ مجھے دیدے' اس نے امام کو بخش دیا آپ نے اس کو ہرنی کے حوالہ کر دیا اور وہ اپنی زبان میں کچھ کہتی ہوئی چلی گئی۔ آپ نے فرمایا کہ وہ بعد شکریہ' خدا سے سب کے واسطے دعا کر رہی تھی۔

"امام عالی مقام نے فرمایا ہے کہ جو قلیل رزق پر خدا سے راضی رہے خدا بھی اس کے قلیل عمل سے راضی رہتا ہے۔"

"یہ بھی فرمایا کہ دولت مند وہ ہے جو اللہ کے دیئے پر قناعت کرے۔"

امام کا حج بیت اللہ کا یہ مشہور ترین واقعہ ہے عبد الملک کا زمانۂ سلطنت تھا اس کا بیٹا ہشام جو بنی امیہ کا دسواں بادشاہ ہوا' حج بیت اللہ کو آیا' حاجیوں کا ازدحام دیکھا سوچا جب مجمع کم ہو جائے تو سنگِ اسود کے بوسہ کو جائے اور ایک میز پر بیٹھ گیا۔ شام کے معززین و ارکین ہشام کے چاروں طرف جمع تھے دیکھا ایک جوان، ضعیف و لاغر آیا اور مجمع کائی کی طرح پھٹ گیا۔ ہشام کے مصاحبین میں ایک شخص نے تعجب سے پوچھا یہ کون آدمی ہے۔ جس کی ہیبت اور جلالت سے لوگ اس قدر متاثر ہوئے کہ لوگ خود بخود ہٹ گئے۔ ہشام نے اس خوف سے کہ کہیں اہلِ شام کا رجحان امام زین العابدین کی طرف نہ ہو جائے۔ کہا کہ میں اس شخص کو نہیں جانتا۔ اتفاقاً عرب کا مشہور شاعر فرزدق قریب کھڑا تھا۔ ہشام کا تجاہل عارفانہ دیکھ کر اس سے نہ رہا گیا' اس نے ہشام اور شامیوں کی طرف رخ کر کے کہا' اس شخصیت سے میں خوب واقف ہوں۔ سنو یہ کون ہے؟ یہ کہکر فرزدق (شاعر) نے امام کی شان میں ایک طویل قصیدہ فی البدیہہ پڑھا۔ سارا مجمع فرزدق کی طرف متوجہ ہو گیا۔ ہشام نے برہم ہو کر فرزدق کو بمقام غسنان قید کر دیا۔ امام کو جب خبر ہوئی' فرزدق کے پاس بارہ ہزار درہم بھیجے۔ اس نے درہم نہ لئے اور کہلا بھیجا۔ کہ مولا! میں نے قصیدہ مالِ دنیا کے لئے نہیں کہا بلکہ آخرت چاہتا ہوں۔ امام نے دوبارہ کہلایا' کہ جو ہم دے دیتے ہیں، واپس نہیں لیتے۔ اس کو رکھ لو' نجاتِ آخرت بھی ہو جائیگی۔

(مترجم نے اس واقعہ کو اپنی کتاب "ذکرِ معصوم" میں بھی لکھا ہے۔ فرزدق شاعر کے قصیدے کے چند اشعار کا منظوم ترجمہ بھی کیا ہے جو مندرجہ ذیل ہے۔

انھیں کعبہ حلّ و حرم جانتے ہیں — قریش ان کو اہلِ کرم جانتے ہیں
قدم بوسی کرتے ہیں بطحا کے ذرّے — وہ ان کا مقامِ قدم جانتے ہیں
زمانے کے جوّاد و اہلِ کرم بھی — ان ہاتھوں کو ابرِ کرم جانتے ہیں
نبیؐ انکو شیرِ خدا جانتے ہیں — شہنشاہِ خیر الامم جانتے ہیں
بڑھا دست بوسی کو خود سنگِ اسود — مقام انکا کیا ہے یہ ہم جانتے ہیں
یہ اسلام و ایماں یہ دینِ مجسّم — ہم اس گھر کا لطف و کرم جانتے ہیں
فضائل کو ان کے مراتب کو انکے — خدا اور لوح و قلم جانتے ہیں
یہ وہ ہیں ہم انکے غلاموں کا رتبہ — فلک سے فزوں محترم جانتے ہیں
نہ جانے اگر کوئی جاہل نہ جانے — عرب جانتے ہیں عجم جانتے ہیں
نہ سمجھیں انھیں اہلِ دوزخ نہ سمجھیں — مقام ان کا اہلِ ارم جانتے ہیں

یہ دلفگار امامؑ اس پُر آشوب دور میں "امیرالمومنین" کی طرح خطبات دے کر خطاب تو کر سکا، مگر آنسوؤں میں معرفت کے دریا ضرور بہا دیے۔ دعاؤں میں "صحیفۂ کاملہ" کی توحید کے گلزار سجا دیئے ؎

رخ بدل کر ذرا ہدایت کے — کام سب کر گئے امامت کے

ذکرِ امامِ پنجم

ابوجعفر محمدؐ بن علی بن حسینؑ بن علی ابنِ ابی طالب علیہم السّلام۔ اسمِ مبارک محمدؐ، لقب، باقر۔ شاکر۔ ہادی، کنیت، ابوجعفر۔ آپ مادر اور پدر (دونوں) کی طرف سے ہاشمی تھے۔ والد، پسرِ امام حسینؑ اور والدہ دخترِ امام حسنؑ

آپ کی ولادت ۳ ماہ صفر المظفر ۵۷ھ مدینۂ منورہ میں ہوئی۔ اور رحلت ۱۱۷ھ میں ہوئی۔ عمر شریف ساٹھ سال ہوئی۔ قبر مبارک "جنّت البقیع" میں ہے۔ شہادت، ابراہیم ابنِ ولید کی زہر خورانی سے ہوئی اور اولاد بروایتے چار اور بروایتے چھ اور بروایت شیخ مفید علیہ الرحمہ، سات تھیں (جعفر بن محمد الصادق۔ عبداللہ۔ ابراہیم۔ عبید اللہ۔ علی۔ اور دختر زینب) رنگت گندمی۔ قامت درمیانہ۔ آپ کے زمانہ کا شاعر کمیت و سید حمیری۔ آپ کی انگشتری کا نقش (ربّ لا تذرنی فردًا) دربان کا نام جابر جعفی تھا۔ معجزات بیشمار ہیں۔ آپ باقر لقب سے زیادہ مشہور ہیں۔ کثرتِ علم کی وجہ سے اظہر من الشمس ہیں۔ چنانچہ جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ اے جابر! اُمید ہے کہ تو میرے فرزندوں میں سے ایک فرزند جس کا نام باقر ہوگا اور وہ اولادِ حسین سے ہوگا، ملاقات کرے گا۔ خدا نے اُس کو علم و حکمت سے بہت نوازے گا۔ جب تجھ سے ملاقات ہو تو میرا سلام پہونچانا۔ خواجہ نصیر الدین علیہ الرحمہ اپنے رسالہ "اوصاف الاشراف" میں بیان فرماتے ہیں کہ جب جابر زیارت امام محمد باقر علیہ السلام سے مشرف ہوئے تو امام نے فرمایا کہ جابر! کیا حال ہے (جابر چونکہ بوجہ پیری بہت نحیف ہو گئے تھے) کہا کیا حال بیان کروں۔ پیری کو جوانی پر۔ بیماری کو تندرستی پر۔ موت کو زندگی پر ترجیح دیتا ہوں۔ امام نے یہ سن کر جابر کو ٹوکا اور فرمایا، جابر! ہمارا حال اس کے بالکل برعکس ہے۔ حق تعالیٰ اگر پیری دے یا جوانی۔ بیماری دے یا تندرستی۔ زندگی دے یا موت ہمیں ہر چیز پسند ہے۔ اور یہ تم کو بھی پسند ہونا چاہیئے کیونکہ جابر تم مقامِ صبر پر ہو اور میں مقامِ رضا پر جو افضل ترین مقام ہے۔ جابر یہ سُنکر فوراً تعظیم کو اُٹھے، ہاتھوں کا بوسہ لیا، پیروں کی طرف جُھکے مگر امام نے منع کر دیا۔ جابر نے کہا، رسول اللہ نے سچ فرمایا تھا۔ بیشک آپ "باقر العلوم" ہیں۔ یعنی علوم کو شگافتہ کرنے والے۔

روایت بھی مشہور و معروف ہے کہ عبدالملک بن مروان نے حاکم مدینہ کو لکھا کہ محمد بن علی (امام محمد باقرؑ) کو میرے پاس بھیجدے۔ حضرتؑ اپنے ساتھ ایک کمسن پسر کو جو (بعد میں جعفر صادقؑ کے نام سے مشہور ہوئے۔) بھی شام لے گئے۔ یمن کے قریب جب

پہونچے تو آپؑ نے ایک بہت بڑا "دیر" دیکھا کہ لوگ کثرت سے بیشمار جمع ہیں اور ایک راہب کی زیارت کو آرہے ہیں جو سال میں ایک مرتبہ نکلتا ہے اور لوگوں کے مشکل مسائل کا جواب دیتا ہے۔ امام بھی اس طرف بڑھے اور مجمع میں جاکر کھڑے ہوگئے۔ اتنے میں راہب بھی آگیا۔ پیرانہ سالی سے اس کی بھویں آنکھوں پر لٹک آئی تھیں۔ اُس نے آتے ہی مجمع پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالی۔ اسی اثناء اچانک اُس کی نظر امام پر پڑی۔ اور مخاطب کرتے ہوئے بولا، آپ کیا ہمیں میں سے ہیں؟ امامؑ نے فرمایا، میں امتِ محمدیہ میں سے ہوں۔ پھر اُس نے کہا، آپ عالم ہیں یا جاہل؟ امامؑ نے جواب میں فرمایا، میں جاہل نہیں ہوں۔ راہب نے پھر کہا، کیا میں کچھ باتیں دریافت کرسکتا ہوں؟ امامؑ نے فرمایا، بیشک۔ اُس نے کہا اچھا بتلائیے، وہ کون سا وقت ہے جو نہ دن ہے نہ رات؟ آپؑ نے فرمایا، ختم شب سے طلوعِ آفتاب تک کا وقت ہے جو دن ہے نہ رات۔ یہ اوقاتِ جنت سے ہے۔ اس وقت بیماروں کو قدرے آرام ہوجاتا ہے۔ دردمندوں کے درد میں کسی حد تک کمی ہوجاتی ہے۔ جس کو رات بھر نیند نہ آئی ہو اس وقت نیند آجاتی ہے۔ اور خدا کی طرف توجہ کرنے والوں کے لئے تو یہ مخصوص وقت ہے۔ راہب نے پھر پوچھا، مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ جنت میں لوگ کھائیں پئیں گے مگر بول و براز نہیں کریں گے۔ کیا دنیا میں اس کی کوئی مثال ہے؟ امامؑ نے فرمایا، جنین (بچہ ماں کے شکم میں کھاتا پیتا ہے مگر بول و براز نہیں کرتا)۔ راہب نے پھر کہا، آپ کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ جنت میں میوے کھانے سے کم نہ ہوں گے، کیا اس کی بھی دنیا میں کوئی مثال ہے؟ آپؑ نے جواب میں فرمایا۔ ایک چراغ سے ہزاروں چراغ جلالو مگر اس کی لَو میں کمی نہیں ہوتی۔ اچھا یہ بھی بتلائیے کہ ایک درخت ایسا ہے جو خانۂ محمدیہ میں اُس کی جڑ ہے اور اس کی شاخیں ہر جگہ پھیلی ہوئی ہیں کیا اس کی کوئی مثال ہے راہب نے پوچھا؟ امامؑ نے فرمایا، سورج کی شعاعیں ہر جگہ اور ہر گھر میں موجود ہیں اور وہ اُس درخت میں ہوں جو نہ صرف اِس جگہ بلکہ ہر مقام پر ہوں۔ راہب نے یہ بھی دریافت کیا کہ جنت کے دروازہ کی کُنجی (چابی) چاندی کی ہے یا سونے کی؟ آپؑ نے فرمایا، نہ چاندی کی ہے نہ سونے کی چابی ہے بلکہ مومن کی زبان اس کی

چابی ہے۔ جب مومن زبان سے ذکرِ الٰہی کرتا ہے تو جنّت کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ راہب نے پھر کہا کہ اچھا اب ایک بڑا مشکل سوال کرتا ہوں اس کا جواب دیجئے۔ امام نے فرمایا اس شرط پر کہ تو اسلام قبول کرلے، اس نے وعدہ کیا اور کہا، دو بھائی ایک روز پیدا ہوئے اور ایک ہی دن دونوں کا انتقال ہوا۔ مگر ایک کی عمر سو سال اور دوسرے کی دو سو ہوئی۔ کیا یہ ممکن ہے؟ آپ نے فرمایا، ہاں وہ دو بھائی نبی تھے اور ایک کا نام عزیز، دوسرے کا عُزیر تھا جو توام پیدا ہوئے۔ دونوں کی عمریں پچاس سال کی ہوئیں۔ ان میں سے ایک بھائی کا ایک روز ایسے قریے سے گذر ہوا جو نہایت سرسبز اور شاداب تھا۔ اور اہلِ قریہ اپنی معصیت اور نافرمانی کی وجہ سے ہلاک کردیئے گئے تھے، اور اب سوائے بوسیدہ ہڈیوں کے ان کا کوئی نشان باقی نہ تھا۔ چنانچہ انکو یہ دیکھ کر بڑی عبرت ہوئی ایک درخت سے کچھ پھل توڑ کر کھائے اور کچھ کا شیرہ نکال کر برتن میں رکھ لیا اور پھر ایک درخت کے سائے میں لیٹ کر سوچا کہ اب روزِ قیامت یہ قوم جن کی ہڈیاں بھی خستہ اور بوسیدہ ہوچکیں، کیسے زندہ ہوسکتی ہیں۔ یہ ابھی سوچ ہی رہے تھے کہ بحکم خدا انکی رُوح قبض کرلی گئی اور سو برس بعد فرشتہ کو حکم ہوا کہ اس نبی کو زندہ کرو اور پھر ان سے پوچھو کہ تم کتنی دیر سوئے۔ چنانچہ فرشتہ نے حکمِ الٰہی کے مطابق انھیں زندہ کرکے پوچھا، اے نبی تم کتنی دیر سوئے عزیز نے دیکھا کہ شیرہ ظرف میں موجود ہے۔ جب سویا تھا تو آفتاب غروب ہورہا تھا۔ اب طلوع ہورہا ہے۔ اور کہا ایک شب۔ فرشتہ نے کہا نہیں، سو سال۔ آؤ اگر یقین نہ ہو تو اپنی سواری کے گدھے کو دیکھو کہ خستہ، خراب بلکہ کچھ ہڈیاں پڑی ہوئی ہیں۔ فرشتہ نے بحکم خدا سواری کے گدھے کو پھر زندہ کردیا۔ عزیزؑ کی زبان سے بے ساختہ نکلا۔ اِنّ اللّٰہ علٰی کُلّ شیٔ قدیر (سورۂ عنکبوت)۔ اور سوار ہوکر گھر آگئے۔ پچاس سال اور زندہ رہے اور پھر دُونوں ایک ہی روز وفات پاگئے۔ ایک کی عمر اس وقت ایک سو سال تھی اور دوسرے کی دو سو سال۔ راہب یہ جواب پاکر مبہوت رہ گیا۔ اور امامؑ کے قریب پہونچکر بولا، آپ کیا محمدؐ رسول اللہ ہیں؟ آپؑ نے فرمایا، میں "محمدؐ" تو ہوں۔ لیکن فرزندِ محمدؐ رسول اللہ ہوں۔ یہ سن کر راہب اور سارا مجمع مسلمان ہوگیا۔ آپ وہاں سے دمشق پہونچے۔ دربارِ

خلافت سجا ہوا تھا، اراکینِ سلطنت کا مجمع تھا۔ ہشام تختِ سلطنت پر بادۂ امروز کے نشہ میں جھوم رہا تھا۔ تیر اندازی کا کمال دکھایا جا رہا تھا۔ ہشام نے سوچا توہینِ امامت کا اچھا موقع ہے۔ کہنے لگا آپ بھی نشانہ پر تیر لگائیں، امامؑ نے انکار فرمایا، اُدھر سے اصرار بڑھا سمجھا کہ ان سے تیر اندازی ہو ہی نہیں سکتی مگر اصرار بڑھتا رہا۔ چنانچہ امامؑ نے کمان طلب کی۔ جس کے ترکش میں نو تیر تھے۔ امامؑ نے ایک تیر چلہ میں لگایا جو نشانہ کے بیچ میں پیوست ہو گیا اور نو کے نو تیر ایک نشانہ اور ایک ہی نقطہ پر اس طرح لگائے کہ ایک تیر کا نشانہ نظر آنے لگا، ہر طرف سے مرحبا، مرحبا کا شور بلند ہوا، ہشام شرمندہ ہوا اور دونوں معصوموں (امام محمد باقر و امام جعفر صادق علیہم السلام) کو تختِ شاہی پر اپنے قریب جگہ دی، اور پوچھا کیا آپ کے فرزند بھی فنِ تیر اندازی سے کچھ واقف ہیں امامؑ نے فرمایا، خداوند عالم نے ہم اہلبیتِ رسولؐ کو تمام علوم و کمالات سے آراستہ کر کے خلق فرمایا ہے۔ ہشام نے امامؑ کی مقبولیت سے گھبرا کر مدینہ کی واپسی کی اجازت دے دی۔ مگر راستہ میں ہر جگہ یہ تاکیدی حکم بھیجا کہ آب و طعام کا کوئی بند و بست نہ ہونے پائے تاکہ مدینہ پہنچتے پہنچتے امام زندہ نہ رہ سکیں۔ مگر امامؑ کو اسی سہا اھب (نومسلم) اور اس کے شاگردوں نے نہایت آرام کے ساتھ مدینہ تک کا کھانے پینے کا انتظام کیا۔

امامؑ عالی مقام کا سینہ علوم کا خزینہ تھا زمانہ نے کچھ تھوڑی سی مہلت دی تھی کہ آپکا درس و تدریس کا ایک بے پایاں سلسلہ شروع ہو گیا۔ سیکڑوں اپنے اور غیر اس چشمۂ علم سے سیراب ہوئے۔ امام زہری، امام اوزاعی، امام مالک اور امام ابو حنیفہ جیسے بزرگ، آپؑ ہی کی درسگاہ کے خوشہ چینوں میں سے تھے۔ آپؑ کے سعید شاگردوں نے خدمتِ دین کیلئے امامؑ کے اشارہ سے بہت سی کتابیں لکھیں۔ آپؑ کی خداداد قابلیت کا اپنا اور غیر سبھی معترف تھا۔ مشہور عالم ابن حجر مکیؒ اپنی کتاب "صواعقِ محرقہ صنہ ۱۲۰" پر لکھتے ہیں کہ حضرتؑ نے معارف اور حقائق کے وہ دریا بہائے جس سے سوائے دیوانے اور اندھے کے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔

ابو جعفر قمیؒ نے ابو بصیر سے روایت کی ہے کہ میں نے امامؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر سوال کیا۔ آپ وارثانِ رسولِ خدا سے ہیں، فرمایا، ہاں! میں نے کہا رسولِ خدا تو وارثِ انبیاء تھے۔

فرمایا ہاں ! - میں نے کہا آپ مردہ کو زندہ اور نابینا کو بینا کر سکتے ہیں، فرمایا ہاں ! مجھے امام نے اپنے قریب بلایا، جب میں نزدیک پہنچا تو اپنا دستِ مبارک میری آنکھوں پر ملا۔ میں اگرچہ عرصہ دراز سے نابینا تھا مگر آنکھیں ایسی روشن ہوگئیں گویا میں کبھی نابینا ہی نہ تھا پھر امام نے فرمایا اے ابو بصیر کیا تو اسی طرح رہنا چاہتا ہے اور روزِ قیامت اوروں کی طرح حساب وکتاب دینا چاہتا ہے۔ یا پھر ایسا رہنا چاہتا ہے کہ یوم الحساب بغیر حساب و کتاب داخلِ جنّت ہو؟ میں نے کہا فرزندِ رسولؐ! میں حساب وکتاب کی طاقت نہیں رکھتا، میں نابینا ہی رہنے پر راضی ہوں۔ آپؑ نے پھر دستِ مبارک میری آنکھوں پر پھیرا اور میں پہلے کی طرح نابینا ہوگیا۔ کتاب "کشف الغمہ" میں مذکور ہے کہ عبادبن کثیر بصری نے کہا کہ میں خدمتِ امام محمدّ باقر علیہ السّلام میں گیا اور میں نے سوال کیا کہ مردِ مومن کا حق، اللہ تعالیٰ پر کیا ہے؟ آپؑ نے کوئی جواب نہ دیا۔ میں نے پھر پوچھا مگر جواب نہ ملا۔ جب تیسری بار پھر دریافت کیا تو میری طرف غور سے دیکھ کر آپؑ نے فرمایا کہ مردِ مومن کا حق، اللہ تعالیٰ پر یہ ہے کہ اگر کسی درخت سے کہے کہ میرے پاس آجا تو وہ آجائے (پھر ایک درختِ خرمہ کیطرف اشارہ کیا جو فاصلہ پر تھا) عباد بن کثیر کہتا ہے کہ بخدا میں نے دیکھا، وہ درخت چلا اور امامؑ کی طرف آیا۔ امامؑ نے پھر اُسے واپس کر دیا۔ اور وہ اپنی جگہ چلا گیا۔

روایت تواتر سے مشہور ہے کہ مفضل بن عمر نے کہا کہ میں امامؑ کے ہمراہ تھا۔ ایک شخص مکّہ اور مدینہ کے درمیان رو رہا تھا۔ سامان اس کا زمین پر پڑا تھا اور اس کا خچّر مر گیا تھا۔ یکایک اس کی نظر امامؑ پر پڑی۔ چلّا چلّا کر رونے لگا اور بولا، فرزندِ رسولؐ! میرا گدھا مر گیا ہے۔ مجھ میں سامان کا بار برداشت کرنے کی طاقت نہیں ہے نہ ہی پیدل سفر کر سکتا ہوں اس صحرا میں مجھے جان ومال کا خطرہ لاحق ہے۔ آپ میری مدد فرمائیں۔ امامؑ نے دستِ دُعا بلند کئے ہی تھے کہ خچّر آن کھڑا ہوا۔

"کشف الغمہ" میں عطائے مکّی سے روایت ہے کہ میں نے علماء کو کسی کا احترام کرتے ہوئے اس طرح نہیں دیکھا جس طرح امام ابو جعفر (یعنی محمدّ باقر علیہ السّلام) کا احترام

کرتے تھے۔ آپ کی خدمت میں تمام علماء اس طرح دوزانو ہو کر بیٹھتے تھے جیسے شاگرد اُستاد کے سامنے۔ اور علماء جب آپ سے کوئی حدیث روایت کرتے تو کہتے، وصی اوصیا ہو۔ یا۔ وارثِ انبیاء نے یہ فرمایا ہے۔

ایک شخص نے کہا کہ احادیث امام باقر مرسل ہیں مسند نہیں ہیں۔ امام نے سنا تو فرمایا جو بھی حدیث میں تم سے بیان کرتا ہوں اس کو سند کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ میرے پدرِ بزرگوار نے اپنے پدرِ بزرگوار سے اور انھوں نے امیرالمومنین جدِّ نامدار سے، انھوں نے رسول اللہ سے، انھوں نے جبرئیل سے اور جبرئیل نے خدائے تعالیٰ سے روایت کی ہوئی ہوتی ہے۔ اِس کے علاوہ میں کوئی سند نہیں رکھتا۔

باقر العلوم نے فرمایا کہ سب سے بڑی نیکی دوستوں کے ساتھ نیکی کرنا ہے اور سب سے بڑی مہربانی بھائیوں کے ساتھ مہربانی کرنا ہے۔ نیز یہ بھی فرمایا، تم اگر چاہتے ہو کہ یہ معلوم کرو کہ میرے دوسرے بھائی کے دِل میں میری محبّت یا دوستی کتنی ہے؟ تو اپنے دِل کو ٹٹولو کہ تمہارے دِل میں اس کی محبّت کتنی ہے۔

امام علیہ السّلام کے "زرّیں اقوال" میں سے دُنیا اگر صرف ایک ہی "قول" پر عمل کرلے تو معاشرہ کی نہ صرف مکمّل اصلاح بلکہ انسان مومن کامل بن جائے۔ آپ نے اپنے فرزندِ ارجمند "صادقِ آلِ محمّد" سے فرمایا کہ خدا نے تین باتیں تین چیزوں میں چھپا رکھّی ہیں (۱) اپنی خوشی کو اپنی طاعت میں چھپایا ہے پس تم اس کی طاعت سے کسی طاعت کو معمولی سمجھ کر ترک نہ کرنا، ہو سکتا ہے کہ جس کو تم معمولی سمجھ کر ترک کر دو اُسی میں اس کی خوشی پوشیدہ ہو۔ (۲) اُس نے اپنے غضب کو معصیت اور گناہ میں نہاں رکھّا ہے لہٰذا کسی بھی گناہ کو معمولی جان کر اُس کا مرتکب نہ ہونا۔ کیا معلوم کہ اُسی میں اُس کا غضب مضمر ہو۔ (۳) اُس نے اپنے دوستوں کو اپنی مخلوق میں چھپایا ہے لہٰذا اُس کے بندوں میں سے کسی کو حقارت سے نہ دیکھنا، شاید وہی خدا کا دوست ہو۔

جابر ابن عبداللہ انصاری کی معرفت رسولِ خدا کا پیغامِ سلام امام محمّد باقر علیہ السّلام کو بھیجنا۔ ابھی گذشتہ صفحات میں قارئین پڑھ چکے ہیں، اب ہم اس واقعہ کو منظوم ترجمہ کی صورت میں پیش کر رہے ہیں "مترجم"

سو اک حدیثِ پیمبرؐ سُنائیں
امامت کی تصویرِ عظمت دکھائیں

رسولِ خدا رونقِ انجمن تھے
زبانِ وحی پر "وحی" کے سخن تھے

تھے پیشِ نبیؐ سب نبیؐ کے پیارے
جمع جیسے ہوں چاند کے گرد تارے

تھے جابرؓ بھی بزمِ رسالتؐ میں حاضر
ادب داں، مزاجِ رسالتؐ کے ماہر

ارادہ تھا پوچھیں حضورِ رسالتؐ
مری عمر کتنی ہے فرمائیں حضرتؐ

نگاہِ رسالتؐ نے دل کو ٹٹولا
بنوعِ دگر عقدۂ عمر کھولا

مخاطب ہوئے جابرؓ رازداں سے
مدارج ہیں تیرے بلند آسماں سے

خوشا بخت دیکھا ہمارا زمانہ
علیؑ و حسینؑ و حسنؑ کا زمانہ

مبارک ہو عابد کا ہمراز ہونا
زیارت سے باقرؑ کی ممتاز ہونا

مگر میرے باقرؑ سے جابرؓ جو مِلنا
سلام اسکی خدمت میں میرا بھی کہنا

شب و روز جابرؓ کو اک بے کلی تھی
نہ تھی چشم، چشمِ بصیرت کھلی تھی!

تڑپ تھی کہ آئے مبارک وہ ساعت
امامتؑ کو دوں میں پیامِ رسالتؐ

خدا نے وہ ساعت بھی آخر دکھائی
کلی پانچویںؑ بھی امامت میں آئی

وہ جابرؓ کو دن بھی خدا نے دکھایا
پدر کی معیّت میں فرزند آیا

مصلّے پہ جابرؓ کو بیٹھے جو دیکھا
جبینِ صحابی کو بچّہ نے چوما

بصیرت نے پایا جو قبلہ نما کو
کیا سجدہ فرزندِ خیرالورٰی کو

کہا پیش کرتا ہوں خدمت میں حضرتؑ
درودِ نبوتؐ، سلامِ رسالتؐ

زبانِ مبارک سے پھر بولے باقرؑ
کہو حسرتِ دل کوئی ہو تو جابرؓ

کہا اک عنایت امامِ امم ہو
زیارت کا مشتاق ہوں گر کرم ہو

امامت نے اک ہاتھ آنکھوں پہ پھیرا
ہوئی چشم پُر نور، رخصت اندھیرا

زیارت ہوئی نائبِ مصطفٰےؐ کی
صحابیؓ نے حضرتؑ سے پھر التجا کی

نہیں روشنی کی مجھے اب ضرورت
نہ دیکھونگا اب کوئی میں اور صورت

ذکرِ امام ششم

جعفر بن محمد الصادق :- والد کا نام امام محمد باقرؑ والدہ کا نام اُمِ فروہ دختر قاسم بن محمد بن ابی بکر۔ کنیت ابو عبداللہ و ابو اسمٰعیل۔ القاب صادق۔ فاضل۔ صابر اور طاہر۔ صادق سب سے زیادہ مشہور لقب ہے۔ قامت درمیانہ۔ رنگ گندمی۔ آپ کے دربار کا شاعر سید حمیری۔ آپ کا دربان مفضل ابنِ عمر۔ آپ کی انگشتری کا نقش ماشاءاللہ لا قوۃ الا باللہ استغفر اللہ :۔ آپ کے زمانہ میں خلفا بنی امیہ (ہشام بن عبدالملک۔ ولید بن یزید ابن عبدالملک۔ ابراہیم بن ولید۔ مروان بن محمد ابنِ مروان) ہوئے۔ اور بنی عباسیہ میں سفاح اوّلین خلیفہ اور ابو جعفر منصور دوانقی دوسرا خلیفہ بنی عباس ہوا۔ آپؑ کی اولادِ ذکور چھ تھیں (موسیٰ۔ محمد۔ علی۔ عبداللہ۔ اسمٰعیل اور اسحاق) اور اولادِ اناث صرف ایک (اُمِ فروہ) تھی۔ آپؑ کی عمرِ عزیز اڑسٹھ سال ہوئی۔ بارہ برس خدمتِ امام زین العابدین علیہ السّلام (یعنی جدِ بزرگوار) میں گذرے۔ اور انیس سال (بعد رحلتِ جدِ بزرگوار) پدرِ بزرگوار امام محمد باقر علیہ السّلام کی خدمت میں گذرے۔ چونتیس سال زمانۂ امامت امام رہے۔ منصور عباسی ابوجعفر دوانقی کے حکم سے زہر خورانی سے آپ کی وفات ہوئی۔ قبر اطہر جنت البقیع (مدینہ منورہ) میں ہے۔ آپ اپنے تمام بھائیوں میں جلیل القدر مرتبہ امامت پر فائز تھے۔

علماء نے جس قدر احادیث آپؑ سے نقل کی ہیں کسی اور امام سے نقل نہیں کیں۔ صاحبِ کشف الغمہ تحریر فرماتے ہیں کہ اصحاب حدیث نے آپ کے زمانہ کے راویانِ حدیث کی تعداد چار ہزار لکھی ہے اور کتابِ اصول جو راویانِ آنحضرت نے تالیف و تصنیف کیں وہ چار سو کتب تھیں اور آپؑ کی امامت محتاجِ دلائل نہیں اس لئے کہ ہر فرقہ نے آپ کی امامت کو تسلیم کیا ہے۔ نیز وہ معجزات و آیات جو آپؑ کے دستِ مبارک سے ظاہر ہوئے اُن کو ہر موافق اور مخالف نے ذکر کیا ہے۔ صاحب فصول المہمہ و احمد خوارزمی و

صاحب کشف الغمہ سے روایت ہے کہ ایک بدباطن حاسد نے منصور دوانقی سے آپکی بے جا شکایت کر کے اُس کو اتنا برانگیختہ کر دیا کہ اس نے فوراً اپنے وزیر ربیع کو حکم دیا کہ جعفر صادق کو گرفتار کر کے حاضر کیا جائے۔ منصور نے آپؑ کو آتے ہوئے دیکھ کر کہا، خدا مجھے قتل کرے اگر میں تمہیں نہ قتل کردوں۔ جب آپؑ قریب پہونچے تو بگڑ کر بولا، کیا تم نے مُلک بھر کے لوگوں کو میرے خلاف کر دیا ہے اور میری فوج کو ورغلاتے ہو؟ امامؑ نے فرمایا، میں نے ہرگز ہرگز ایسا نہیں کیا۔ اور نہ میرے تصوّر میں اس طرح کے خیال گذرے۔ اگر تو چغلخور کی باتیں صحیح مانتا ہے تو تو بھی اپنے آباؤ اجداد کی پیروی کر۔ یہ سُنکر منصور کچھ مطمئن ہوا۔ آپؑ کو قریب بٹھایا اور کہا مجھ سے فلاں بن فلاں نے یہ سب کچھ کہا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر اس کو حاضر کیا جائے تو میری اور اس کی راست گوئی اور دروغگوئی ظاہر ہو جائے گی۔ چنانچہ منصور نے اُس شخص کو بلایا اور اُس سے کہا، کیا تو نے جعفر بن محمدؑ کے بارے میں مجھ سے ایسا اور ویسا نہیں کہا؟ اس نے کہا ہاں، میں نے کہا ہے اور اپنے دعوے کے ثبوت میں قسمیں کھانی شروع کیں۔ امامؑ نے فرمایا، اے منصور اجازت دے کہ جس طرح میں کہوں یہ اس طرح قسم کھائے۔ منصور نے اجازت دے دی آپؑ نے اس سے فرمایا، کہو برئت من حول اللّٰہ وقوتہ والتجائت الی حولی وقوتی لقد فعل جعفر کذا وکذا وقال کذا وکذا:۔ اس احمق نے بغیر سوچے اسی طرح قسم کھالی۔ کچھ دیر نہ گذری کہ اسی جگہ تڑپ تڑپ کر جہنّم رسید ہوا۔ منصور ڈرا اور امامؑ سے بڑی معذرت چاہی۔ اور انھیں مذکورہ تینوں کتابوں میں تحریر ہے۔ کہ داؤد بن علی ابن عبداللہ ابنِ عباس نے آپ کے ایک غلام (معلی بن خنیس) کا مال و متاع چھین کر اس کو ہلاک کر دیا۔ جب امامؑ کو معلوم ہوا تو آپ نے اس سے کہا تو نے میرے غلام کو قتل کر دیا اور میری دعا سے نہ ڈرا۔ داؤد ہنسا اور کہا مجھے اپنی دعا سے ڈراتے ہو۔ ایسی دعائیں بہت سی دیکھی ہیں۔ آپ اُٹھ کر دولت سرا تشریف لائے۔ نماز ادا کی دستِ دعا بلند کئے خدایا اس باغی سے ہمارا انتقام لے ابھی دعا ختم ہی ہوئی تھی کہ داؤد کے گھر سے آوازِ گریہ وزاری بلند ہوئی معلوم ہوا کہ جہاں جانا

تھا چلا گیا - ابوحمزہ ثمالی سے منقول ہے کہ میں مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کی جانب امام کیساتھ جارہا تھا کہ دیکھا ایک سیاہ کتا تیزی سے بھاگتا ہوا آرہا ہے امامؑ نے اس سے کہا تجھے کیا ہو گیا ہے کیوں اتنی تیزی سے بھاگ رہا ہے ابوحمزہ کہتا ہے میں نے دیکھا وہ کتا ایک پرندہ کی شکل میں تبدیل ہو کر آسمان کی طرف اڑ گیا مجھے حیرت ہوئی - امام نے فرمایا تم نے اسے پہچانا یہ قوم جنات سے عثم ہے یہ ہشام بن عبدالملک کے فوت ہونے کی خبر لے کر آیا تھا کہ آج شام میں رخصت ہوا - کتاب خرائج میں مفضل ابن عمر سے روایت ہے کہ میں منیٰ میں خدمت امامؑ میں تھا کہ ہمارا گذر ایک ضعیفہ کی طرف سے ہوا جو دو اپنے بچوں کو لئے ہوئے رو رہی تھی اور ایک گائے قریب میں مری ہوئی پڑی تھی امامؑ نے ضعیفہ سے پوچھا کیوں اس بیتابی سے رو رہی ہے؟ ــ وہ مردہ گائے کی طرف اشارہ کر کے بولی، میری اور میرے بچوں کی روزی اسی پر منحصر تھی - یہ مرگئی، اب میری اور بچوں کی گذر اوقات کیسے ہوگی تو امامؑ نے فرمایا، کیا تو چاہتی ہے کہ تیری گائے زندہ ہو جائے ضعیفہ نے کہا اول تو یہ بات ناممکن سی ہے - اور پھر اگر زندہ ہوگئی تو میرے لئے اس سے زیادہ اور کیا خوشی ہو سکتی ہے یہ سنکر امامؑ نے بارگاہ ایزدی میں دعا فرمائی بعدہٗ مری گائے کو ٹھوکر ماری وہ فی الفور اٹھ کر کھڑی ہوگئی - یہ دیکھ کر ضعیفہ فرط خوشی میں چلا اٹھی، خدا کی قسم تو (امامؑ) عیسیٰ پیغمبر ہے آپ فوراً آگے روانہ ہو گئے - تاکہ لوگ پہچان نہ سکیں -

مندرجہ بالا کتاب میں مذکور ہے کہ صفوان ابن یحییٰ نے لکھا ہے کہ ایک شخص (کوفہ کا رہنے والا تھا) مجھ سے بیان کیا کہ میری منکوحہ (بیوی) نے مجھ سے کہا کہ ہم امامؑ کی زیارت سے محروم ہیں اگر اس مرتبہ حج کو چلیں تو امامؑ کی زیارت سے بھی مشرف ہو سکیں گے - میں نے کہا بخدا ہمارے پاس سفر خرچ مطلق نہیں ہے - بیوی نے کہا میں اپنی قیمتی اشیاء فروخت کر کے یہ سعادت حاصل کروں گی چنانچہ ہم نے رقم مہیا کی اور حج کو روانہ ہوئے جب حج کر چکنے کے بعد مدینہ منورہ پہونچے تو بیوی سخت بیمار ہوگئی - قریب تھا کہ ہلاک ہو جائے - میں نے ایک مکان کرایہ پر لے کر زوجہ کو اس میں چھوڑا اور امامؑ کی خدمت میں پہونچا - امام نے میری مزاج پرسی کی - اور عورت کا حال پوچھا - میں نے

کہا، نازک حالت میں چھوڑ کر آیا ہوں۔ شاید واپسی پر اُسے زندہ نہ پاسکوں۔ یہ سُن کر امامؑ نے کچھ دیر گردن جھکا کر خاموشی اختیار کی۔ پھر سر اُٹھا کر فرمایا، جا وہ مومنہ اب بالکل رُوبصحت ہے۔ جب میں واپس آیا تو دیکھا وہ بیشک صحیح وسالم بیٹھی ہے۔ میں نے اُس سے کہا یہ بتاؤ کہ تم اتنی جلدی کیونکر صحتیاب ہوگئیں۔ زوجہ نے جواب دیا۔ عجیب واقعہ ہوا، میں مرنے کے قریب تھی کہ ایک بزرگ آئے اور انھوں نے مجھ سے کہا کہ کیا حالت ہے۔ میں نے کہا ملک الموت سامنے نظر آرہے ہیں۔ انھوں نے ملک الموت سے فرمایا کیا تمہارے واسطے خدائے تعالیٰ کا یہ حکم نہیں ہے کہ تم ہماری اطاعت کرو؟ موت کے فرشتہ نے کہا، لاریب یا امامی! آپ نے فرمایا، اِس کو ابھی بیس ۲۰ سال کی اور مہلت دو۔ یہ سن کر ملک الموت خاموشی سے واپس چلے گئے۔ میں نے پھر پوچھا، اُس بزرگ کے متعلق بھی بتلا سکتی ہے؟ اُس نے کہا نورانی صورت، عمامہ پہنے ہوئے تھے۔ میں سمجھ گیا،

ابنِ حمزہ سے روایت ہے کہ میں راہِ مکّہ میں حضرتؑ کے ہمراہ تھا۔ راستے میں ایک خشک درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے دیکھا کہ آپؑ نے درخت کی طرف دیکھا اور کہا اے درخت، خدا نے تجھے بندوں کی کے لئے پیدا کیا ہے۔ لہٰذا کچھ کھانے کو دے۔ یہ فرمانا تھا کہ درخت خرموں سے لد گیا۔ اور وہ خرمے ایسے خوش ذائقہ تھے کہ اس سے قبل کبھی نہیں کھائے تھے۔ ایک اعرابی ہمارے ساتھ اور بھی تھا۔ اُسنے یہ دیکھ کر کہا کہ آج میں نے وہ جادو دیکھا جو اس سے پیشتر کبھی نہیں دیکھا تھا۔ یہ سُنکر حضرتؑ نے فرمایا، ہم وارثِ انبیاءؑ ہیں۔ ہم میں کوئی ساحر اور کاہن نہیں ہوتا۔ بلکہ جس چیز کی ہم خدا سے دعا کرتے ہیں۔ وہ قبول فرماتا ہے۔ اگر تو کہے تو میں تیرے واسطے دعا کروں کہ تو مسخ ہوکر کُتّا ہو جائے اور دُم ہلاتا ہوا اپنے گھر جائے اور گھر والے مار کر نکال دیں۔ اُس نے کہا ضرور دعا کیجئے، میرا کچھ نہیں بگڑ سکتا۔ حضرتؑ نے دعا فرمائی اور اعرابی فوراً کُتّا بن گیا اور اپنے گھر کی طرف بھاگا۔ آپؑ نے مجھ سے فرمایا، جا دیکھ اس کے گھر والوں نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ میں نے جا کر دیکھا کہ اس کے گھر والے مار رہے ہیں۔ وہ برابر دُم ہلا کر خوشامد کر رہا ہے مگر اس کو انھوں نے گھر سے نکال کر ہی دم لیا۔ کُتّا

واپس حضور امام آیا' اور چلّا چلّا کر رونے لگا۔ امامؑ کو اس پر رحم آیا' دعا کی وہ اپنی اصل شکل میں ہوگیا۔ اور پھر فوراً ایمان لے آیا۔

یونس ابن ظبیان سے روایت ہے کہ ہم سب حضرتؑ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے امامؑ سے سوال کیا کہ وہ چار پرندے جن کو حضرت ابراہیمؑ نے ذبح کرکے پھر زندہ کر دیا تھا جن کا ذکر قرآن میں موجود ہے وہ پرند ایک جنس کے تھے یا مختلف۔ آپؑ نے فرمایا' کیا تم دیکھنا چاہتے ہو؟ اس نے کہا ہاں اے فرزندِ رسولؐ ضرور دیکھنا چاہتے ہیں۔ آپؑ نے چار پرند (مور۔ باز۔ کبوتر اور کوّا) منگوائے۔ پھر ان کو ذبح کیا۔ اور ہر ایک کے سر علٰحدہ کر کے اپنے پاس رکھ لئے اور باقی کے ٹکڑے کرا کر مکان کے چاروں جانب ڈلوا دیئے۔ اس کے بعد آپؑ نے پہلے مور کو آواز دی اسکا ہر حصّہ جُڑ کر حاضر ہوا آپ نے اُس کا سر لگا دیا وہ زندہ ہو کر اُڑ گیا۔ اسی طرح آپنے ہر ایک کو بلا کر اور سَر کو لگا لگا کر اُڑا دیا۔

امام جعفر صادق علیہ السّلام کا زمانہ اس لئے زیادہ قابلِ توجّہ ہے کہ یہ زمانہ زوالِ سلطنت بنی اُمیّہ اور آغاز سلطنت بنی عباس کا زمانہ تھا۔ باہمی خانہ جنگی کے باعث امامؑ کو اتنا وقت اور موقع مل گیا کہ پیغامِ حق اُمّتِ محمّدی تک پہونچا کر خوابِ غفلت سے بیدار کیا۔ چنانچہ جو کتبِ احادیث تقریباً چار سو جن کا ذکر اُوپر ہوا۔ آپکے اِشارہ پر آپ کے شاگردوں نے تدوین و تالیف کیں۔ چونکہ ائمّہِ ماسبق میں صرف آپ ہی کو یہ موقع ملا تھا۔ کہ فقہ۔ حدیث۔ علمِ دین۔ صحیح سنّتِ رسولؐ کو قدرے اِطمینان اور سکون کے عالم میں موافقین اور مخالفین کے سامنے پیش کیا اس لئے اس کو جو درحقیقت فقہِ محمّدی تھی، فقہِ جعفری کہا گیا۔ آپؑ ہی کے زمانہ میں "مذہبِ صوفیہ" کا آغاز ہوا۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہم پیروانِ مذہب حقّہ کے لئے اقوالِ ائمّہؑ سے حقیقت مذہبِ صوفیہ پر کچھ روشنی ڈالتے چلیں۔ جس نے دیگر مذاہب کے علاوہ مذہبِ حقّہ امامیہ پر بھی اپنے اثرات ڈالنے کی کوشش کی جس کے متعلّق اکثر ائمّہٴ طاہرینؑ نے اپنے پیروؤں کو اُن کے مکر و فریب سے بر وقت آگاہ فرما کر اُن کے دامِ فریب سے نجات دِلائی۔

"جو کچھ اس کتاب "حدیقۃ الشیعہ" میں مذہبِ صوفیہ کے متعلق گفتگو ہے وہ اس قدر طویل ہے کہ اگر لکھی جائے تو ایک مستقل کتاب کی صورت اختیار کرے لہٰذا ہم نہایت اختصار سے صرف اس قدر لکھ رہے ہیں۔ کہ مذہبِ اسلام میں افتراق کا سبب ایک مذہبِ صوفیہ بھی ہے"۔

سب سے پہلا اختلاف جو مذہبِ اسلام کے لئے انتہائی نقصان کا باعث ہوا۔ وہ اس وصیّت نامہ کی مخالفت تھی جس کو خاتم الانبیاءؐ وقتِ رحلت تحریر فرمانا چاہتے تھے جس کا محمّد شہرستانی (جو کہ عظمائے اہلسنّت میں سے ہیں۔) اعتراف کرتے ہیں۔ اس بات کو اور دیگر علمائے کبار نے بھی تسلیم کیا ہے۔ یہ چیز مذہب میں اتنے بڑے اختلاف اور تفریق کا باعث ہوئی کہ ہر شخص نے اپنی خواہش کے مطابق ایک خیال قائم کر لیا اور چونکہ خواہشات متفرّق ہیں۔ مذاہب متفرّق ہو گئے۔ اور اس کے بعد بڑا افتراق مذہبِ صوفیہ کی وجہ سے پیدا ہوا جو کہ مذہبِ اہلسنّت ہی کے برگ و بار ہیں۔ بعض لوگوں نے لفظ "صُوفی" کے معنی اور وجہِ تسمیہ میں بڑی غلط بیانی، اور فریب دہی سے کام لیا ہے۔ کہتے ہیں کہ "اصحابِ صفّہ" کو صوفی کہتے ہیں۔ اور لوگوںؔ کے یہ ذہن نشین کیا ہے کہ یہ بڑے زاہد اور عابد ذوات تھیں۔ جن کو "اصحابِ صفّہ" کا مقام حاصل تھا۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ شیعہ اور سنّی اس پر متفق ہیں کہ سب سے پہلا صُوفی جس کو کہا گیا وہ ابوہاشم کوفی تھا۔ اور اس کی وجہِ تسمیہ یہ تھی کہ یہ شخص راہبوںؔ کی طرح اونی موٹا لباس ایک خاص رنگ کا پہنتا تھا جس پشمینہ کو "صوف" کہتے تھے۔ اور یہ مثلِ نصاریٰ، حلول اور اتحّاد کا قائل تھا۔ فرق اِسقدر تھا کہ نصاریٰ تو حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں حلول و اتحّاد کے قائل تھے اور آج بھی یہی عقیدہ ہے کہ خدا اِن (عیسیٰؑ) میں سما گیا تھا۔ اور یہ کوفی خود اپنے بارے میں کہتا تھا۔ کہ خدا مجھ میں حلول کر گیا ہے۔ اس کا مقصد صرف دینِ اسلام کو مسخ کرنا تھا ائمہؑ اثنائے عشر اور نبیؐ خیر البشر۔ علماءِ قدمائے اہلِ حقّہ نے اس مذہب کے پیرووں کو کافر بتایا ہے۔ مذہبِ "صوفیہ" کی بے شمار شاخیں ہیں، لیکن دو مذہب اصل

ہیں۔ایک مذہب صوفیہ حلولیہ۔ دوسرا اتحادیہ۔ حلولیہ کا اعتقاد یہ ہے کہ خدا ہم میں حلول کر گیا ہے اور جملہ عارفین کے جسم میں وہ حلول کر جاتا ہے۔ حالانکہ یہ اعتقاد عقلاً باطل ہے کیونکہ حلول کرنے والا کسی محل یا بدن کا محتاج ہوتا ہے اور جو محتاج ہوتا ہے۔ وہ ممکن ہوتا ہے واجب نہیں ہوتا۔ اور خدا واجب ہے ممکن نہیں۔ دوم مذہب اتحادیہ یہ کہتے ہیں کہ ہم اور خدا ایک ہو گئے ہیں اور اسی طرح خدا عارفوں کے ساتھ ہو جاتا ہے۔ جس طرح لوہا آگ میں ڈال دو تو لوہا آگ ہو جاتا ہے یہ اعتقاد بھی عقلاً باطل ہے۔ لوہا آگ کے صفات تو اختیار کر لیتا ہے مگر لوہا لوہا رہتا ہے آگ نہیں ہو سکتا اسی طرح واجب اور ممکن ایک نہیں ہو سکتے اور یہ اعتقاد رکھنے والا کافر ہے۔ مشرک ہے۔ متعدد خداؤں کا ماننے والا ہے اس لئے کہ اگر ایک وقت میں سو عارف جمع ہو جائیں تو سو خدا بھی ہو جائیں گے۔ اصل مذہب صوفیہ یہ دو گروہ ہیں اس کے بعد سینکڑوں شاخیں اور معتقدات پیدا ہو گئے۔ کسی نے کہا، میں خدا ہوں کسی نے کہا، دنیا کی ہر چیز خدا ہے۔ بہر حال ہم تصوف اور اس کی تفصیل کو جو کہ کتاب حدیقۃ الشیعہ میں از صفحہ ۵۵۳ تا ۶۰۶۔ تحریر ہے۔ چند سطروں میں ختم کر کے ناظرین کو ان صفحات کے مطالعہ کی دعوت دے رہے ہیں۔

صوفیوں کے متعلق امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ جو بھی خود کو صوفی کہتا ہے وہ درحقیقت لوگوں کو دھوکا دے کر حق سے باطل کی طرف پھیرنا چاہتا ہے البتہ وہ لوگ جو صرف تقیہ کے طور پر اپنے آپ کو صوفی کہتے ہیں۔ اور عقائدِ باطلہ کے قائل نہیں، وہ مستثنیٰ ہیں۔

مواعظ و نصائح امام جعفر صادقؑ

کفّارۃُ عمل السّلطان الاحسان الی الاخوان :۔ یعنی بادشاہوں کی ملازمت کا کفارہ اپنے بھائیوں کے ساتھ نیکی اور احسان کرنا۔

فرمایا آپؑ نے کہ جو شخص اپنے مومن بھائیوں کو خوش کرتا ہے۔ خداوندِ عالم اُسکو

فرشتہ کی شکل دے کر اس کی رحلت کے بعد قبر میں اس کے ساتھ بھیجتا ہے جو اس سے قبر میں کہتا ہے کہ گھبرانا نہیں۔ قیامت تک میں تیرے ہمراہ تیرا معاون و مددگار رہوں۔

ارشادِ امامؑ ہے :- جو شخص اپنے لئے جو بات پسند کرتا ہے اگر وہی بات اپنے برادرِ مومن کے لئے پسند نہیں کرتا تو گویا اس نے حقِ برادری ادا نہیں کیا۔ نیز فرمایا۔ توبہ میں تاخیر کرنا امروز فردا پر ٹالنا بڑی نادانی ہے۔ اور اس کی بخشش کی امید پر گناہ کرتے رہنا خود کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ اور گناہوں پر اصرار کرنا اس کے خوف سے بے خوف ہونا ہے۔ اور خوفِ خدا سے بے خوف نہیں ہوتا مگر زیاں کار۔

آپؑ نے فرمایا یہ دنیا جب کسی کی دوست بن جاتی ہے تو اوروں کی نیکیاں اور خوبیاں بھی اس کے نام کر دیتی ہے اور جب دنیا برگشتہ ہو جاتی ہے تو اسکی نیکیاں اور خوبیاں بھی چھین کر دوسروں کے نام کر دیتی ہے۔

نیز فرمایا کہ تین چیزیں دنیا اور آخرت کی بزرگی کا باعث ہیں نیکی کرنا اس شخص کے ساتھ جس نے تیرے ساتھ برائی کی ہو۔ اور عطا کرنا اس کو جس نے تجھے محروم رکھا ہو۔ اور ملنے کی کوشش کرنا اس سے جو تجھے علیحدگی کی کوشش کرتا ہو۔

اور آپؑ نے یہ بھی فرمایا کہ چھ گروہ، چھ اوصاف کی وجہ سے تباہ ہو جاتے ہیں۔ (۱) اُمراء، ظلم کی وجہ سے۔ (۲) عرب، تعصّب کے باعث۔ (۳) دہقان، غرور کے سبب۔ (۴) سوداگر، خیانت کی بدولت۔ (۵) کاشتکار، جہالت کی وجہ سے۔ (۶) علماء، حسد کے باعث۔

ارشاد ہوا :- بہترین بندہ وہ ہے جس میں پانچ صفات پائی جائیں :-
(۱) جب نیکی کرے تو اپنے نیک کام پر خوش ہو۔ (۲) اگر بدی سرزد ہو جائے تو شرمندہ ہو جائے۔ (۳) اگر کوئی اس کو کچھ دے تو اس کا شکریہ ادا کرے۔ (۴) اگر کسی مصیبت میں گرفتار ہو جائے تو صبر کرے۔ (۵) اگر کوئی اس کے ساتھ ظلم یا بدی کرے تو معاف کر دے۔

آپؑ نے فرمایا کہ خداوند عالم اور اس کے سچے رسولؐ نے ہمیں ان نعمتوں سے

نوازا ہے۔ جو سوائے ہمارے اور کسی دوسرے کے پاس نہیں ہے اس میں سے الہام ہے۔ حدیث ملائکہ ہے اور جفرِ احمر ہے کہ یہ وہ ظرف ہے جس میں سلاح رسولؐ و تبرکاتِ رسولؐ ہیں۔ زبورِ داؤدؑ ہے۔ توریتِ موسیٰؑ ہے۔ انجیل عیسیٰؑ ہے۔ جو قبل ظہورِ قائم آلِ محمدؐ ظاہر نہیں ہو سکتیں۔ اور جفرِ ابیض ہے وہ ظرف جس میں صحفِ سابقہ، اور مصحفِ فاطمہؑ جس میں ابتدائے قیامت تک کے حالات مندرج ہیں۔ یہ بھی قبل ظہور قائمِ آلِ محمدؐ ظاہر نہیں ہو سکتی۔

ابو حمزہ ثمالی سے روایت ہے کہ میں نے حضرتؑ سے سنا ہے، آپؑ نے فرمایا، عصائے موسیٰؑ و الواح ہمارے پاس ہے خاتمِ سلیمانؑ اور سلاح و تبرکاتِ رسولِ خدا، ہمارے پاس ہیں تابوتِ سکینہ کی طرح تبرکاتِ نبیؐ کریم جہاں ہو۔ امامت وہیں ہوتی ہے۔ رسول اللہؐ کی زرہ میرے پدر بزرگوار نے پہنی اور اب میں پہنتا ہوں کسی اور کے جسم پر صحیح نہیں آسکتی۔ سوائے باقی ائمہ طاہرینؑ تا قائم آلِ محمدؐ۔ عمر ابنِ ابان سے روایت ہے کہ میں نے امامؑ سے پوچھا کہ کیا یہ سچ ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے سفرِ کربلا سے پہلے تبرکاتِ رسولؐ، جناب امِ سلمہ کے سپرد کئے تھے کہ جو تم سے یہ تبرکات بعد میرے طلب کرے وہی امام ہوگا۔ آپ نے فرمایا ہاں اور اب وہ تبرکات میرے پاس ہیں۔

آپؑ کے فضل و کمال و معجزات کے سلسلہ میں ایک روایت شامی کی مشہور ہے۔ کشف الغمہ، توحید ابنِ بابویہ اور دیگر کتب احادیث میں مرقوم ہے یونس ابنِ یعقوب نے کہا کہ میں حاضر تھا کہ حج کے موقع پر ایک عالم آیا اور امامؑ سے اُسنے کہا میں شام سے آیا ہوں اور علمِ کلام و فقہ میں دستگاہ تام رکھتا ہوں۔ چاہتا ہوں کہ آپ کے اصحاب سے مناظرہ کروں۔ آپؑ نے فرمایا جو کچھ تم کہو گے وہ کلام رسولؐ ہوگا۔ یا تمہارا کلام ہوگا۔ اُس نے کہا، کچھ کلام رسولؐ اور کچھ میرا کلام ہوگا۔ آپؑ نے فرمایا تو شریکِ رسولؐ ہے اُس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا تو کیا خدا کی جانب سے تجھ پر وحی آتی ہے۔ اُس نے کہا، نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تیرے کلام کا ماننا خدا و رسولؐ کے کلام کی

طرح واجب ہے۔ اس نے کہا نہیں، امام میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ یہ خود تسلیم کرتا ہے کہ میرے کلام کی کوئی قیمت نہیں۔ پھر آپ نے اپنے ایک شاگرد (ہشام) سے کہا۔ تم اس سے مناظرہ کرو۔ شامی نے ہشام سے کہا کہ میں جعفر صادق کی امامت کے بارے میں تم سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے دیکھا کہ ہشام، امام کا نام سنکر لرز گئے۔ اور کہا اے شامی، خدا مخلوق پر زیادہ مہربان ہے یا خود مخلوق، مخلوق پر مہربان ہے۔ شامی نے کہا، خدا مخلوق پر زیادہ مہربان ہے۔ ہشام نے کہا، خدا کی مہربانی دین و مذہب میں مخلوق پر کیا ہو سکتی ہے۔ شامی نے کہا یہی کہ انسان کو مکلّف فرمایا اور انسان کی راہبری کی۔ ہشام نے کہا وہ راہبر کون ہے۔ اس نے کہا کہ وہ رسول خدا ہیں جنکو خدا نے اپنی جانب سے خلق فرمایا، ہشام نے کہا بعد رحلت رسول رہبری کس نے کی؟ شامی نے کہا بعد آنحضرت، کتابِ خدا اور سنّتِ رسول رہبر ہے ہشام نے کہا، آیا کتاب و سنّتِ رسول اس چیز میں جس میں ہم میں اختلاف ہو ہمیں فائدہ پہونچا سکتی ہیں۔ اور اختلاف دُور کر سکتی ہیں۔ اور اتّفاق پیدا کرا سکتی ہیں۔ شامی نے کہا بے شک۔ ہشام نے کہا پھر تجھ میں اور مجھ میں یہ اختلاف کیوں ہے۔ اور تو شام سے آیا ہے کہ مجھ سے بحث کرے۔ اور تو سمجھتا ہے کہ میری رائے دین کے معاملہ میں کافی ہے۔ حالانکہ تو اقرار کرتا ہے کہ رائے ہر شخص کی جداگانہ ہے ورنہ تو شام سے یہاں نہ آتا جب گفتگو یہاں تک پہونچی، شامی دریائے فکر میں کچھ دیر ڈوبا رہا پھر بولا، اچھا یہ بتلاؤ کہ خدا مخلوق پر زیادہ مہربان ہے یا خود مخلوق۔ ہشام نے کہا خدا مہربان ہے مخلوق پر۔ شامی نے کہا کہ خدا نے اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے کسی راہبر کو مقرّر کیا۔ ہشام نے کہا ہاں وہ راہبر ابتداء میں رسول تھا بعدہٗ دوسرا...... شامی نے کہا وہ دوسرا سوائے رسول کون ہے؟ ہشام نے کہا۔ اس وقت یا اس سے پیشتر۔ اس نے کہا اس وقت ہشام نے امامؑ کی طرف اشارہ کر کے کہا (ہذا جالس) یہ جو سامنے بیٹھا ہے۔ جو ہمیں آسمان و زمین کی خبر دیتا ہے۔ کیونکہ علم رسول وراثتاً ان کو پہونچا ہے۔ اس نے کہا یہ کیسے معلوم ہو؟ ہشام نے کہا جو جی چاہے۔ امامؑ سے سوال کر، شامی نے کہا، ہاں پھر مجھے

کوئی عذر نہ ہوگا۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ امام نے شامی سے فرمایا کہ میں تجھے سوال کی زحمت سے نجات دیئے دیتا ہوں۔ بتلا کیا تو فلاں روز فلاں وقت فلاں چیز کھا کر فلاں سے یہ یہ باتیں کر کے نہیں چلا تھا؟ کیا تو نے راستہ میں فلاں فلاں جگہ منزل نہیں کی؟ فلاں دوست کے یہاں قیام نہیں کیا؟ اس سے یہ باتیں نہیں کیں؟ یہ سنکر شامی حیران رہ گیا اور کہنے لگا۔ اسلمت باللہ الساعیہ :- اب میں مسلمان ہو گیا۔ امام نے فرمایا نہیں بلکہ یہ کہو کہ :- آمنت باللہ ساعیہ :- اب میں مومن ہو گیا۔ شامی نے کہا، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ہی جانشینِ رسولؐ ہیں۔

صاحبِ کشف الغمہ تحریر فرماتے ہیں کہ ابو شاکر جو آپ، کو ایک بہت بڑا عالم سمجھتا تھا۔ امام کی خدمت میں آیا اور حدوثِ عالم اور وجودِ صانع پر امام سے دلیل چاہی آپ نے فرمایا کہ میں تجھے آسان ترین دلیل اس مسئلہ پر دینا چاہتا ہوں۔ ذرا قریب آ۔ آپ نے ہاتھ پر ایک انڈا رکھ کر فرمایا، دیکھو اس میں سفیدی اور زردی چاندی اور سونے کی طرح رقیق اور بہتی ہوئی ہیں۔ اور پھر بھی ایک دوسرے سے الگ ہیں۔ اور نہ سپیدی زردی میں ملتی ہے نہ زردی سپیدی میں۔ نہ کوئی درست کرنے والا کاریگر اس کے اندر جاتا ہے نہ بگاڑنے والا باہر آتا ہے۔ پہلے سے کچھ نہیں معلوم ہوتا کہ اس سے نر پیدا ہوگا یا مادہ۔ کچھ دنوں بعد یہ متغیر ہو کر شق ہوتا ہے اور ایک طائرِ خوشنما طاؤس کی شکل و رنگ کا اس میں سے نکل آتا ہے۔ بتلاؤ کیا تمہاری عقل اسے مانتی ہے کہ یہ سب صفتیں بغیر کسی علیم و خبیر صانع کے۔ آپ سے آپ ہو رہی ہیں۔ ابو شاکر دیصانی نے یہ سن کر سر جھکا لیا۔ اور کہنے لگا۔ اچھا ایک بات کا اور جواب عنایت فرمایئے ہم کہتے ہیں کہ خدا قادرِ مطلق ہے۔ کیا وہ اس پر بھی قدرت رکھتا ہے کہ اس انڈے میں زمین و آسمان کو سما دے۔ آپؑ نے فرمایا دیصانی انڈا تو بہت بڑی چیز ہے۔ تم نہیں دیکھتے کہ اس نے آنکھ کے ایک تل میں جو "مسور" کے دانہ سے بڑا نہیں، زمین و آسمان سمائے رکھے ہیں۔ ذرا اوپر نیچے دیکھو آسمان و زمین آنکھ کے تل میں سما جاتے ہیں۔ دیصانی نے بڑھ کر امامؑ کے قدم چوم لیے۔

ایک روز ایک مہمان آپ کے دسترخوان پر کھانا کھا رہا تھا مختلف غذائیں دیکھ کر کہنے لگا کہ آج تو ہم لذیذ کھانے کھا رہے ہیں کل روزِ قیامت ان کا حساب دینا ہوگا، آپؑ نے فرمایا کہ خدا اس سے بزرگ و بالاتر ہے کہ ہمارے کھانوں کا وہ محاسبہ کرے۔ وہ شخص بولا، خدا ہی نے تو قرآن میں کہا ہے: ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ یَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِیْمِ (سورہ التکاثر آیت نمبر ۸) یعنی لوگوں سے قیامت کے دن نعمتوں کی بازپرس کی جائے گی۔ امامؑ نے فرمایا اس آیت میں نعمت سے مُراد کھانے نہیں ہیں بلکہ نعمت سے مطلب ہم اہلبیتؑ کی محبّت اور مودّت ہے، قیامت کے دِن ہماری محبّت کا سوال ہوگا۔

فقط ہے روزِ سوالِ محبّتِ حیدر
یہ نا سمجھ جسے روزِ حساب کہتے ہیں

اولادِ امامؑ

آپ کی اولاد میں فرزندِ اکبر "اسمٰعیل" تھے۔ عمر اور شفقتِ پدری کی وجہ سے اکثر حضرات کا خیال تھا کہ بعدِ امامؑ۔ اسمٰعیل امام ہوں گے۔ مگر وہ حیاتِ امامؑ میں دُنیا سے رحلت کر گئے۔ اور جنّت البقیع میں دفن ہوئے امامؑ کو اس فرزند کے انتقال پر بڑا صدمہ ہوا۔ کافی دُور تابوت کو کاندھا دینے چلے کئی جگہ تابوت کو زمین پر رکھوا کر خود بھی چہرہ دیکھتے اور لوگوں کو دِکھاتے رہے۔ اس میں مصلحت یہ بھی تھی کہ جو لوگ ان کو نائبِ امام سمجھتے تھے ان کو ان کی رحلت کا یقینِ کُلّی ہو جائے۔ لیکن پھر بھی بعض لوگ یہ ماننے لگے کہ بعد رحلتِ اسمٰعیل ان کے فرزند محمّد بن اسمٰعیل کی طرف امامت منتقل ہوئی۔ بعض لوگ یہ خیال کرنے لگے کہ اسمٰعیل غائب ہو گئے۔ مگر زندہ ہیں۔ اس فرقہ کو "اسمٰعیلیہ" فرقہ کہا جاتا ہے جو امامت کے تاقیامت فرزندانِ اسمٰعیل میں باقی رہنے کے قائل ہیں۔ اسمٰعیل کے دُو فرزند (عبداللہ اور اسحٰق) علم و فضل میں درجۂ کمال پر تھے جو بے شمار احادیث کے راوی ہیں یہ دونوں اپنے بھائی حضرت موسیٰ کاظمؑ کی امامت کے قائل تھے۔ ان سے چھوٹے محمّد بن جعفر تھے جو بڑے متقی و

پرہیزگار تھے۔ جنھوں نے زید ابن علی بن حسینؑ کی طرح مامون پر خروج کیا۔ اور علی بن جعفر اور عباس بن جعفر دونوں فاضل اور متقی عظیم القدر تھے جو امام موسیٰ کاظمؑ کی امامت کے قائل تھے۔

ارشادِ امامؑ برائے مومنین

آپؑ نے اپنے موالیان میں سے ایک شخص نافذ سے فرمایا کہ جب تم کسی کو کوئی رقعہ یا عریضہ لکھو تو پہلے بغیر سیاہی کے قلم سے کاغذ پر لکھو۔ "بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ہ اَلَاۤ اِنَّ اَوۡلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ہ" (سورۂ یونس آیت نمبر ۶۲)۔

مطلب سیاہی سے لکھو تو انشاء اللہ مقصد حاصل ہوگا۔ نافذ کہتے ہیں کہ اکثر میں نے ایسا ہی کیا، اور ہر مرتبہ اپنے مقصود کو پالیا۔

معاویہ ابن عمّار سے منقول ہے کہ امامؑ نے فرمایا جو محمدؐ و آلِ محمدؐ پر سو مرتبہ درود پڑھے خدا اس کی سو حاجتیں بر لاتا ہے۔ اور بسند صحیح حضرتؑ سے روایت ہے کہ جو روزانہ سو بار کہے۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الۡمَلِکُ الۡحَقُّ الۡمُبِیۡنُ ہ فقیری اور پریشانی سے بے خوف ہو جاتا ہے۔

سفیان ثوری سے مروی ہے کہ میں نے حضرتؑ سے درخواست کی کہ کوئی دعا مجھے تعلیم فرمائیں۔ آپ نے فرمایا، میرے پدر بزرگوار نے اپنے جدّ بزرگوار (رسولِ خدا) سے روایت کی ہے کہ جب خدا تمہیں کوئی نعمت عطا فرمائے۔ تو کہو! "اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ" اور اگر تنگیِ رزق کی شکایت ہو تو کہو! "اَسۡتَغۡفِرُ اللّٰہَ" اور اگر کوئی مشکل پیش آئے یا کوئی غم و اندوہ ہو تو کہو! "لَا حَوۡلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ"۔

یہی سفیان ثوری ایک روز امامؑ کی خدمت میں پہونچا، امامؑ ایک اچھا لباس زیب تن کئے ہوئے تشریف فرما تھے۔ اس نے اعتراض کیا کہ آپؑ کے اجداد تو اس قسم کا لباس نہیں پہنتے تھے، آپؑ نے کیوں پسند فرمایا؟ امامؑ نے اوپر کا لباس

ہٹا کر دکھایا وہ لباس جو نیچے پشمینہ کا نہایت معمولی کھُردرا نہ تھا۔ اور فرمایا اوپر کا لباس تمہارے واسطے ہے اور نیچے کا لباس خدا کے لئے۔

شعیب عقرقوفی سے روایت ہے کہ ایک شخص نے مجھے ہزار دراہم دیئے۔ کہ امامؑ تک پہونچا دے۔ مَیں نے امتحاناً پانچ دراہم اس میں سے نکال کر اور پانچ درہم کھوٹے ملا کر امام کو پیش کیے۔ آپؑ نے تھیلی کھول کر وہی پانچ درہم جدا کر کے مجھ سے فرمایا، اپنا مال تم لو اور میرا مال مجھے دو۔ مَیں شرمندہ ہوا اور معافی چاہی۔

کتب فریقین میں بہ تواتر مذکور ہے کہ ابنِ محسن اسدی نے کہا کہ میں ایک روز خدمتِ امام محمدؑ باقر میں گیا، امام جعفر صادقؑ آپ کے پاس کھڑے تھے۔ مَیں نے کہا آپ ان کی شادی کب فرمائیں گے اَب یہ ماشاء اللہ قابلِ شادی ہیں۔ امامؑ نے فرمایا دیکھو جو اس کیسہ میں ہے اس سے ایک کنیز خرید لاؤ۔ مَیں دو روز بعد جب خدمتِ امامؑ میں پہونچا آپ نے سربمہر تھیلی دے کر فرمایا۔ یہ تھیلی فلاں شخص کو جا کر دے آؤ اور جو کنیز اُس کے پاس باقی رہ گئی ہو اس کے بدل خرید لاؤ۔ میں حسب الارشاد اس کے پاس پہنچا تو اس کے پاس ایک کنیز باقی تھی۔ مَیں نے اس کی قیمت دریافت کی، اُس نے کہا کہ ستّر دینار سے کم نہیں ہوں گے۔ مَیں نے کہا اس تھیلی میں جو رقم ہے وہی اِس کی قیمت ہے اگر منظور ہو تو تھیلی لے لو۔ اس نے وہی بات دُہرائی۔ اُس کے ایک دوست نے کہا تھیلی کی مُہر توڑ کر دیکھو بھی تو۔ مَیں نے تھیلی کھول کر دیکھا تو ستّر دینار ہی نکلے۔ جب مَیں کنیز خرید کر امامؑ کے پاس پہونچا تو آپؑ نے کنیز سے فرمایا، نام کیا ہے تمہارا؟ کنیز نے حمیدہ بتایا۔ آپؑ نے کہا، تم دُنیا میں حمیدہ اور آخرت میں محمودہ ہو۔ آپؑ نے پھر پاکدامنی کے بارے میں دریافت فرمایا، تو اُس نے کہا، بردہ فروش جب بھی کوئی غلط (بد) ارادہ کرتا تھا تو مَیں نے یہی دیکھا کہ ایک بزرگ سفید پوش فوراً آتے اور اُس کو سخت سزا دیتے اور پھر نکال دیتے۔ امامؑ نے جعفر صادقؑ کو بُلا کر یہ کنیز عطا فرمائی۔ اور یہ بھی کہا کہ اِس سے ایک ایسا شخص متولّد ہو گا۔ جو بہترین بندگانِ خدا سے ہو گا۔ اور اس کا نام "موسیٰؑ" ہو گا۔ وہ امامِ وقت بھی ہو گا۔

ذکرِ امامِ ہفتم

موسیٰ بن جعفر بن محمّد بن علی بن حسین بن علی ابنِ ابی طالب علیہم السّلام،
پدرِ بزرگوار کا نام امام جعفر صادق ؑ۔ والدہ ماجدہ حمیدہ بربریہ۔ آپؑ کا نام موسیٰ، کُنیت
ابوالحسن، ابواسمٰعیل۔ ابوابراہیم اور ابوعلی۔ القاب، کاظم۔ صابر۔ صالح اور امین۔
ولادت روزِ یکشنبہ، ۷ صفر المظفر ۱۲۸ھ، وفات ۲۵ رجب المرجب ۱۸۳ھ۔ مدّتِ عمرِ
عزیز پچپن سال۔ مدّتِ زمانۂ امامت پینتیس برس۔ قبر مبارک بغداد (مقابر قریش۔ سببِ
شہادت، سندی بن شاہک کے زہر سے جو ہارون رشید کے حکم سے کھلایا گیا۔ آپکی انگشتری
(انگوٹھی) کا نقش "اَلْمُلْکُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ" تھا۔ آپ کے زمانے کا شاعر سیّد حمیری۔ دربان
محمّد بن فضل، آپ کے دور کا جابر بادشاہ (ہادی موسیٰ۔ ہارون رشید) اولادِ امجاد،
بیس پسر اور اٹھارہ دختر۔ آپ کے فضائل تحریر سے باہر ہیں۔ اہلِ مدینہ آپکو زین المجتہدین
کہتے تھے اور حاجت مند باب الحوائج الی اللہ۔ اور آپ کے اِس صبر کی وجہ سے جو ہر
دوست و دشمن کی ایذا رسانی پر فرماتے آپ کو "کاظم" کہا گیا۔ معجزات آپ کے بیشمار
ہیں۔ چند مسلمہ فریقین جو "فصول المہمہ" اور "کشف الغمہ" میں مندرج ہیں، بیان کئے جاتے
ہیں۔ شقیق بلخی سے روایت ہے کہ میں ۱۴۹ھ میں حج کو روانہ ہوا جب مقامِ قادسیہ پر
پہونچا۔ تو میں نے ایک خوبصورت گندمی رنگ کے جوان کو دیکھا جو قافلہ سے الگ تھلگ
ایک طرف جا رہا تھا۔ میں سمجھا کہ یہ جوان صوفیہ ہے قافلہ میں شامل ہو کر قافلہ کو تنگ کرنا
چاہتا ہے۔ میں آگے بڑھا تاکہ ملامت و سرزنش کر کے اس ارادہ سے اس کو باز رکھوں
جب میں اس کے قریب پہونچا تو میری طرف دیکھ کر اس نے کہا اِجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ
الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ[۵۱] کیا تم نے نہیں سُنا کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے گمان

---

۵۱ سورۂ الحجرات، آیت نمبر ۱۲ :۔

سے پرہیز کرو اس لئے کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ اور وہ میری نگاہوں سے غائب ہوگیا۔ میں نے سوچا اس نے میری دِل کی بات بتلادی۔ شاید یہ صلحاء میں سے کوئی ہے۔ دوسری منزل پر میں نے دیکھا کہ وہی شخص نماز میں مشغول ہے اور نہایت خضوع و خشوع سے باچشم گریاں نماز اَدا کر رَہا ہے۔ میں نے نماز ختم ہوجانے کا انتظار کیا۔ نماز ختم کر کے خود اس نے کہا اَے شقیق! فرمانِ خدا ہے (انی غفار لمن تاب)[1] توبہ کرنے والے کو میں نے بخشدیا اور میں بخش دیتا ہوں۔ میں نے سوچا ضرور یہ کوئی اَبدال ہے جو رازِ دِل سے واقف ہے۔ میں بات نہ کرنے پایا تھا کہ وہ غائب ہوگیا۔ جب ہم ایک دوسری منزل پر پہونچے تو دیکھا ایک کنوئیں کے پاس وہی شخص کھڑا کنوئیں سے پانی کھینچ رَہا ہے۔ کہ لوٹا ہاتھ سے چھوٹ کر کنوئیں میں جا پڑا۔ میں نے دیکھا کہ رُخ اُس شخص نے آسمان کیطرف کیا اور کہا۔ اَے پالنے وَالے جب میں پیاسہ ہوتا ہوں تو تو ہی مجھے سیر آب کرتا ہے۔ جب میں بھوکا ہوتا ہوں تو تو ہی مجھے سیر کرتا ہے۔ خدایا سوائے تیرے، میرا کوئی مددگار نہیں ہے۔ تو ایسا نہ کر کہ میں ہلاک ہوجاؤں۔ میں نے دیکھا کہ اسکے اِس کہنے پر کنوئیں کے پانی نے جوش مارا اور پھر اتنا بلند ہوا کہ اُس شخص نے اپنا لوٹا پانی سے بھرا ہوا ہاتھ بڑھا کر لے لیا اور پھر وضو کر کے نماز اَدا کی۔ جب نماز سے فراغت پائی تو اس صحرا کی ریگ اُٹھا کر قدرے لوٹے میں ڈالی اور ہلا کر پیا۔ میں نے آگے بڑھ کر سلام کیا اور بولا کہ اس نعمت میں سے مجھے بھی کچھ دیجئے کہ میں بھی پیاسہ ہوں۔ اُس نے کہا یہ نعمتیں ہم پر دائمی ہیں تو آپنے ایمان کی اِصلاح کر اور وہ ظرف مجھے دے دیا جب میں نے پیا تو وہ شکر اور ستو کا مخلوط اور نہایت خوش ذائقہ کے ساتھ ساتھ خوشبودار تھا جو اس سے پیشتر کبھی نہ نوش کیا تھا۔ اور پھر میں مکہ معظمہ پہونچگیا۔ صبح دیکھا کہ وہی نیکذات طواف کر کے باہر نکل رَہا ہے لوگ ہر طرف سے بڑھ بڑھ کر دست بوسی اور قدم بوسی میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کر رَہے ہیں میں نے لوگوں سے پوچھا یہ کون ہے؟ معلوم ہوا کہ

---

[1] سورۂ طٰہٰ آیت نمبر ۸۲:۔

امام موسیٰ بن جعفرؑ ہیں تب میں سمجھا کہ بیشک یہ چیزیں سوائے امام کے اور کسی سے نہیں ظاہر ہو سکتیں۔ ایک عربی شاعر نے یہ پورا واقعہ عربی زبان میں نظم بھی کیا ہے۔

کتاب فصول المہمہ میں کتاب دلائل حمیری سے نقل کیا ہے کہ ابو خالد رسانی راوی ہے کہ جب مہدی خلیفہ نے آپؑ کو عراق طلب کیا، میں آپکی خدمت میں گیا، مجھے غمگین دیکھا تو پوچھا۔ کیوں متفکر اور ملول ہو؟ میں نے کہا آپ اُس ظالم کے پاس جا رہے ہیں جو آپؑ کا جانی دشمن ہے۔ فرمایا فکر نہ کر، میں فلاں روز تک بخیریت واپس آجاؤں گا۔ پھر میں نے وہ وقت اِنتظار میں گذارا۔ شام ہوگئی مگر امامؑ تشریف نہ لائے۔ مجھے طرح طرح کے شکوک پیدا ہوئے۔ اِسی اثنا دیکھا کہ گھوڑے پر سوار تشریف لا رہے ہیں۔ قریب آئے تو میں نے سلام کیا۔ آپؑ نے سلام کے جواب کے بعد فرمایا، کیا تو شک میں مبتلا تھا؟ میں نے کہا، بیشک، مگر خدا کا شکر ہے کہ آپ اُس باغی کے پاس سے بخیریت آئے۔ فرمایا، ہاں، لیکن دوسری بار پھر گرفتاری کی تیاری ہے جس کے بعد گلو خلاصی دشوار ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور یہ اِشارہ ہارون رشید کی طرف تھا۔

مذکورہ بالا کتب میں تحریر ہے کہ اِبراہیم بن عبد الحمید سحری قبا کی طرف سفر کر رہا تھا، راستہ میں امام سے ملاقات ہوئی۔ امامؑ نے پوچھا، ابراہیم! کہاں کا اِرادہ ہے؟ میں نے کہا، نخلستان خریدنے جا رہا ہوں۔ کیونکہ میں ہر سال خریدتا ہوں۔ امامؑ نے فرمایا کہ تم "ٹڈی" سے بے خوف ہو؟ میرے دِل میں وہم پیدا ہوا اور میں نے اس سال نخلستان نہ خریدا۔ چنانچہ اس سال "ٹڈی" آئی اور خشک و تر ہر چیز برباد کر گئی۔ میں حضرتؑ کے اس اِشارہ کی وجہ سے بھاری نقصان سے بچ گیا۔

منجملہ ان معجزات کے علی بن یقطین (وزیرِ ہارون رشید) جو "محبِّ اہلبیتؑ" تھا، اس کا مشہور واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ ہارون رشید نے اپنے اس قابل وزیر کو خوش ہو کر ایک لباسِ فاخرہ اور کثیر رقم دی۔ ابنِ یقطین نے وہ رقم اپنے ایک غلام کے ذریعہ اور وہ لباس امامؑ کی خدمت میں بھجوا دیا۔ امامؑ نے دوسرے روز وہ رقم تو حاجتمندوں کو تقسیم کر دی۔ اور لباس اپنے ایک آدمی کی معرفت یہ تاکید کر کے ابنِ یقطین کو واپس

کر دیا کہ اس کو حفاظت سے اپنے پاس رکھے۔ کچھ عرصہ بعد کسی قصور پر ابنِ یقطین نے اپنے غلام کو برطرف کر دیا۔ اُس نے ہارون رشید سے شکایت کی کہ یہ تیرا وزیر تیرے سخت مخالف ہے اور حضرت موسیٰ کاظم کو اپنا پیشوا اور امام مانتا ہے۔ چنانچہ جو رقم اور لباس فاخرہ تو نے اُسے دیا ہے۔ وہ سب میرے ذریعہ موسیٰ کاظم کو دیدی ہے۔ یہ سن کر ہارون رشید بہت برہم ہوا اور اُسی وقت علی بن یقطین کو بلوا کر پوچھا "میں نے تمہیں لباس فاخرہ بخشا تھا وہ کیا ہوا؟ ابنِ یقطین نے کہا، میں نے بطور یادگار حفاظت سے رکھ دیا ہے۔ اگر حکم ہو تو منگوا لوں۔ ہارون رشید نے دیکھنے کے لئے ایما ظاہر کی۔ ابنِ یقطین نے آدمی بھیجکر وہ لباس منگوا لیا۔ ہارون رشید نے دیکھ کر اُس غلام کو بہت ڈانٹا اور حکم دیا کہ اس کاذب غلام کو ہزار تازیانے لگائے جائیں۔ چنانچہ ابھی نصف دُرّے بھی نہ لگنے پائے تھے کہ وہ فی النّار ہو گیا، اب ابنِ یقطین کو معلوم ہوا کہ اس پوشاک کی واپسی اور حفاظت سے رکھنے کی تاکید کی مصلحت کیا تھی

اِس کے بعد اس کے ایک دوسرے وزیر نے ہارون رشید سے شکایت کی کہ واقعی غلام (مرحوم) صحیح کہتا تھا، بے شک ابنِ یقطین رافضی ہے۔ اِدھر شکایت ہوئی اُدھر امام کا رُقعہ، ابنِ یقطین کے پاس پہونچا کہ آج سے میرا حکم ہے کہ تم ابو حنیفہ کے طریقہ پر "وضو" کیا کرو۔ ابنِ یقطین حیران رہ گیا۔ کہ ایک دم "مذہبِ حقّہ" میں اتنی بڑی تبدیلی مگر امامِ وقت کے حکم کی تعمیل بھی عینِ عبادت ہے۔ بہر حال ہارون رشید نے اپنے علماء کو طلب کر کے مشورہ کیا کہ یہ کیسے معلوم ہو کہ ابنِ یقطین رافضی ہے۔ طے یہ پایا کہ ابنِ یقطین نماز کے لئے اپنے گھر میں وضو کرتا ہے بادشاہ (ہارون رشید) خود کسی طرح اس کو وضو کرتے دیکھے۔ غرضکہ ایک پوشیدہ جگہ میں بادشاہ بیٹھ کر انتظار کرنے لگا۔ اِسی دَوران ابنِ یقطین وضو کرنے صحن میں آیا اور ابو حنیفہ کے مسلک پر وضو کیا، ہارون رشید دیکھ کر مطمئن ہوا اور واپس جا کر اُس وزیر کو جس نے یہ خبر دی تھی قتل کا حکم دے دیا۔ اُدھر امام کا رقعہ پہونچا کہ آج سے مذہبِ حقّہ کے طریقہ پر وضو کیا کرو۔ ابنِ یقطین حیران تھا کہ یہ کیا مصلحت ہے کہ ہارون رشید نے علی ابنِ یقطین کو بلوا کر کہا کہ اب تک تمہارے

متعلق جو کچھ لوگوں نے شکایتیں کر کر کے مجھے بدگمانی میں مبتلا کر دیا تھا وہ واقعی غلط اور بے بنیاد نکلا اب میں تمہاری طرف سے بے حد مطمئن ہو گیا۔ اور کسی کی شکایت تمہارے خلاف نہیں سنوں گا۔ اور وضو کرنے کا قصّہ بھی سُنا دیا۔ تب ابنِ یقطین کی سمجھ میں آیا کہ میرے مولا نے مجھے مسلکِ ابوحنیفہ کے طریقہ پر وضو کا کیوں حکم دیا تھا۔

علی بن حمزہ نے کتابِ مذکور میں تحریر کیا ہے کہ میں ایک مرتبہ امامؑ کے ہمراہ تھا، امامؑ گھوڑے پر اور میں خچّر پر سوار تھا کہ سامنے سے ایک شیر آتا ہوا دکھائی دیا میں اور میرا خچر گھبرایا میں نے یہ بھی دیکھا کہ امام بہ اطمینان جا رہے ہیں۔ پھر اُس نے امامؑ کی طرف رُخ کیا۔ امامؑ نے شیر کو اپنی جانب آتے دیکھا تو گھوڑے کو روک لیا۔ شیر نے قریب پہونچکر اپنے دونوں اگلے پیر رکاب پر رکھ کر کھڑا ہو گیا پھر اُس نے اپنی زبان میں کچھ کہا اور کچھ آواز نکال کر واپس چلا گیا۔ جب نظر سے دُور ہو گیا اور میرے حواس ٹھکانے لگے تو میں نے امامؑ سے پوچھا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، میں تو ڈر گیا تھا کہ شیر آپ کو نقصان نہ پہونچا دے۔ یہ کیا واقعہ تھا؟ امامؑ نے فرمایا اس کی شیرنی دردِ زہ میں مبتلا تھی، وہ (شیر) کہتا تھا کہ آپ دُعا فرما دیں کہ خدا اُس (شیرنی) کی مشکل کو آسان کر دے۔ میں (امام) نے اُس سے کہا جا، اور اطمینان رکھ، اللہ تعالیٰ تیری مشکل آسان کرے گا وہ چلا گیا۔

کتاب کشف الغمہ میں ابو نصیر سے روایت ہے کہ میں نے امامؑ سے پوچھا کہ "امام" کی پہچان کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا، یوں تو بہت سی پہچان ہیں اُن میں سے ایک یہ ہے کہ امام وہ ہے جو ہر زبان میں کلام کر سکے۔ کہ اسی اثناء شخص خراسان سے آیا اور بعد سلام عربی میں گفتگو کرنی شروع کی، امامؑ نے جواب "خراسانی زبان" میں دیا۔ اُس نے کہا، میں نے اس لئے اس زبان میں گفتگو نہیں کی کہ شاید آپؑ یہ زبان نہ جانتے ہوں۔ لیکن آپ تو مجھ سے کہیں زیادہ فصیح اِس زبان میں بولتے ہیں۔ امامؑ نے فرمایا، سُبحان اللہ! اگر میں تیری زبان کو تجھ سے بہتر نہ جانوں تو تجھ پر مجھ کو فضیلت کیا ہے، اور اگر تجھ پر فضیلت نہیں تو میں امام کہلوانے کا کیا حق رکھتا ہوں۔ اُس نے کہا،

صَدَقْتَ یَا ابْنَ رَسُوْلِ اللہِ ۔

اسحٰق بن عمار سے روایت ہے کہ میں خدمت امام میں حاضر تھا کہ ایک مسافر آیا اور حضرت سے ہمکلام ہوا جو پرندوں کی طرح بول رہا تھا۔ امام نے بھی اسی طرح اس کا جواب دیا حتیٰ کہ وہ مطمئن ہو کر چلا گیا۔ میں نے کہا فرزند رسولؐ! یہ زبان تو میں نے کبھی سنی ہی نہیں۔ آپ نے فرمایا، یہ چین کا رہنے والا ہے اور اپنی زبان میں بول رہا تھا مگر چین کی زبانوں میں بھی اختلاف ہے اور تمہارا، امام ہر زبان کو جانتا ہے۔ میں نے تعجب سے امام کی طرف دیکھا تو فرمایا متعجب نہ ہو امام وہ ہے جو ہر پرند ہر جاندار، یہاں تک کہ زمین پر رینگتے ہوئے کیڑوں کی زبان سے بھی واقف ہو۔

خصائص امام سے ایک یہ بھی خصوصیت ہے کہ آگ اس کے جسم اور لباس پر اثر انداز نہیں ہوتی، چنانچہ کتب سیر و حدیث خصوصاً "کشف الغمہ" میں مذکور ہے کہ بعد حضرت امام جعفر صادقؑ، آپ کے بڑے فرزند عبداللہ نے دعوائے امامت کیا۔ اور ایک روز مسجد میں لوگوں نے اس کا ذکر، امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام سے کیا۔ آپ نے لوگوں کو حکم دیا کہ لکڑیاں لا کر صحن خانہ میں جمع کی جائیں اور اسمیں آگ روشن کی جائے۔ جب لکڑیاں جل کر انگارے ہو گئے تو آپؑ نے اپنے بھائی عبداللہ کو بلوایا اور خود اٹھ کر اس آگ میں جا بیٹھے اور لوگوں سے اور عبداللہ سے باتیں کرتے رہے پھر باہر آ کر کپڑے جھاڑ کر بیٹھ گئے۔ اور عبداللہ سے مخاطب ہوئے کہ اگر تمہیں یہ گمان ہے کہ بعد پدر تم جانشین اور امام ہو تو اٹھو اور کچھ دیر تم بھی اس آگ پر بیٹھ کر دکھاؤ، عبداللہ نہایت شرمندہ ہو کر اٹھ کر چلے گئے اور پھر باہر نہ نکلے۔

ہشام ابن سالم سے روایت ہے اور کشف الغمہ میں منقول ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السّلام کی رحلت کے بعد لوگوں کا گمان تھا کہ عبداللہ چونکہ آپ کے بڑے فرزند ہیں لہٰذا وہی امام ہیں۔ میں اور مومن طاق، ان کی خدمت میں بغرض اطمینان گئے اور ان سے سوال کیا کہ زکوٰۃ کتنی چیزوں میں واجب ہے۔ انھوں نے کہا کہ دو سو درہم پر پانچ درہم۔ میں نے کہا، سو درہم پر؟ انھوں نے کہا، ڈھائی درہم۔ اس جواب

سے ہم سمجھ گئے کہ یہ مسائلِ شرعیہ سے واقف نہیں، لہٰذا امام نہیں ہو سکتے۔ میں نا اُمید باہر آیا اور سوچنے لگا۔ اب مسائل کس سے معلوم کئے جائیں۔ زیدیہ سے یا معتزلہ سے قدریہ سے اسی فکر میں تھا کہ ایک شخص نے مجھے بلایا اور اپنے ساتھ لے چلا۔ مجھے ڈر لگنے لگا کہ کہیں یہ منصور عباسی کا جاسوس تو نہیں۔ مگر جب وہ امام موسیٰ کاظمؑ کے پاس لے گیا تو انھوں نے فرمایا، مسائل نہ زیدیہ سے نہ معتزلہ وغیرہ سے پوچھو بلکہ امام عصر (زمانہ) حقہ سے پوچھو۔ میں نے کہا، بعد امام جعفر صادق علیہ السلام کیا آپ امام ہیں؟ فرمایا خدا انشا اللہ تمہاری ہدایت فرمائے گا۔ میں نے کہا، کیا ان کے بعد آپ ہی امام ہیں؟ آمام نے پھر وہی جملہ دُہرایا۔ میں نے کہا، آپ کے علاوہ بھی کوئی اور امام ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ پھر میں نے امام موسیٰ کاظمؑ سے مسائلِ مشکلہ میں مدد لی اور انھیں علم کا بحرِ ذخار پایا۔

حسن بن عبداللہ زاہد سے روایت ہے جو کہ اپنے زمانہ کا بڑا محدث اور فقیہہ تھا کہ میں امام موسیٰ کاظمؑ کے پاس گیا۔ ان سے گفتگو کے بعد اس نتیجہ پر پہونچا کہ میں ان کے سامنے طفلِ مکتب ہوں۔ میں نے حیران ہو کر سوال کیا کہ کیا اب آپ ہی امام ہیں؟ آپ نے فرمایا اگر تجھے بتلا دوں تو تو قبول کرلے گا؟ کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا تم اس وقت اپنے امام کی خدمت میں ہو۔ میں نے اپنے اطمینانِ قلب کو دلیل چاہی آمام نے فرمایا، اس سامنے والے درخت کے پاس جاؤ اور کہو کہ تجھے تیرے امام نے طلب کیا ہے۔ جب یہ پیغام پہونچا، درخت فوراً امام کی طرف چل پڑا۔ جب قریب پہونچا تو آپؑ نے پھر حکم دیا کہ اپنی جگہ پر واپس جا۔ یہ دیکھ کر میں سخت متعجب ہوا۔ اور امام کی بیعت کا شرف حاصل کیا۔

فصول المہمہ اور کشف الغمہ میں مذکور ہے کہ امام جب ہارون رشید کی قید میں تھے۔ ہارون رشید نے ابو یوسف اور محمد بن الحسن کو جو اہلسنت کے مجتہد تھے۔ اور ابوحنیفہ کے شاگردوں کو امامؑ کے پاس اس خیال سے بھیجا کہ ان سے علمی مباحثہ کر کے انھیں ذلیل کریں اور جہالت کا الزام لگائیں۔ چنانچہ یہ لوگ پہونچے اور قید خانہ کا

دروازہ کھلوایا۔ اور اندر سب بیٹھے، ابھی گفتگو کا آغاز بھی نہ ہوا تھا کہ محافظِ زنداں، اؑمام کے پاس آیا اور بولا، حضورؑ میں کچھ روز کی رخصت پر جا رہا ہوں۔ اگر آپؑ کچھ فرمائیں تو واپسی پر ہمراہ پسندیدہ چیز لیتا آؤں۔ آپؑ نے فرمایا مجھے کسی کی ضرورت نہیں ہے جب وہ چلا گیا تو اِمام نے فرمایا، اِس آدمی پر حیرت ہے کہ آج رات کو یہ مرجائے گا۔ اور مستقبل کی باتیں کر رہا ہے۔ یہ سن کر سب لوگ اُٹھ کھڑے ہوئے اور قید خانہ سے باہر آگئے پھر آپس میں کہنے لگے کہ ہم تو علمی بحث و مباحثہ کرنے آئے تھے اور یہ تو علمِ غیب کی باتیں کرنے لگے۔ چلو آج رات اُس شخص کے گھر پر چلکر دیکھیں کہ وہ مرتا ہے یا نہیں۔ چنانچہ یہ لوگ اُس کے گھر کے قریب کی مسجد میں جا کر ٹھہرے۔ جب نصف شب گذری تو اُسکے گھر سے رونے پیٹنے کی آوازیں بلند ہوئیں۔ معلوم ہوا کہ اُسی آدمی کا اِنتقال ہو گیا ہے پھر صبح یہ لوگ اؑمام کی خدمت میں آئے اور سوال کیا کہ یہ علم آپ نے کس سے حاصل کیا ہے آپ نے فرمایا، یہ علم اُن علوم میں سے ہے، جس کو رسُولِ خدا نے علیؑ مرتضیٰ کو تعلیم فرمایا تھا یہ ان علموں میں سے نہیں کہ ہر شخص اس سے واقف ہو۔ اس کے بعد انھوں نے چاہا کہ کچھ سوال کریں مگر نہ کر سکے اور نادِم و شرمندہ ہو کر واپس چلے گئے۔

علی ابنِ حمزہ سے روایت ہے کہ ایک شخص کا گدھا مکہ معظمہ کے راستہ مرگیا، وہ رُو رہا تھا۔ اؑمام نے پوچھا کیوں روتا ہے؟ کہنے لگا میرا گدھا مر گیا ہے اب میں آگے جا سکتا ہوں نہ پیچھے لَوٹ سکتا ہوں۔ کروں تو کیا کروں؟ اؑمام نے فرمایا، ہو سکتا ہے کہ نہ مرا ہو۔ اُس نے کہا کہ آپ میرا مذاق اُڑا رہے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا کہ کوئی افسوں (منتر) ایسا تجھے نہیں آتا جو اِس کو زندہ کر دے یہ سن کر وہ چیں بہ جبیں ہوا۔ آپ نے پھر پڑی ہوئی لکڑی اُس مُردہ گدھے کو ماری، گدھا فوراً اُٹھ کھڑا ہوا۔ اؑمام نے پھر فرمایا تو نے ہمارا مذاق دیکھا، جا سوار ہو اور اپنا راستہ لے۔ اس کے بعد آپؑ نے اس کو "چاہِ زمزم" پر دیکھا، جب اُس کی نظر آپ پر پڑی دَوڑ کر آپ کے ہاتھ چومے۔ اؑمام نے پوچھا تیرے گدھے کا کیا حال ہے؟ کہنے لگا بالکل ٹھیک ہے۔ مگر یہ بتائیے کہ آپ کون ہیں جو مُردوں کو زندہ کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا، تیری حاجت بر آئی، اَب تجھے اِس سے کیا کام؟ میں

بندۂ خدا ہوں۔ المختصر یہ کہ اسی قسم کے بہت سے معجزات آپؑ سے ظاہر ہوئے۔ اور بعد وفات بھی ہزاروں معجزے آج تک ظاہر ہو رہے ہیں اور لوگ "باب الحوائج" سے اپنی حاجات لے کر جاتے ہیں۔

آپ کی امامت پر نصوص رسولِ خدا، امیر المومنین علیؑ ابن ابیطالب، امام حسنؑ مجتبیٰ، امام حسینؑ شہیدِ کربلا۔ آپ کے آباؤ اجداد بزرگواران سے ہیں کتبِ فریقین میں بھی مذکور ہے۔ کتاب فصول المہمہ اور کشف الغمہ میں ہے کہ عبدالرحمن ابنِ حجّاج نے کہا کہ میں امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں گیا۔ آپ مسجد میں مشغولِ دعا تھے اور قریب موسیٰ کاظمؑ بیٹھے ہوئے تھے۔ امامؑ دعا فرماتے اور موسیٰ کاظمؑ "آمین" کہتے تھے۔ جب دعا سے فارغ ہوئے تو میں نے پوچھا کہ اس امر سے آگاہی بخشیئے کہ آپ کے بعد امام کون ہے؟ آپؑ نے فرمایا "اے عبدالرحمن! موسیٰ نے پیغمبر کی زرہ پہنی اور ان کے قد پر بالکل درست آئی۔ میں سمجھ گیا کہ موسیٰ کاظم بھی امام ہیں۔

ان دونوں کتابوں میں ابوالاعلیٰ اور فیض ابنِ مختار سے روایت ہے کہ، فیض نے کہا میں امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں گیا اور عرض کیا "مولا ہماری دستگیری فرمایئے اور یہ ارشاد کیجئے کہ آپ کے بعد کون "امام" ہے؟ اتنے میں فرزند (موسیٰ کاظم) جو ابھی بہت چھوٹے تھے، آگئے۔ اور امام جعفر صادقؑ نے فرمایا اِنکا دامن مضبوط پکڑ لو اور خوب پہچان لو۔

یعقوب سراج سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السّلام کی خدمت میں پہونچا تو دیکھا امامؑ گہوارے کے قریب کھڑے ہوئے موسیٰؑ کاظم سے باتیں کر رہے ہیں جب فارغ ہوئے تو مجھ سے فرمایا "قریب آؤ اور اپنے امام کو سلام کرو۔ میں اور قریب تر ہو کر سلام کیا، آپ نے گہوارے سے بزبانِ فصیح و بلیغ جوابِ سلام دیا اور فرمایا جاؤ اور اپنی دختر کا نام تبدیل کر دو کیونکہ اس کا نام ہمارے دشمن دوست رکھتے ہیں۔ یعقوب کا بیان ہے کہ میرے گھر میں ایک روز قبل لڑکی پیدا ہوئی تھی جس کا نام بحکم امام تبدیل کر دیا۔ آپ فقرائے مدینہ کو پوشیدہ کثیر رقم سے امداد پہونچاتے تھے جو

آپؑ کی وفات کے بعد معلوم ہوا کہ وہ کون شخصیت تھی۔

آپ اکثر اوقات یہ دعا پڑھتے۔ اللّٰھمّ انّی اسئلک الرّاحۃ عند الموت والعفو عند الحساب:۔ اور آپ اکثر سجدہ میں یہ دعا پڑھتے۔ الٰھی انّ عظم الذنب من عبدک فلیحسن العفو من عندک:۔ آپ فرائض نافلہ اور تعقیبات کے بعد جب سجدہ میں جاتے تو ریشِ مبارک آنسوؤں سے تر ہو جاتی۔ اگر آپ کو کوئی بدی سے یاد کرتا تو بجائے انتقام کے اُس پر احسان فرماتے۔

اِسحٰق بن جعفر سے روایت ہے کہ مَیں نے حضرتؑ سے سوال کیا کہ مومن کیا بخیل ہوتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا' ہاں۔ مَیں نے کہا کیا خائن اور دروغ گو بھی ہوتا ہے۔ آپؑ نے فرمایا ہرگز نہیں' میرے پدرِ بزرگوار نے رسُول خدا سے روایت کی ہے کہ مومن سب کچھ ہو سکتا ہے مگر خائن اور دروغ گو کبھی نہیں ہو سکتا' آپؑ نے اپنے فرزندوں سے فرمایا' سُنو اور اِس پر عمل کرو تاکہ کثیر فائدہ حاصل ہو۔ اگر کوئی شخص تمہارے داہنے کان میں تمہیں بُرا بھلا سب کچھ کہے اور بائیں کان میں کہے کہ مَیں نے نہیں کہا تو اُس کا عُذر قبول کر لو اور اُس کو معاف کر دو۔ اور فرمایا کہ جس شخص کا روزِ آخر' روزِ اوّل سے بُرا ہو۔ خدا کی رحمت سے محروم ہے۔ آپؑ کے سامنے ایک آدمی نے اپنے مرنے کی دعا مانگی' اور موت کی آرزو کی۔ آپؑ نے اس سے فرمایا' کیا خدا سے تیری کوئی قرابت یا دوستی ہے جو اُس سے مِلنے کی جلدی ہے۔ اُس نے کہا نہیں۔ پھر فرمایا کیا اس قدر نیکیاں کر لی ہیں کہ بخشش کا کامل یقین ہو گیا ہے۔ اُس نے کہا' نہیں۔ آپ نے فرمایا' جب نہ وہ ہے نہ یہ۔ اور ابدی ہلاکت کی آرزو کرتا ہے توبہ کر' اور اس تمنّا سے درگذر ہو۔

آپؑ کے بیسؑ پسر اور اٹھارہ[۱۸] دختر تھیں۔ آپ کی اولاد میں "احمد" سب سے زیادہ متّقی اور پرہیزگار تھے۔ امامؑ آپ سے بہت محبت کرتے تھے۔ باقی اولاد سب کریم' جلیل اور صاحبِ ورع تھی جنکی تفصیلی تذکرہ کو یہ مختصر کتابچہ برداشت نہیں

کر سکتا۔ دیگر کتب میں ملاحظہ فرمائیے۔

امام کی شہادت کے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی ہے کہ حاسدوں نے ہارون رشید کو خبر دی کہ لوگ ہر طرف سے خمس و زکوٰۃ، تحفہ تحائف امام کی خدمت میں بھیجتے ہیں اور ان کو خلیفہ برحق جانتے ہیں۔ اور وہ تجھ پر خروج کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس پر ہارون رشید نے تصدیق چاہی تو یحییٰ بن خالد برمکی جس کو یہ معلوم تھا کہ امام کے بھائی اسمٰعیل کا لڑکا (علی) امام کے سخت خلاف ہے اس سلسلہ میں ان کے کسی عزیز کو بلوا کر معلومات کریں۔ چنانچہ علی بن اسمٰعیل کو ہارون رشید نے بلوایا۔ اِدھر امام کو معلوم ہوا تو علی بن اسمٰعیل کو بلوا کر فرمایا تم بغداد کیوں جا رہے ہو؟ انھوں نے جواب میں کہا، مجھ پر قرض بہت ہو گیا ہے اس کی ادائیگی کی صورت نکالنے کے لئے جا رہا ہوں۔ امام نے فرمایا تمہارا قرض میں ادا کر دوں، وہ راضی نہ ہوا۔ امام نے پھر منع کیا۔ مگر نہ مانا۔ امام نے فرمایا، اچھا جاتے ہو تو برائے خدا میرے بچوں کو یتیم کرنے کی کوشش نہ کرنا اور تین سو درم کی تھیلی اس کو دیدی اور آخری بار پھر فرمایا اے برادر زادے! میرے بچوں کو یتیم نہ کرنا۔ جب وہ چلا گیا تو امام نے اصحاب سے فرمایا، یہ مجھے قتل کرانے کی کوشش میں جا رہا ہے۔ اصحاب نے حیران ہو کر کہا، جب آپ جانتے ہیں تو اس پر اس مہربانی اور عطا کی کیا ضرورت ہے۔ آپؑ نے فرمایا میرے جدّ (رسول خدا ؐ) نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی عزیز اپنے عزیز کا حق صلہ رحمی ادا کرے اور وہ اسکی ہلاکت کی کوشش کرے تو اللہ تعالیٰ خود اس کو ہلاک کر دیتا ہے۔

علی بن اسمٰعیل جب بغداد پہونچا تو ہارون رشید کا پہلا سوال ہی اس سے امام کے متعلق تھا۔ ابن اسمٰعیل نے کہا ایک وقت میں دو خلیفہ نہیں ہو سکتے۔ ان (امام موسیٰ کاظمؑ) کے پاس مشرق و مغرب سے اس قدر مال آتا ہے کہ تیس ہزار دینار میں ابھی ایک قریہ خریدا ہے۔ ہارون رشید نے حکم دیا کہ انھیں تیس ہزار دینار خزانے سے دے دیئے جائیں۔ اور خود عمرہ کے بہانے مکّہ سے ہوتا ہوا مدینہ پہونچا۔ اور حضرتؑ کو گرفتار کر کے بصرہ بھیجدیا۔ پھر بغداد سندی بن شاہک کی نگرانی میں مقیّد رہے۔ اور ایک عرصہ بعد ہارون رشید کے حکم سے زہر دیدیا گیا۔ اور اس نے ستّر معتبر لوگوں سے تحریری توثیق و تصدیق کرا دی کہ امام

اپنی طبعی موت مرے ہیں۔ علی ابن اسمٰعیل کو جب ہارون رشید کا عطیہ پہونچا اُس وقت وہ عالمِ جاں کنی میں تھا۔ اُس نے اشارہ سے کہا اب میں اس کا کیا کروں گا۔ خود ہی جا رہا ہوں چنانچہ اُقرب نے "عملِ عقرب" کرکے دُنیا سے اس کا کوچ کرا دیا۔

علی بن اسمٰعیل کے ذریعہ ہارون رشید کو یہ اطلاع مل جانے پر کہ امام کے معتقدین بہ کثرت ہوتے جا رہے ہیں، کہیں حضرت موسیٰ کاظمؑ دعوائے خلافت نہ کر بیٹھیں اور میری خلافت خطرہ میں پڑ جائے۔ اس لئے اس زہر دلوانے کی یہ ترکیب سوچی کہ دھاگا کو زہر میں تر کرکے سُوئی کے ذریعہ انگور سے نکالا اور کافی تعداد میں انگوروں میں اسی طرح زہر بھر کر اپنے خادم کو دے کر کہا کہ وہ امامؑ سے کہے کہ ہارون رشید نے آپ کو اپنی قرابت کی قسم دی ہے کہ یہ بہت عمدہ انگور آپ کو بھیج رہا ہوں آپ انھیں ضرور کھائیں۔ خادم انگور لیکر روانہ ہوا اور ساتھ ہی ہارون رشید کا کُتّا (جو خادم سے مانوس تھا) بھی ہو لیا۔

خادم نے پہونچکر امامؑ کو انگور پیش کیے۔ آپؑ نے انکار فرمایا۔ خادم نے اصرار کیا کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ نہ صرف انگور آپ تک پہونچا دوں بلکہ کھلوا دوں۔ امامؑ نے ایک انگور اُٹھا کر کُتّے کے سامنے ڈال دیا وہ کھاتے ہی تڑپنے لگا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے مر گیا۔ بعد میں آپؑ نے بھی کچھ انگور تناول فرمائے۔ خادم فوراً واپس ہوا۔ ہارون رشید نے اُس سے کُل واقعہ تفصیل سے معلوم کیا، خادم نے سارا واقعہ بتلاتے ہوئے کُتّے کے مر جانے کا بھی تذکرہ کر دیا۔ یہ سن کر ہارون رشید بڑا ملول ہوا اور کہا افسوس!! یہ سودا بڑا مہنگا پڑا۔

حضرت امام موسیٰ کاظمؑ نے مُسیّب (جو نگہبان اور آپ کے معتقدین میں سے تھا) کو بلا کر فرمایا مُسیّب! میں مدینہ جا رہا ہوں تاکہ قبرِ رسُولؐ سے وِداع ہو لوں۔ اور جو اسرارِ امامت مجھے پدر سے ملے ہیں اپنے فرزندِ ارجمند (علیؑ رضا) کے سپرد کر آؤں۔ مُسیّب نے کہا مولا اتنے پاسبانوں کے ہوتے ہوئے میں قید خانے کا دروازہ کیسے کھول سکتا ہوں اور آپ کیسے باہر جا سکتے ہیں؟ امامؑ نے فرمایا مُسیّب تم بڑے سُست اعتقاد ہو تمہیں نہیں معلوم کہ میں وہ "اسم" جو آصف نے "تختِ بلقیس" کے لانے کیواسطے وِرد کیا تھا۔ وُہی پڑھتا ہوں، اللہ تعالیٰ، بے شک و ریب مجھے میرے نورِ نظر سے ضرور ملا دے گا۔ اتنے میں لب ہائے مبارک کو

ہلکی سی جنبش ہوئی اور میں نے دیکھا کہ خالی زنجیریں پڑی ہیں۔ امام نظروں سے غائب ہو گئے۔ میں بیحد حیران و پریشان تھا اور دل میں وسوسے پیدا ہونے لگے کہ دیکھا واپس آگئے اور زنجیریں خود بخود دقد موسیٰ کو بڑھیں۔ پھر امام، مُسیّب سے بولے۔ میں پرسوں اپنے خدا سے جا ملوں گا۔ یہ سنکر میں (مسیّب) رونے لگا۔ امام نے فرمایا نہ رو میرا پسر (علیؑ رضا) تیرا امام ہے۔ جب تیسرا دن ہوا تو مجھے بلایا اور فرمایا، وقتِ رحلت قریب ہے۔ جس وقت پانی مانگوں مجھے پانی دے دینا اور دیکھنا، میرا حال کسی پر ظاہر نہ کرنا اگر اُس وقت میرے پاس کسی کو دیکھے تو اس سے ہمکلام نہ ہونا۔ حضرت نے جو وقت تبلایا تھا اس وقت میں نے دیکھا ایک شخص آپ کے پاس بیٹھا آپؑ سے ہمکلام ہے پھر ذرا وقفہ کے بعد اُس نے پانی مانگا اور غسل دیا۔ پھر یہ فرمایا مُسیّب میں تیرا امام ہوں اور غائب ہو گیا۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام کی رحلت کے جب تین روز باقی تھے تو ایک شخص آپؑ کے معتقدین میں سے دروازۂ زنداں کے پاس آیا اور اُس وقت جو نگہبان تھے اُن سے برائے ملاقاتِ امام اجازت چاہی مگر وہ راضی نہ ہوئے۔ اُس نے پھر ایک بڑی رقم پیش کی۔ اس پر ایک بولا قید خانے کے دروازے سے تو اجازت نہیں مل سکتی۔ البتّہ اس کے بالکل پیچھے والی دیوار میں ایک سوراخ ہے وہاں سے بات کر سکتے ہو۔ وہ خوش ہو گیا اور پشتِ زندان جا کر اس نے اندر جھانکا تو کسی طرف کچھ نہ نظر آیا سوائے اسکے کہ ایک گوشہ میں ایک سفید کپڑا زمین پڑا ہوا ہے۔ کچھ دیر کے بعد اُس میں حرکت ہوئی اور امام نے ہاتھ اُٹھا کر دُعا کی کہ پالنے والے تیرا کس طرح شکر ادا ہو کہ تو نے اپنی عبادت کے واسطے کیسا پُرسکون مقام عطا فرمایا ہے۔ میں نے سلام کیا اور عرض کی مولا غلاموں کو زیارت کی تمنّا ہے۔ فرمایا پرسوں بغداد کے پُل پر ملاقات ہو گی۔ یہ خبر سارے شہر میں پھیل گئی کہ امام پرسوں بغداد کے پُل پر تشریف لائیں گے۔ چنانچہ تیسرے دن جوق در جوق لوگ پُل پر جمع ہونے شروع ہوئے۔ انتظار تھا کہ امام اب تشریف لاتے ہیں کہ اچانک ایک تابوت آتا ہوا دکھائی دیا۔ جو اس پُل پہ لا کر رکھا گیا۔ ایک "منادی" ندا کر رہا تھا کہ رافضیو

کے امام کا انتقال ہوگیا ہے۔ یہ اُس کا جنازہ ہے۔ لوگ سُن کر دہاڑیں مار کر رونے لگے سلیمان بن جعفر جو ہارون رشید کا عزیز تھا۔ یہ خبر سُن کر اپنے بیٹوں اور عزیزوں کو لے کر سر برہنہ، گریبان چاک نکل آیا اور تابوت کو لئے ہوئے یہ سب لوگ سر برہنہ پا پیادہ قریش کے قبرستان تک پہونچے۔ امامؑ کا جنازہ جس جاہ وحشم اور شان و شوکت سے اُٹھایا گیا اس کا اندازہ کچھ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ بغداد کے پُل سے کاظمین تک دو ہزار پانچسو دینار کی خوشبو صرف ہوئی تھی۔ آپؑ کی وفات ۲۵ ماہ رجب ۱۸۳ھ کو واقع ہوئی۔ عمر مبارک پچپن سال ہوئی۔ اور زمانۂ امامت پینتیس ۳۵ برس تھا۔

ذکرِ امامِ ہشتم

امام ثامن وضامن علی بن موسیٰ الرّضا صلوٰۃ اللہ علیہ وعلیٰ اٰبائہٖ واولادہٖ :- آپ کا نام علیؑ، کنیت ابوالحسن، القاب رضا۔ صابر، زکی رضی۔ اور ولی۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام امِّ ولد کنیت امّ البنین اور لقب خیزران، آپؑ کے زمانے کا شاعر اور مدّاح "دعبل خزاعی" اور دربان محمد بن الفرات تھا۔ صوفیہ کا خیال ہے کہ "معروف کرخی" تھا۔ جو بالکل خلاف حقیقت ہے۔ آپ کی انگشتری (انگوٹھی) کا نقش :- لاحول ولا قوّۃ اِلّا باللّٰہ :- تھا۔ آپ کے زمانے میں امین و مامون خلیفہ تھے۔ رنگ گندمی۔ درمیانی قد۔ تاریخ ولادت گیارہ ذی الحجہ ۱۵۳ھ عمر عزیز پچپن سال، مدّتِ امامت بیس سال، وفات "سناباد" میں ہوئی جو کہ شہر طوس کا ایک قریہ تھا۔ جو کہ آپ کی قبر کی برکت سے ایک بڑا شہر مشہد مقدّس کے نام سے مشہور ہے۔ سبب انتقال مامون رشید کی زہر خورانی تھا۔ خادم خاص ابوالصلت ہروی۔ اولاد میں پانچ پسران (محمد بن علی حسن حسین۔ ابراہیم۔ اور جعفر) ایک دختر نیک اختر۔ اور بروایت شیخ مفید علیہ الرحمہ بجز امام محمد تقیؑ آپکے

کوئی فرزند نہ تھا۔ آپ کے اوصاف و اخلاقِ حسنہ و مناقب و سیرت پاکیزہ، دوست و دشمن کی زبان پر اتنے ہیں کہ قلم تحریر قاصر ہے۔

کتب فریقین میں مذکور ہے کہ مامون رشید نے جب آپ کو ولیعہد تجویز کیا تو جب آپ مامون کے پاس تشریف لے جاتے، دربان جو دہلیز پر متعین تھے آپکی تعظیم کو کھڑے ہو جاتے اور پردہ اٹھا کر آپ کے داخل ہو جانے کا انتظار کرتے۔ دربانوں اور پردہ برداروں نے حسد سے یہ طے کیا کہ اب کے جب امام رضاؑ آئیں تو کوئی تعظیم کو نہ کھڑا ہو اور نہ کوئی پردہ اٹھائے۔ مگر جب اماؑم آئے تو وہ سب بے قصد کھڑے ہو گئے اور پردہ بھی اٹھایا۔ بعد میں شرمسار ہوئے اور عہد کیا کہ اب ہرگز تعظیم کو نہ کھڑے ہوں گے اور نہ پردہ اٹھائیں گے چنانچہ جب اماؑم عالیمقام تشریف لائے تو بے اختیار پھر سب دربان کھڑے ہو گئے البتہ پردہ نہیں اٹھایا۔ حضرتؑ جب دروازہ کے قریب آئے تو ہوا کچھ ایسی آئی کہ پردہ خود اٹھ گیا اور آپ اندر تشریف لے گئے۔ یہ دیکھ کر سب حیران ہوئے اور کہنے لگے کہ یہ اتفاقیہ امر تھا۔ لیکن جب اماؑم واپس آئے تو پھر پردہ اسی طرح اٹھا جیسے کوئی قصداً اٹھاتا ہے۔ یہ دیکھ کر سب نے توبہ کی، اور کہنے لگے کہ ان کی خدائے تعالےٰ کی نظر میں بڑی قدر و منزلت ہے۔ کیونکہ جس طرح ہوا جناب سلیمانؑ کے تابع تھی، اِن کے بھی تابعِ فرمان ہے۔

حکایت زینب کذّاب

مورّخین شیعہ و سُنّی نے متّفقہ طور پر لکھا ہے کہ خراسان میں ایک عورت تھی جو اپنا نام زینب بتلاتی تھی اور کہتی تھی کہ میں زینب بنتِ علی ہوں۔ حاکم خراسان نے اس کا ذکر امام علیؑ رضا سے کیا، آپؑ نے فرمایا مجھے اِس کا کوئی علم نہیں ہے۔ زینب نے یہ سُن کر حاکم خراسان سے کہا کہ اگر علیؑ بن موسیٰ میرے نسب سے انکار کریں گے تو میں بھی اُن کے نسب سے انکار کروں گی۔ حاکم خراسان نے اس عورت کو

امامؑ کی خدمت میں بھجوا دیا۔ آپؑ نے اُس کی گفتگو سُن کر فرمایا کہ کل میں حاکمِ خُراسان کے پاس جاؤنگا۔ وہاں نسب کی صداقت ہو جائے گی۔

حاکمِ خُراسان کے یہاں بہت سے خونخوار درندے پلے ہوئے تھے جب کسی مجرم کو سزا دینی ہوتی تھی تو اِس میں ڈال دیا جاتا تھا۔ اس کو "برکۃ السّباع" کہتے تھے۔ جب امامؑ حاکمِ خُراسان کے پاس پہونچے تو اُس عورت کو بلوایا گیا۔ امامؑ نے فرمایا کہ اولادِ علیؑ و فاطمہؑ کے گوشت کو پروردگارِ عالم نے درندوں پر حرام قرار دیا ہے۔ اگر یہ عورت یقین سے کہتی ہے کہ میں اولادِ علیؑ و فاطمہؑ ہوں تو اس "برکۃ السّباع" میں داخل ہو جائے تاکہ صدق و کذب واضح ہو جائے۔ اس عورت نے کہا کہ آپ بھی تو اولادِ علیؑ و فاطمہؑ کے دعویدار ہیں پہلے آپ اِس "برکۃ السّباع" میں داخل ہو کر دِکھلا دیجئے۔ امامؑ اُٹھے اور "برکۃ السّباع" کی طرف چل دیئے۔ یہ دیکھ کر حاکمِ خُراسان اور عوام و خواص پریشان ہوئے اور مانع آئے۔ امامؑ نے فرمایا بالکل مطمئن رہو۔ یہ کہہ کر "برکۃ السّباع" کے اندر داخل ہو گئے۔ امام علیؑ رضا کا داخل ہونا تھا کہ تمام درندے گردن جُھکائے آپ کے گرد جمع ہو گئے آپؑ نے محبت سے ان کے سَر اور پُشت پر ہاتھ پھیرا، ہر ایک نے اپنی پیشانی امامؑ کے قدموں پر رکھ دی تماشائی حیران تھے۔ امامؑ پھر باہر تشریف لائے۔ اور عورت سے فرمایا، اب تم جاؤ۔ وہ پریشان تھی، جانے سے انکار کر رہی تھی کہ حاکمِ خُراسان نے اس کو زبردستی "برکۃ السّباع" میں ڈلوا دیا چنانچہ چند ساعت میں درندوں نے چیر پھاڑ کر ڈال دیا۔ اور اُس روز سے وہ زینبِ کذّاب کے نام سے یاد کی جانے لگی۔

حکایت دیگر

شیخ طبرسی نے کتاب "اعلام الورٰی" میں محمد بن عیسیٰ، اور ابی حبیب سے روایت کی ہے کہ ہمارے شہر میں ایک مسجد ہے جس میں حاجی قیام کرتے ہیں۔ رات میں میں نے خواب دیکھا کہ رسول اللہؐ اس مسجد میں تشریف لائے ہیں۔ میں سلام کو حاضر ہوا، آپؐ کے سامنے کھجوروں کا ایک طبق رکھا تھا۔ اُس میں سے کچھ کھجوریں مجھے عطا فرمائیں۔ میں نے ان کو شمار کیا تو سولہ[۱۶] خرمے تھے۔ میں خواب سے بیدار ہوا، تعبیر کچھ سمجھ میں نہ آئی۔ بیس[۲۰] دن کے بعد حضرت

امام علی رضا علیہ السلام کے متعلق میں نے سُنا کہ مامون رشید نے ان کو مدینہ سے بُلوایا ہے۔ اور آپ اسی مسجد میں اُترے ہیں لوگ زیارت کو جوق در جوق جا رہے ہیں۔ میں بھی پہونچا دیکھا کہ آپ اسی مقام پر جہاں میں نے رسُولِ خدا کو دیکھا تھا، تشریف فرما ہیں اور اسیطرح ایک کھجوروں کا طبق آپؐ کے سامنے رکھا ہے۔ میں نے آگے بڑھ کر سلام کیا، اُدھر سے جوابِ سلام ملا۔ اور ایک مُٹھی کھجوریں بھی ملیں۔ میں نے اُنھیں گِنا تو سولہ (۱۶) تھیں۔ میں نے پھر عرض کیا، ابنِ رسُول کچھ اور عطا ہو؟ فرمایا میرے جدّ (رسُول خدا) نے اگر اس سے زیادہ دی ہوتیں تو میں بھی دیدیتا۔ میں یہ سُنکر اُن کے قدموں پر گر پڑا اور خواب کی تعبیر سمجھ میں آگئی۔

فصول المہمہ میں حسین بن موسیٰ سے روایت ہے کہ ہم کچھ لوگ امام کیخدمت میں جمع تھے کہ جعفر علوی اس طرف سے گذرا، باحال تباہ پھٹے پُرانے کپڑے اور کہنہ و خستہ دستار پہنے ہوئے سب لوگ اس کو دیکھ کر ہنسے، حضرت نے فرمایا، تم جس پر ہنس رہے ہو۔ کل اُس کو بڑی شان و شوکت والا پاؤ گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ وہ کچھ ہی دن بعد مدینہ کا حاکم ہوگیا۔ اسی طرح جب ہارون رشید مرگیا اور "امین" اس کی جگہ بادشاہ ہوا تو امام نے فرمایا کہ مامون، امین کو قتل کردے گا۔ چنانچہ یہی ہوا بھی۔

کشف الغمہ میں عبد اللہ بن مغیرہ سے روایت ہے کہ میں پہلے واقفی مذہب رکھتا تھا۔ جب حج کو گیا تو مذہب کے بارے میں مذبذب تھا۔ میں نے رو رو کر خدا سے دعا مانگی کہ مجھے "صراطِ مستقیم" اور راہ راست دکھا۔ اس کے بعد میں مدینہ گیا زیارتِ رسُول کے بعد علی بن موسی الرضاؑ سے ملنے گیا۔ دربان سے میں نے کہا کہ اپنے آقا سے کہو، ایک شخص عراق سے آیا ہے۔ آپ کو سلام عرض کر رہا ہے۔ امام نے میری آواز سن کر فرمایا، اے عبد اللہ بن مغیرہ اندر آجاؤ۔ جب میں اندر داخل ہوا تو آپؑ نے میری طرف دیکھ کر کہا اے عبد اللہ! تیری دُعا قبول ہوئی اور خدا نے تجھے صراطِ مستقیم دکھائی۔ میں نے کہا بے شک آپ حجتِ خدا ہیں۔

کشف الغمہ میں بکر بن صالح سے روایت ہے کہ میں ایک روز حضرت کیخدمت میں گیا اور میں نے کہا کہ میرے یہاں ولادت ہونے والی ہے آپ دعا فرمایئے کہ خدا مجھے

پسر عطا فرمائے۔ حضرتؑ نے فرمایا، خدا تجھ کو دو فرزند عطا فرمائے گا یہ سُن کر میں نے سوچا کہ ایک کا نام محمدؐ رکھوں گا اور دوسرے کا نام علی۔ یہ خیال دِل میں گذرا ہی تھا کہ امامؑ میری طرف متوجّہ ہوئے اور فرمایا، ایک کا نام محمود اور دوسرے کا اُمِّ عمر رکھنا۔ جب میں گھر پہونچا تو ایک لڑکا اور ایک لڑکی تولّد ہوئی تھی۔ میں نے امامؑ کے فرمودہ پر نام رکھے۔ اور اپنی والدہ سے پوچھا کہ امامؑ نے "اُمِّ عمر" نام تجویز فرمایا ہے۔ یہ راز سمجھ میں نہیں آیا۔ والدہ نے کہا اس وجہ سے کہ میری ماں کا نام "اُمِّ عمر" تھا۔

داؤد کے بیٹے محمدؐ سے روایت ہے کہ میں اور میرا بھائی ۸ امامؑ کی خدمت میں تھے کہ معلوم ہوا حضرتؑ کے چچا (محمدؐ بن جعفر) مرنے کے قریب ہیں اور سب بالکل نااُمید اور مایوس ہو چکے ہیں۔ پس ہم سب وہاں گئے دیکھا ان کا بھائی اِسحاق اور ان کے فرزند سرہانے بیٹھے ہوئے رو رہے ہیں۔ امامؑ بھی بیٹھ گئے اور تھوڑی دیر مُسکراتے رہے پھر نماز کے واسطے اُٹھ آئے۔ لوگوں نے بُرا مانا کہ چچا کی موت پر مسکرانا کیسا؟ جب لوگوں نے آپؑ سے وجہ پوچھی، آپؑ نے فرمایا میں اِس پر حیران تھا کہ اسحاق جو محمدؐ سے بہت پہلے رحلت کر جائے گا۔ محمدؐ پر رو رہا ہے چنانچہ ایسا ہی ہُوا۔ محمدؐ اچھا ہو گیا اور اسحاق مر گیا۔

کتاب عیون اخبار الرضا میں مذکور ہے کہ مامون رشید نے جب امام علیؑ رضا کو ولیعہد بنا دیا تو کچھ عرصہ بعد قحط کے آثار رُونما ہوئے سلسلۂ ابر و باراں منقطع ہو گیا۔ مامون رشید پریشان ہوا کسی کو امامؑ کی خدمت میں طلب باراں کی دُعا کے لئے بھیجا آپؑ نے فرمایا کہ میرے جدّ (رسُول اللہ) نے مجھ سے خواب میں فرمایا ہے کہ طلبِ باراں کیلئے دُعا کو صحرا کا رُخ کرو خدا تمہاری دُعا قبول فرمائے گا۔ چنانچہ آپ دُعا کے لئے صحرا میں تشریف لے گئے لوگ ہمراہ تھے جب آپ نے دُعا فرمائی تو ابر اُٹھا لوگ خوش ہوئے آپؑ نے فرمایا یہ بادل یہاں نہیں فلاں مقام پر برسے گا۔ بادل پھر اُٹھا، پھر آپؑ نے فرمایا کہ یہ فلاں مقام پر برسے گا۔ یہاں تک کہ کئی بار بادل اُٹھے اور چلے گئے۔ آخری بار جو بادل اُٹھا تو آپؑ نے فرمایا، یہ بادل تمہارے واسطے ہے اب تم لوگ اپنے اپنے گھر چلے جاؤ۔ چنانچہ کچھ لوگ ابھی گھر پہونچنے بھی نہ پائے تھے کہ موسلا دھار بارش شروع ہو گئی اور

جل تھل ہوگیا لوگوں نے آپؑ سے درخواست کی کہ اب شہر تباہ ہونے والا ہے۔ فرزندِ نبیؐ اس بارش کے رُک جانے کی دُعا فرمایئے۔ امامؑ نے دُعا کی اور بارش رُک گئی۔ یہ واقعہ زبان زدِ خاص و عام ہوا۔ لوگوں کی عقیدت امامؑ سے بڑھ گئی۔ حاسدین اور معاندین نے مامون رشید سے جاکر شکایت کی کہ بارش تو خدا کے حُکم سے آئی تو نے امامؑ کو بھیجکر ان کو مقبول عام اور خود کو ناکام بنا دیا۔ ہمیں حکم دے کہ ہم اِنؑ کو بُلا کر ان سے مُباحثہ کریں اور ان کی مجبوری دُنیا پر ظاہر کردیں۔ مامون رشید نے اجازت دے دی۔ امامؑ کو بلایا گیا اور مخالفین نے کہا کہ یہ بارش جس کو آپؑ اپنی دُعا کا نتیجہ بتاتے ہیں یہ تو خدا کے حکم سے اِتّفاقاً اپنے وقتِ مقرّرہ پر آئی۔ آپ کا اس میں کوئی دخل نہیں تھا۔ بلاوجہ امیر المومنین مامون رشید نے یہ عزّت آپ کو بخش دی۔ امامؑ نے فرمایا کہ مخلوق جس نعمت کی شکرگذار ہے میں بھی اس نعمت کا شکرگذار ہوں۔ رہا یہ کہ تیرے امیر المومنین نے یہ عزّت مجھے بخشی ہے قطعی غلط ہے۔ یہ مقام اور مرتبہ خداوند عالم کی جانب سے مجھے کرامت ہُوا ہے۔ انھوں نے کہا، اچھّا خدا کی جانب سے کرامت ہُوا ہے تو تم بھی ابراہیمؑ کی طرح کہ انھوں نے مُردہ طائروں کو زندہ کیا تھا۔ اس قالین کے دوشیروں کی تصاویر کو حکم دیں کہ یہ زندہ ہوکر ہمیں کھا جائیں امامؑ نے تحکمانہ انداز سے شیروں کی تصویر سے خطاب فرمایا:- دونکما فاجر:- یعنی اِس فاجر کو کھا جاؤ۔ امام کا یہ فرمانا تھا کہ خدا کے حکم سے وہ دونوں شیر زندہ شیر بن گئے اور اس دشمنِ خدا کو کھا گئے۔ اور پھر امامؑ سے (ان شیروں نے اپنی زبان میں کہا) بولے۔ کیا اس ظالم کو بھی ختم کردیں (یہ اِشارہ مامون رشید کی طرف تھا) مامون رشید پہلے سے بیہوش تھا امامؑ نے شیروں کو منع کردیا۔ مامون رشید کو جب ہوش آیا۔ تو دونوں شیر، شیر قالین بن چکے تھے۔ مامون رشید مارے خوف کے کانپ رہا تھا۔ پھر امامؑ کو بڑے احترام سے اپنے پہلو میں بٹھا کر بادب عرض کی کہ آپؑ نے شیروں سے میرے متعلّق کیا کہہ دیا۔ آپنے فرمایا، عنقریب معلوم ہو جائے گا۔ چنانچہ وہ وقت آیا کہ امامؑ کو مامون رشید کے حکم سے زہر دیا گیا اور خود بھی پیوند زمین ہوگیا۔

کشف الغمہ" میں تاریخ نیشاپوری سے نقل کیا ہے کہ امام علی رضا علیہ السّلام جب مقام "مرو" تشریف لے جا رہے تھے اور نیشاپور پہونچے تو آپ کے ساتھ ایک انبوہ کثیر تھا۔ جس میں دو مشہور و معروف عالِم (محمدؐ بن مسلم اور ابوزارہ) نے باآواز بلند کہا "اے امامؑ ابنِ امام، اے فرزند خاتم المرسلینؐ، برائے خدا روئے مبارک کی زیارت سے مشرّف فرمائیے اور کوئی حدیثِ نبوی ہمیں ایسی سُنائیے جو باعثِ عفوِ گناہ ہو۔ امامؑ اُس وقت کجاوہ میں تھے اپنی سواری رُکوائی اور پردہ اُٹھایا۔ عوام کی نگاہیں چہرۂ انور پر پڑیں۔ بے اختیار ہو گئے۔ شوقِ قدمبوسی میں ہر شخص بیقرار تھا۔ اِک شورِ قیامت برپا تھا۔ امامؑ کو حدیثِ پیغمبرؐ بیان کرنا مشکل ہو گیا۔ دونوں عالِم مجمع سے چلّا کر بولے۔ فرزندِ رسُولؐ کو حدیث سُنانے دو، اور تم سب خاموش ہو جاؤ۔ مجمع خاموش ہو گیا۔ لب ہائے امامؑ کو جنبش ہوئی۔ فرمایا "میں نے اپنے والد (امام موسیٰؑ بن جعفر) سے۔ اُنھوں نے اپنے پدرِ بزرگوار (امام جعفرؑ صادق) سے۔ اُنھوں نے اپنے باپ (امام محمد باقرؑ) سے۔ اُنھوں نے اپنے والدِ ماجد (امام زین العابدینؑ) سے۔ اُنھوں نے اپنے پدرِ نامدار (امام حسینؑ شہیدِ کرب وبلاؑ) سے۔ اُنھوں نے اپنے اَبِ ذوی الحشم (امام علیؑ ابنِ ابی طالب) سے۔ اُنھوں نے اپنے چچازاد بھائی (رسُولِ خداؐ) سے۔ اُنھوں نے جبرئیلِ امینؑ سے۔ اور جبرئیلِ امینؑ نے پروردگارِ عالم سے کہ فرمایا خدائے بزرگ و برتر نے: "کلمۃ لا الٰہ الّا اللّٰہ حصنی فمن قالھا دخل فی حصنی ومن دخل حصنی امن من عذابی" :-

یعنی کلمۂ طیبہ میرا قلعہ ہے جس نے کہا (پڑھا)، وہ میرے قلعہ میں داخل ہو گیا۔ اور جو داخل ہو گیا۔ وہ عذاب سے بے خوف ہو گیا۔

مشہور ہے کہ اِس حدیث کو سلاطین سامانیہ کے ایک سلطان نے سونے کی پلیٹ پر یا سونے کے پانی سے لکھوا کر وصیّت کی تھی کہ اس کو میری قبر میں میرے ساتھ دفن کر دینا۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا اور خواب میں اُس کو بڑا شاد و خرّم اور خوش حال پایا۔ اور پوچھا کہ خدا نے یہ مہربانی کس وجہ سے فرمائی۔ اُس نے کہا "امامؑ کے فرمانے سے

اس حدیث کا بدل احترام کیا' خداوند عالم نے یہ مرتبہ عطا فرمایا۔ اکثر روایات میں اِس حدیث کے آخر میں امام کا فرمایا ہوا یہ فقرہ بھی ہے کہ :۔ "لکن بشرطہا و شروطہا وانا من شروطہا" :۔ یعنی یہ کلمہ طیبہ اُس وقت حصار بن سکتا ہے جبکہ اقرارِ نبوت اور ائمہ معصومین پر ایمان رکھتا ہو جس میں سے ایک میں ہوں۔

حکایت مشہور و معروف شاعر دعبل ابنِ خزاعی مدّاحِ امام علیہ السلام دعبل مقام "مرو" میں خدمتِ امام میں حاضر ہوا اور کہا فرزندِ رسول میں نے آپ کی شان میں قصیدہ کہا ہے پہلے آپ ہی کو سنانا چاہتا ہوں۔ ایک سو بیس ۱۲۰ اشعار کا قصیدہ دعبل نے پڑھکر سنایا' امام نے پسند فرمایا اور کہا دو شعر اِس میں میری طرف سے بڑھالے۔ ان دو شعر کا مفہوم یہ تھا "آپ کی قبر "طوس" میں ہوگی۔ شیعوں کی زیارت گاہ ہوگی۔ ظہور قائم آلِ محمد تک اور زائرین کو خدا روزِ قیامت امام کیساتھ محشور فرمائے گا"۔

آپ نے قصیدہ سننے کے بعد دعبل کو دینار بطور انعام عطا فرمائے۔ دعبل نے دستِ بستہ عرض کی مولا قصیدہ مالِ دنیا کی غرض سے نہیں۔ آقا اپنا کوئی لباس مجھے عطا فرمائیں تو میری دنیا اور عقبیٰ دونوں کام آئے۔ آپ نے ایک قیمتی جامہ عطا کیا اور کہا یہ رقم بھی رکھلو۔ اِس کی تجھے عنقریب ضرورت پیش آئے گی۔ دعبل روانہ ہوا' جب "قم" پہونچا تو اہلِ قم نے کہا۔ یہ جامۂ امام ہمیں قیمتاً دے دو۔ اُس نے انکار کیا' کچھ آگے بڑھا تھا کہ کچھ لوگوں نے اُس سے وہ جامہ چھین لیا۔ اور ہزار دینار دینے لگے۔ اُس نے اس شرط پر دے دیا کہ ایک پارچہ (کپڑے کا ٹکڑا) مجھے دیدیں۔ چنانچہ دعبل جب گھر پہونچا۔ تو اسنے گھر کو ویران اور منہدم پایا۔ معلوم ہوا کہ عرب کے ڈاکوؤں نے سارا سامان لوٹ لیا' اور گھر کو منہدم کر گئے۔ لوگوں کو معلوم ہوا کہ دعبل کو امام نے سو دینار دئیے ہیں۔ معتقدین امام نے دعبل سے ایک ایک دینار سو سو دینار میں خرید لیا۔ اور دعبل اپنے مکان کو تعمیر کرا سکا اور اب سمجھ میں آیا کہ امام نے کیوں فرمایا تھا کہ یہ رقم تیرے عنقریب کام آئیگی۔ دعبل کو معلوم ہوا کہ اس کی کنیز گھر لٹ جانے کے بعد نابینا ہوگئی اور باپ کے گھر چلی گئی ہے دعبل وہاں پہونچا اور وہ پارچہ جو جامۂ امام سے اُس کے پاس تھا۔ اُس نابینا کنیز کے آنکھوں پر

رکھ دیا۔ بہ حکمِ خدا اُس کی آنکھیں پہلے کی طرح روشن ہو گئیں۔

امام علی رضا علیہ السّلام جب ہارون رشید کو دیکھتے تو فرماتے کہ یہ (ہارون رشید) اَور مَیں اس طرح ہوں گے۔ اَور دونوں اپنی اُنگلیوں کو ملا لیتے۔ جب آپؑ سَناباد یعنی مشہد میں ہارون رشید کے قریب مدفون ہوئے تو لوگوں کی سمجھ میں یہ معمہ آیا۔

بروایت معتبر و مستند امام عالیمقامؑ سے خود مروی ہے کہ آپؑ نے فرمایا امام کی چند نشانیاں ہیں:۔ امام عالم ترین خلق۔ پرہیزگار ترین خلق اَور سخی، عادل اَور عابد ترین۔ اہلِ زمان ہو۔ اور پیدائشی مختون (ختنہ شدہ) ہو۔ اور جس طرح سامنے دیکھتا ہے اسی طرح پسِ پشت بھی دیکھتا ہو۔ اُس کا سایہ نہ ہو۔ اگر خود سو رہا ہو تو دل بیدار رہو۔ اور پیدا ہوتے ہی کلمہ شہادت زبان پر ہو۔ رسُولِ خدا کی زرہ اس کے جسم اَور قد پر نہایت موزوں اور صحیح ہو۔ مخلوقِ خدا پر ماں باپ سے زیادہ مہربان ہو۔ جس چیز کے لئے لوگوں کو منع کرے خود بھی عامل ہو۔ اُس کی دُعا مستجاب ہو۔ حتیٰ کہ درخت یا پہاڑ کو حکم دے تو اپنی جگہ سے ہٹ جائے یا دو ٹکڑے ہو جائے۔ تبرکاتِ رسُول اور اسلحۂ رسُول اس کے پاس موجود ہوں۔ اس کے پاس وہ صحیفہ ہو جس میں اُس کے دوستوں اور دشمنوں کے نام ہوں۔ اَور جفرِ اصغر جفرِ اکبر اَور جفرِ جامع (جس میں احوالِ مخلوق تا روزِ قیامت مندرج ہیں) اُس کے پاس ہو۔ مخلوق کے اعمال اس کے سامنے ہوتے ہوں۔ انسانوں کی طرح کھاتا، پیتا، ہنستا، بولتا اور سوتا جاگتا ہو۔ فرحان اور غمگین ہو۔

اَبوالصّلت سے روایت ہے کہ امام ہر شخص سے اُس کی زبان میں گفتگو فرماتے تھے۔ مَیں نے کہا مَولا مجھے تعجّب ہے کہ آپ بیشمار زبانوں کے عالم ہیں۔ امامؑ نے فرمایا اَے اَبوالصّلت ہم خدا کی طرف سے مخلوق پر حجّتِ خدا ہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم جن پر حاکم بنائے گئے۔ اُن کی زبان سے ناواقف ہوں۔

آپکے وہ بے شمار مُباحثہ جو مختلف الاعتقاد لوگوں سے ہوئے اور انکو شکست سے دوچار ہونا پڑا۔ کتاب عیون اخبار الرّضاؑ میں تحریر ہیں کہ زیادہ سے زیادہ تین روز میں آپؑ قرآن ختم فرماتے تھے۔ زیادہ تر صائم تھے۔ رات بھر عبادتِ الٰہی فرماتے کسی کی حاجت رد نہ کرتے۔

آپؑ کو کبھی کسی نے تھوکتے ہوئے نہیں دیکھا۔ آپؑ کبھی کسی کے سامنے تکیہ لگا کر یا پاؤں پھیلا کر نہیں بیٹھے نہ نیم دراز ہوئے۔ آپ ہنسنے کے موقع پر صرف مُسکراتے تھے۔ آپؑ کے دسترخوان پر نوکر چاکر حتّٰی کہ دربان بھی ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے۔ ہمیشہ معمولی لباس پہنتے مگر جب باہر نکلتے تو جامۂ نیکو اور خوشبو استعمال فرماتے۔ آپؑ کی امامت پر نصوص رسُولِ خدا۔ جنابِ امیرؑ اور دیگر ائمۂ طاہرینؑ بے شمار ہیں۔

فخو سے روایت ہے کہ امام موسیٰ کاظمؑ نے اکثر شیعوں کو اور مجھ سے بہت محبّت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ بُلوا کر فرمایا تم کو معلوم ہے کہ کیوں بُلوایا ہے۔ مَیں نے کہا کچھ نہیں معلوم۔ آپؑ نے پھر فرمایا بغور سُنو اور یاد رکھّو اور گواہ بھی رہنا کہ میرا پسر علیؑ بن موسیٰ میرا قائم مقام، میرا وصی اور تمہارا امام میرے بعد ہے۔ اگر کسی کا مجھ پر قرض ہو وہ ان سے لے لے۔ اگر مَیں نے کسی سے کوئی وعدہ کیا ہے۔ اس کو یہ وفا کریں گے۔ اور جو مجھے دیکھنا چاہے وہ ان کو دیکھ لے گویا اُس نے میری زیارت کی۔ المختصر یہ کہ اسی قسم کی اور معتبر مختلف روائتیں ہیں۔ کتاب شواہد النبوۃ مُلّا جامی، فصول المہمہ، کشف الغمہ۔ اور عیون اخبارِ رضاؑ، نصوص سے پُر ہیں۔

مواعظِ امامؑ

امام علیہ السّلام نے فرمایا، تین مقام نہایت وحشت ترین ہیں۔ ایک وہ دِن، جس روز انسان، شکمِ مادر سے دُنیا میں آیا۔ ایک وہ دِن، جب دُنیا سے سفر کرے گا۔ ایک وہ روز، جس دِن پھر زندہ کیا جائیگا۔ حق تعالیٰ نے ان تین مقاموں پر حضرت یحییٰ ابنِ زکریّا اور عیسیٰ بن مریم کو سلام پہونچایا ہے اور فرمایا ہے:- سَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ۝ (سورۂ مریم، آیت نمبر ۱۵-)۔

آپؑ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے تین چیزوں کا حکم فرمایا ہے اور تین چیزوں کی اس کے ساتھ شرط لگادی ہے۔ نماز کا حکم دیا ہے۔ زکوٰۃ کی اس کے ساتھ شرط لگادی۔ اگر زکوٰۃ ادا نہ ہو تو نماز بیکار ہو جائے گی۔ اور اپنی شکر گذاری کا حکم فرمایا اور ماں باپ کی شکر گذاری کو لازم قرار دیا۔ اگر کوئی شخص اپنے والدین کا شکر گذار نہیں تو خدا کا شکر گذار ہونا

بیکار ہے۔ پروردگارِ عالم نے تقویٰ اور پرہیزگاری کا حکم دیا اور صلۂ رحمی کو اس کے ساتھ لازم قرار دیا۔ اگر کوئی صلۂ رحم (یعنی اپنے رشتہ داروں سے نیک سلوک اور محبت کرنا) بجا نہ لائے تو تقویٰ بیکار ہے۔ امامؑ نے فرمایا کہ عقل و دانش کی علامتوں میں سے ایک حلم اور کم گوئی ایک علامت ہے۔ اور کم گوئی در حقیقت ایک دَر ہے دَرہائے حکمت سے۔ جو باعثِ محبت اور اکثر خوبیوں کی رہنما بھی ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ ہر کام میں سب سے اچھا معاون اور دوست "عقل" ہے۔ اور سب سے بُرا "جہل" ہے۔ آپؑ نے فرمایا، دُنیا اُس وقت تک حاصل نہیں ہوتی جب تک یہ پانچ خصلتیں اُس میں نہ ہو جائیں۔ (۱) کاہل بُخل (۲) لمبی اُمیدیں (۳) بہت زیادہ لالچ (۴) قطعِ رحمی (۵) دُنیا کو آخرت پر ترجیح دینا اور دُنیا کو اختیار کرنا۔ آپؑ نے ارشاد فرمایا، روایت کی ہے میرے آباء نے امیر المومنینؑ سے اور انھوں نے رسالتمآبؐ سے کہ اے بندۂ خدا، دوستی کر صرف خدا کے واسطے اور دشمنی کر صرف خدا کے واسطے جس نے ایسا کیا وہ "وَلی اللہ" ہو گیا۔ پھر آپؑ نے فرمایا، گناہِ صغیرہ میں قدم نہ رکھو کیونکہ یہ راہ ہے "گناہِ کبیرہ" کی۔ اور خلافِ رضائے الٰہی، معمولی بات بھی نہ کرو کیونکہ یہ مخالفتِ عظیم کی طرف لے جاتی ہے۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ اگر لوگ جنّت کے شوق میں اور دوزخ کے خوف سے اللہ سے نہیں ڈرتے تو بھی وہ لائقِ صد شکر گذاری ہے۔ اس لئے کہ پیدائش سے اب تک جتنے احسان اُس (اللہ) نے فرمائے ہیں۔ اور فرما رہا ہے اُس کا پیغمبرؐ اور جملہ انبیاءؑ و مرسلینؑ بھی، اُس (خدا) کا شکر ادا نہیں کر سکتے جو حق ہے شکر ادا کرنے کا۔

اسبابِ زہر دادن

مامون رشید کے زہر دینے کی وجوہ میں سے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ امامؑ جب شہر "مرو" پہونچے تو مامونؔ نے طے کیا کہ ہفتہ میں وہ دو روز مظلوموں کی فریاد سُنے۔ طریقہ یہ تھا کہ وہ امامؑ کو اپنے داہنی طرف بٹھا لیتا تھا۔ ایک روز ایک صوفی درویش پیش

ہُوا جس نے چوری کی تھی، مامون رشید نے اس کی طرف دیکھا پیشانی پر سجدہ کا نشان، جسم پر صوفیانہ لباس، بظاہر نیک صورت، مامون نے اس سے سوال کیا کہ بے شرم! اِن نیک صفات کے ہوتے ہوئے۔ بُرائی کی طرف کیوں مائل ہوا۔ صوفی نے کہا، مجبوراً نہ قصداً، بلکہ تُو نے میری حق تلفی کی جس کے باعث یہ فعل سرزد ہُوا۔ خلیفہ مامون رشید نے کہا، مجھ پر تیرا کون سا حق تھا جس کو میں نے تلف کیا۔ صوفی نے کہا کہ خُمس جس میں غریب مسافر بھی شریک ہیں۔ چونکہ مجھے تُو نے میرے حق سے محروم کر دیا، نوبت چوری تک پہونچی۔ مامون رشید نے کہا، میں تیرے اِس عُذر پر "حد" کو ترک نہیں کرسکتا اور حکمِ خدا کی بجا آوری ضرور کروں گا۔ صوفی نے کہا، پہلے "حد" خود اپنے اوپر جاری کر پھر مجھ پر جاری کرنا۔ مامون رشید، امامؑ کی طرف متوجہ ہوا اور بولا، آپ سمجھے کہ اِسکا کیا مطلب ہے؟ امامؑ نے فرمایا، ہاں۔ یہ شخص یہ کہتا ہے کہ چونکہ میری حق تلفی کی گئی ہے اس لئے میں بھی دوسروں کی حق تلفی کرتا ہوں۔ مامون خلیفہ برہم ہُوا اور صوفی سے بولا، خدا کی قسم میں تیرا ہاتھ ضرور قطع کروں گا۔ صوفی نے کہا تُو میرا ہاتھ کیسے قطع کرسکتا ہے۔ حالانکہ تُو میرا غُلام ہے۔ مامون رشید نے کہا میں تیرا غلام کیسے ہوگیا۔ صوفی نے کہا کہ تیرے باپ نے تیری ماں کو مسلمانوں کے مال (یعنی بیت المال) سے خریدا تھا جس میں تمام مسلمان شریک تھے اُن میں سے ایک میں ہوں جس نے تجھے آزاد نہیں کیا۔ پہلے تو خود کو پاک کر پھر دوسروں کو پاک کرنے کی کوشش کرنا۔ جیسا کہ خدائے بزرگ و برتر نے قرآن میں فرمایا ہے۔ مامون رشید نے امامؑ سے کہا، اِس شخص کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ امامؑ نے فرمایا، دُنیا و آخرت دونوں پر قائم ہیں۔ اس نے تجھ پر حجت تمام کر دی ہے۔ مامون نے اگرچہ صوفی کو رہا کر دیا مگر دِل سے امامؑ کا دشمن اور زیادہ ہوگیا۔ از آں جملہ ایک سبب یہ بھی ہوا کہ مامون رشید نے یہ دیکھ کر میرے تمام درباری علماء سے آپ عِلم و فضل میں عظیم ترین۔ امامؑ سے کہنے لگا کہ خدا کی قسم بہ لحاظ علم و فضل آپؑ خلافت کے حقدار ہیں۔ لہٰذا آپ اِس منصب کو قبول فرمائیے۔ میں خلافت سے دست بردار ہوتا ہوں۔ امامؑ نے فرمایا کہ اے مامون! یہ بتلا کہ یہ خلافت اگر تیری ملکیت ہے اور خدا نے تجھے عطا کی

ہے تو تجھے ہرگز یہ اختیار نہیں کہ تو اس کو خلاف مرضی خدا دوسرے کو دیدے۔ اور اگر یہ خلافت تیری ملکیت نہیں ہے۔ تو تجھے اس کو دوسرے کو دینے کا کیا حق ہے۔ خلیفہ مامون نے کہا یہ آپ کو ضرور منظور کرنا ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ میں ہرگز اس کو بخوشی منظور نہیں کروں گا۔ اس طرف سے بے حد اصرار ہوا اور ادھر سے برابر انکار۔ جب مامون مایوس ہوگیا تو کہنے لگا۔ اگر آپ اس خلافت کو منظور نہیں فرماتے تو ولیعہد بننا منظور کر لیجئے۔ آپ نے فرمایا بخدا میرے پدر بزرگوار نے اپنے آباء سے اور انھوں نے امیرالمومنین سے نقل کیا ہے کہ رسول خدا نے فرمایا، میں اس دنیا سے تجھ سے پہلے اٹھ جاؤں گا۔ اس زہر سے جو مجھے دیا جائے گا اور میں ہارون رشید کے پہلو میں دفن کیا جاؤں گا۔ مامون رشید رویا اور کہا یہ کس کی مجال ہے کہ میرے ہوتے ہوئے آپ کو نقصان پہونچائے۔ میرا خیال ہے کہ آپ اس لئے منظور نہیں کر رہے تاکہ لوگ آپ کو زاہد جانیں۔ امام نے فرمایا میں ان میں نہیں ہوں۔ کہ ترک دنیا برائے حصول دنیا کروں۔ میں تیرے ان ارادوں سے بھی واقف ہوں۔ جو آئندہ پیش آنیوالے ہیں۔ مامون رشید نے کہا وہ میرے کون سے ارادے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے خلافت دے کر یا ولیعہد بنا کر دنیا کو یہ بتانا اور دکھانا چاہتا ہے کہ میں نے ترک دنیا طلب دنیا کی وجہ سے کی تھی۔ دیکھو اب ولیعہد بن کر خوش ہوگیا۔ مامون بگڑا اور کہنے لگا آپ ہمیشہ بدظن رہتے ہیں۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر آپ نے ولیعہدی قبول نہ کی تو میں قتل کرادوں گا۔ امام نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ نے مجھے منع فرمایا ہے کہ میں اپنے ہاتھوں آپکو ہلاکت میں نہ ڈالوں لیکن نوبت جب جبر کی آپہونچی تو اس شرط پر ولیعہدی قبول کرتا ہوں کہ نظامِ حکومت میں کوئی دخل نہ دوں گا مامون رشید اس پر راضی ہوگیا۔

لکھا ہے کہ کسی شخص نے آپ سے پوچھا کہ آپ ولیعہدی پر کس طرح رضامند ہو گئے؟ تو امام نے فرمایا کہ جس طرح میرے جدّ امیرالمومنین مجلسِ شوریٰ میں شامل ہونے پر مجبور کئے گئے۔ مورخین نے تحریر کیا ہے کہ روزِ جشن ولیعہدی۔ مامون رشید

نے حکم دیا کہ فوج کو ایک سال کی تنخواہ دے دی جائے اور ہر ایک عباسی۔ علوی۔ علماً خطباء۔ شعراء کو اس قدر انعامات تقسیم ہوئے جو حساب و شمار سے باہر تھے اور حکم دیا کہ تمام فوج جو اب تک سیاہ لباس میں ملبوس تھی، سبز لباس پہنے۔ اور امام کے نام نامی کا سکہ رائج ہوا۔ آپؑ کے نام کا خطبہ منبروں پر شروع ہوا۔ مختلف ممالک کو آپکی ولیعہدی کی اطلاع دی گئی۔ امامؑ نے یہ جشن کے سامان دیکھ کر اپنے ایک خاص آدمی سے فرمایا کہ یہ سب خوشیاں عنقریب نمازِ عید تک ختم ہونے والی ہیں۔

ذکرِ نمازِ عید

عید کے دن مامون رشید کچھ بیمار تھا امامؑ کی خدمت میں پیغام آیا کہ نمازِ عید آپ پڑھائیں تاکہ لوگوں پر آپؑ کا فضل و مقام واضح ہو جائے امامؑ نے جواب بھیجا کہ ولیعہدی کے قبول کرتے وقت یہ طے پایا تھا کہ اس قسم کے سیاسی امور میں مجھے دخل نہ ہوگا۔ مگر مامون رشید کا اصرار حد سے بڑھا اور امامؑ کو مجبور کیا گیا تو امامؑ نے فرمایا اگرچہ مجھے معلوم ہے کہ اس نماز کا نتیجہ کیا ہوگا مگر بادشاہ کے اصرار سے اس شرط پر منظور کرتا ہوں کہ رسولِ خدا کے طریقہ پر نکلوں اور نماز کے لئے جاؤں مامون نے منظور کیا اور حکم دیا کہ روزِ عید تمام علماء و عباد و حفاظ۔ لشکر و سپاہ اور خاص و عام سب نماز کے لئے امامؑ کی رکاب میں حاضر ہوں۔

جب صبح ہوئی امامؑ نے غسل فرمایا، سفید لباس زیب تن کیا، خوشبو لگائی اور سفید عمامہ سر پر رکھا جس کے دونوں سرے دوش مبارک پر تھے۔ عصاء ہاتھ میں لیا۔ اور پا برہنہ معہ لاؤ لشکر حشم و خدم خانۂ اطہر سے باہر نکلے اور سر آسمان کی طرف بلند فرما کر بہ آواز بلند تکبیر کہی، اس کے ساتھ ہی آپؑ کی متابعت میں سب نے تکبیر کہی معلوم ہوتا تھا کہ آسمان و پہاڑ۔ در و دیوار سے صدائے تکبیر آرہی ہے۔ جب مخلوق کی نظر آپؑ پر پڑی۔ سوار اپنے گھوڑوں سے کود پڑے۔ سر برہنہ اور پا برہنہ

نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے، بصد ادب روتے پیٹتے امامؑ کے زیرِ قدم عقیدت کی آنکھیں بچھاتے روانہ ہوئے۔ یہ خبر مامون رشید تک پہونچی، مامون کے وزیر (فضل ابنِ سہل) نے مامون سے کہا کہ اگر امامؑ رضا اس طرح عید گاہ تک پہونچے تو مجھے یقین ہے کہ مخلوق اس قدر متاثر ہو جائے گی کہ ہمارا بچنا محال ہو جائے گا۔ مامون ڈرا پیغام بھیجا کہ امامؑ کو اس گرمی میں میں تکلیف دینا نہیں چاہتا۔ آپ واپس آجائیں نماز جو پہلے پڑھاتا تھا وہی پڑھا دیگا۔ امامؑ نے نعلین طلب کیں اور سوار ہو کر مراجعت فرمائی، بعد میں مامون رشید نے خود جا کر نمازِ عید پڑھائی۔ یہ اخبار اور خبر ولیعہدیِ امامؑ جب بغداد میں پہونچی تو عباسی نہایت برافروختہ ہوئے۔ اور مامون رشید کے سخت خلاف ہو گئے۔ حتّٰی کہ انھوں نے مامون کے چچا (ابراہیم بن مہدی) کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ لوگوں نے ایک عرصہ تک مامون رشید اور فضل (وزیر) کے خوف سے اس خبر کو چھپایا۔ حتّٰی کہ امامؑ نے ایک روز یہ واقعہ مامون کو سنایا کہ تو جب اپنے وزیر (فضل) کو اور مجھے اپنے پاس سے جدا نہیں کر دیتا تیری حکومت کا قیام مشکل ہو گیا ہے۔ مامون رشید نے اس سلسلہ میں کافی معلومات اور تحقیقات کے جب اس خبر کی صداقت کا اس کو یقین ہو گیا تو کچھ روز بعد مامون نے فضل (وزیر) کو حمّام میں ختم کرا دیا اور بغداد روانہ ہو گیا۔ راہ میں امامؑ کو زہر سے شہید کرا دیا۔ اور خلافتِ بغداد پر قابض ہو گیا۔ بعض نے لکھا ہے کہ یہ بات بعید از عقل ہے کہ مامون رشید۔ امامؑ کی اس تعظیم و تکریم کے بعد ان کے ساتھ یہ سلوک کرتا لیکن اکثر مؤرخین اور علماءِ شیعہ اس پر متفق ہیں کہ مامون نے امامؑ کو زہر دیا چنانچہ ابنِ بابویہ نے عیون اخبار رضا کتاب میں احمد بن علی انصاری سے روایت ہے کہ میں نے ابو الصلت (خادمِ خاصِ امامؑ) سے سوال کیا کہ تو چونکہ حضرتؑ کی خدمت میں حاضر رہتا تھا اور تمام احوال سے واقف بھی تھا، بتلا کہ مامون، کس طرح امام علیہ السلام کی اتنی عزت و توقیر اور احترام کے بعد قتل پر مائل ہو گیا۔ یہ سنکر ابو الصلت نے کہا، مامون رشید امامؑ کی تعظیم اور محبت صرف اس لئے کرتا تھا کہ لوگوں کو یہ یقین ہو جائے کہ امامؑ کو دنیا سے محبت ہے۔ اور لوگوں کی نظر میں ان کا مقام گر جائے۔ جب اس نے دیکھا کہ ولیعہدی کے باوجود وہ دنیا کی طرف مائل نہیں ہوتے اور

لوگوں کا اعتقاد روزانہ بڑھتا جارہا ہے تو اس نے اطراف ملک سے ہر ملّت کے علماء کو بُلوا کر امام سے مباحثہ و مناظرہ کرایا اور ہر عالمِ مجوسی۔ یہودی۔ نصرانی اور علماءِ اسلام امام کے مقابل اپنے عجز کا قائل ہو کر یہ کہنے لگا کہ واقعی امامت و خلافت کے قابل امام ہی کی ذات ہے یہ سن کر مامون رشید کے حسد اور عداوت میں اور اضافہ ہوا اور اس کی سمجھ میں اب سوائے زہر کے اور کوئی بات نہیں آئی۔

عمّار بن زید سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ مامون رشید ایک مرتبہ سخت بیمار ہوا۔ زندگی سے مایوس ہو گیا۔ تو امام کو بُلوایا اور کہا اب میرا وقتِ آخر ہے آپ مجھ سے غافل نہ رہیں۔ امام نے فرمایا خاطر جمع رکھ، تیری عمر ابھی بہت باقی ہے تو جب تک مجھے انگوروں میں زہر نہ دیدے گا (مر نہیں سکتا۔) مجھے زمینِ خراسان میں تو ہی دفن کرائیگا۔ مامون نے کہا میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں۔ اُس روز سے جس دن یہ گناہِ عظیم مجھ سے سرزد ہو۔ امام نے فرمایا جیسا میں کہہ رہا ہوں ایسا ہی ہوگا۔

کشف الغمہ میں امام علی رضا علیہ السّلام سے روایت ہے کہ ایک مردِ نیک خُراسانی میرے پاس آیا اور بولا میں نے رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو خواب میں دیکھا کہ حضورؐ فرما رہے ہیں، تم کیسے لوگ ہو تمہاری خاک میں میرا ایک حصّہ مدفون ہوگا۔ اور میری امانت تمہارے سپرد کی جائے گی تاکہ تم اس کی حفاظت کرو دیکھو وہ تمہاری خاک میں پوشیدہ ہونے والا میرا گوشت ہے۔ امام نے اس خُراسانی کے خواب میں فرمایا جو نبی یا امامِ حق کہ کسی عابد و زاہد کو خواب میں دیکھے وہ خواب سچّا ہوتا ہے۔ کیونکہ کبھی شیطان انبیاء، اوصیاء، اولیاء کی شکل میں نہیں آسکتا۔ اور اے خُراسانی وہ امانت جس کو رسول اللہ نے فرمایا، تمہاری خاک میں پوشیدہ کی جائے گی۔ وہ میں ہوں۔ جو شخص میری قبر کی زیارت کرے گا بشرطیکہ صاحبِ عرفان ہو تو میں اور میرے آباء (ائمہ طاہرینؑ) اُس کی روزِ قیامت شفاعت کریں گے۔

ابو الصّلت (امام کے خاص خادم) سے روایت ہے کہ امام نے مجھے حکم دیا کہ ہارون رشید کی قبر کے اطراف سے مٹّی لاؤں۔ میں مٹّی لے آیا آپ نے ہر ایک کو سونگھا

اُن میں سے ایک مٹّی کے متعلق فرمایا کہ اس جگہ میں مدفون ہوں گا۔ یہ جگہ جب کھودی جائے گی تو قبر تیّار نکلے گی۔ کل مامون رشید کے بلانے پر جاؤں گا اگر وہاں سے سر پر پردا ڈالے ہوئے آؤں تو مجھ سے کوئی کلام نہ کرنا چنانچہ جب صبح ہوئی اور امامؑ ابھی مشغولِ عبادت تھے کہ مامون کا غلام بلانے آیا۔ آپؑ جب پہونچے تو مامون (خلیفہ) نے کھڑے ہو کر آپکی پیشانی کا بوسہ دیا۔ بڑے احترام سے اپنے قریب بٹھایا اور ایک طبق میں انار دوسرے میں انگور پیش کئے اور کہا ایسے لذیذ انگور میں نے آج تک کھائے نہ دیکھے۔ امامؑ نے فرمایا جنّت کے انگور سے لذیذ نہیں ہو سکتے۔ مامون رشید نے ایک خوشۂ انگور اٹھا کر پیش کئے۔ امامؑ نے انکار فرمایا۔ مامون نے کہا، آپ ہمیشہ مجھ سے بدظن رہتے ہیں۔ یہ انگور تو آپ کو کھانے ہی پڑیں گے۔ امام نے دو تین دانے اٹھا کر کھائے اور فرمایا بس کافی ہیں۔ پھر اٹھ کھڑے ہوئے۔ مامون نے پوچھا کہاں کو......؟ امامؑ نے فرمایا جہاں تو بھیج رہا ہے۔ یہ کہہ کر اور سر پر پردا ڈالے اور گھر کی طرف چلدیئے۔ گھر میں داخل ہوتے ہی فرمایا کہ دروازہ بند کر دو۔ فوراً بستر پر جا لیٹے۔ اسی اثناء میں نے دیکھا، ایک جوان خوبرو (گویا امام) داخلِ خانہ ہوا۔ میں نے بڑھ کر اس سے پوچھا۔ دروازہ بند تھا پھر کیسے مکان میں داخل ہوئے؟ جواب دیا، جو مدینہ سے ایکدم یہاں لے آیا اس کو گھر میں لے آنا کیا مشکل ہے۔ میں نے پھر پوچھا، آپ کون ہیں؟ فرمایا میں حجۃ اللہ، محمّد بن علیؑ ہوں۔ امام علیؑ رضا کی طرف متوجّہ ہوئے۔ امامؑ کی نظر جب فرزند ارجمند (محمّد بن علیؑ) پر پڑی۔ قریب بلا کر سینے سے لگا لیا۔ اور تا دیر گفتگو فرماتے رہے۔ اسرارِ امامت کی تلقین ہوتی رہی۔ اس کے کچھ دیر بعد محمّد بن علیؑ المعروف بہ امام محمّد تقیؑ نے مجھ سے فرمایا۔ ابو الصّلت! تختۂ غسل اور پانی مہیّا کرو۔ میں باہر گیا اور دونوں چیزیں لے آیا۔ امام نے امامؑ کو غسل دیا۔ بعدِ غسل کفن و حنوط سے فارغ ہو کر فرمایا۔ تابوت لاؤ۔ میں نے کہا کہاں سے لاؤں؟ فرمایا باہر جا کر دیکھو۔ میں باہر گیا تو تابوت رکھّا ہوا دیکھا۔ الغرض امامؑ نے امامؑ کو تابوت میں رکھّا اور نماز جنازہ ادا کی۔ فوراً بعد تابوت نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ میں نے امام محمّد تقیؑ سے کہا۔ اے فرزندِ رسول! کہیں مامون رشید نہ آجائے اور امامؑ کے متعلق نہ پوچھ گچھ کرنے لگے؟

فرمایا، خاموش! تجھے معلوم نہیں کہ اگر پیغمبر مشرق میں ہو اور اُس کا وصی مغرب میں ہو تو پروردگارِ عالم دونوں کو آنِ واحد میں جمع کرا دیتا ہے کہ اتنے میں تابوت اُسی طرح آگیا۔ امام محمد تقی علیہ السّلام نے میّتِ امامؑ کو تابوت سے برآمد کر کے اُسی طرح بستر پر لٹا دیا۔ گویا ابھی غسل نہیں ہوا۔ پھر تابوت اور امام محمد تقیؑ نظر سے غائب ہو گئے۔

اِتنے میں مامون رشید پریشان حال، روتا پیٹتا، رخساروں پر طمانچے مارتا ہوا پہونچا امامؑ کی قبر کے لئے حکم دیا۔ مگر امامؑ نے جس طرح ارشاد فرمایا تھا اسی جگہ قبر مکمّل نکلی۔ مامون نے مجھ سے پوچھا امامؑ نے میری بابت تجھ سے کیا کیا کہا۔ میں نے جواب میں کہا۔ کچھ نہیں۔ مامون کو یقین نہ آیا اور مجھے قید کر دیا۔ جب مجھے قید میں پڑے پڑے عرصہ گذر گیا، تنگ آکر میں نے بارگاہِ خداوندی میں فریاد کی کہ بحقِ محمدؐ و آلِ محمدؐ مجھے اس قید سے نجات فرما۔ دعا قبول ہوئی میں نے دیکھا کہ امام محمد تقی علیہ السّلام تشریف لائے اور فرمایا اَبُوالصّلت قید سے گھبرا گیا اور یہ کہہ کر میری زنجیریں اُتاریں۔ قید خانہ کا دروازہ کھولکر فرمایا۔ جا جہاں جانا چاہتا ہے اب تجھے کوئی آزار نہیں پہونچا سکتا۔ چنانچہ میں جب سے قید سے چھوٹا پھر مامون رشید کو نہ دیکھا نہ اُس نے میری جستجو کی۔

بعد شہادت حضرت امام علی رضا علیہ السّلام، شعراء نے مرثیے کہے جو اکثر ابنِ بابویہ نے کتاب عیون اخبار الرّضا میں تحریر فرمایا ہے اور ان کثیر احادیث میں سے چند حدیثیں جو جناب رسُول خدا اور ائمۂ طاہرین سے منقول ہیں۔ ایک حدیث خود امامؑ سے نقل ہے وہ یہ کہ خراسان میں ایک مقام ہے جو مقام نزولِ ملائکہ ہے تا روزِ قیامت۔ اور لوگ اس کی زیارت کو قیامت تک آتے رہیں گے۔ اور وہ روضہ ریاضِ جنّت سے ایک باغ ہے۔ جس نے میری زیارت کی گویا اس نے پیغمبرِ اطہر کی زیارت کی اور میرے زائر کو خدا ثواب عطا کرے گا ہزار حج اور ہزار عمرہ کا۔ میں اور میرے آباء اُس کے شفیع ہوں گے۔ اللّٰھمّ ارزقنا زیارتہٗ آمین یا ربّ العالمین۔

ذکرِ امامِ نہم

اِسم شریف "محمدؐ"۔ کنیت ابوجعفر۔ لقب جوادؑ۔ قانع۔ مرتضیٰ۔ صادق۔ رضا۔ صابر مگر مشہور ترین لقب "جوادؑ" ہے۔ والدہ گرامی "اُمّ وَلَد جن کو سکینۂ نوبیہ بھی کہتے ہیں۔ اور بعض مرضیہؑ۔ رنگ سفید۔ قد میانہ۔ آپ کے زمانے کا مشہور شاعر عمرو بن فرات تھا۔ انگشتری کا نقش:۔ نعم القادر اللہ:۔ آپ کے زمانے کا جابر بادشاہ "مامون اور معتصم۔ مقام ولادت مدینہ منوّرہ۔ ۱۹ ررمضان ۱۹۵ھ ہجری عمرِ عزیز پچیس ۲۵ سال چند ماہ۔ قبرِ اقدس بغداد (نزد قبر منوّر امام موسیٰؑ کاظم) مدّتِ امامت ستّرہ ۱۷۔ معتصم واثق عباسی کے زہر سے شہادت واقع ہوئی۔ اولاد میں دو پسر (علیؑ نقی و موسیٰ) اور دو دختر (فاطمہ و امامہ) آپ کے معجزات بے شمار ہیں۔ آپ کا مشہور معجزہ جو ہر مخالف اور موافق کا تسلیم شدہ ہے وہ یہ ہے کہ جب آپ کے پدرِ بزرگوار امام علیؑ رضا نے رحلت فرمائی تو مامون رشید نے دار الخلافہ بغداد کو تجویز کیا اور امام محمّد تقیؑ بھی کچھ عرصہ بعد بعض حوادثات زمانہ کے باعث ترک وطن فرما کر بغداد تشریف لے آئے۔

ایک روز کا واقعہ ہے کہ مامون رشید شکار کو نکلا امام محمد تقی علیہ السّلام کی عمر اسوقت نَو سال تھی۔ آپ ایک راستہ پر جہاں اطفال کھیل میں مصروف تھے۔ مامون رشید اور اس کے لشکر کو دیکھ کر بچے بھاگ گئے مگر آپ اپنی جگہ کھڑے رہے۔ مامون نے یہ دیکھ کر بڑی حیرت سے پوچھا اے صاحبزادے تم کیوں نہیں بھاگے؟ آپ نے بڑے اطمینان سے فرمایا نہ مَیں نے کوئی جرم کیا نہ راستہ میں حارج ہوا پھر بھاگنے یا خائف ہونے کی کیا ضرورت تھی۔ اور یہ بھی سمجھتا ہوں کہ تو بلا وجہ ستائے گا نہیں۔ مامون رشید، جواب سُن کر بیحد متعجب ہُوا بولا آپ کا کیا نام ہے؟ فرمایا "محمّدؐ"۔ کس کے صاحبزادے ہو؟ فرمایا علیؑ بن موسیٰ کے۔ مامون یہ سُن کر محزون ہوا اور پھر اپنے راہوار کو آگے بڑھایا۔ راستہ بھر امامؑ ہی کا خیال

آتا رہا۔ شہر سے نکل کر اُس نے اپنا باز ایک تیتر پر چھوڑا، باز آسمان کی طرف بلند ہوا، اور اور منقار میں ایک چھوٹی سی مچھلی شکار کر کے لایا۔ مامون رشید مچھلی دیکھ کر حیران ہوا۔ اور فوراً لوٹ آیا۔ راستے میں لڑکے پھر ملے اور پھر مامون کو دیکھ کر بھاگ گئے۔ مگر امام محمد تقی علیہ السّلام اپنی جگہ کھڑے رہے مامون نے مچھلی کو چھپا کر قریب کمسن امام پہونچکر سوال کیا۔ صاحبزادے بتلایئے میری مٹھی میں کیا ہے امام نے بہ الہام ربانی فوراً اس طرح فرمایا کہ خداوند عالم نے زمین اور آسمان کے درمیان دریا خلق کیا ہے بادشاہوں کے باز کبھی کبھی وہاں سے مچھلی کا شکار لاکر بادشاہوں کو دیتے ہیں۔ وہ اپنی مٹھی میں چھپا کر خاندانِ رسالت سے پوچھتے ہیں کہ بتاؤ میری مٹھی میں کیا ہے؟ پھر مامون رشید نے آپؑ کی بغور دیکھا اور کہا بے شک آپ پسرِ امام علیؑ رضا ہیں۔

(مترجم۔ ہم نے اسی واقعہ کو اُردو نظم میں کتاب ذکرِ معصوم میں نقل کیا ہے یہاں بھی شائقینِ اَدب کے لئے تحریر کی جا رہی ہے۔) ؎

بڑا فرق ہے دین و دُنیا میں حضرت
امامت کہاں اور کہاں بادشاہت

اُولُوالاَمر چاہو جسے تم بنا لو
بناوٹ کے پھولوں سے ایواں سجا لو

سجا لو مگر رنگ و بُو وہ کہاں ہے
جو قدرت کے پھولوں سے خوشبو عیاں ہے

سُنو! طِفل عصمت کا قصّہ سُنائیں
یہ فرق امامت وہ شاہی دِکھائیں

سنا ہو گا تم نے تھا ماموںؔ خلیفہ
بڑی شان و شوکت بڑا با سلیقہ

مچی دھوم تھی اِک زمانہ میں اُسکی
نہ لے سکتا تھا کوئی مظلوم سسکی

وہ اِکدن بصد شان و با فوج و فرّا
بڑی تمکنت سے سواری میں گذرا

جمع راہ میں تھے کچھ اطفال آگے
سواری کو آتے جو دیکھا تو بھاگے

مگر ایک بچّہ نہ ٹھٹکا نہ جھجکا
ثباتِ قدم اِک قیامت تھا اِسکا

تھا حیران ماموںؔ، کہا نام کیا ہے؟
نہ ڈرنے کا سوچا بھی انجام کیا ہے؟

کہا آپ نے نام میرا تقیؑ ہے
رسولِ خدا جدّ ہیں۔ دادا علیؑ ہے

بڑی راہ تھی کیا ہوا، گر کھڑے ہیں
خدا کے سوا ہم کسی سے ڈرے ہیں

کہا گر یہ دعویٰ تمہارا بجا ہے — ذرا میری مٹھی میں بتلاؤ کیا ہے
جبینِ امامت پہ کچھ بل سا آیا — بہ اعجاز فی الفور اُس کو بتایا
شہنشاہِ دُنیا کے شہباز اُڑ کر — کبھی لایا کرتے ہیں مچھلی پکڑ کر
وہ ماہی کو مٹھی میں اپنی چھپا کر — غرورِ حکومت سے حق کو بھلا کر
لیا کرتے ہیں اِمتحانِ امامت — نہیں جانتے ہیں وہ شانِ اِمامت
وہ دیکھیں ہمیں انکی آنکھیں کہاں ہیں — چھپے میری مٹھی میں کون و مکاں ہیں
بتادوں کہے تو میں تیرا ٹھکانا — تجھے کل یہاں سے کہاں کو ہے جانا
ہماری ہے عالم پہ فرمانروائی — اِمامت کی ٹھوکر میں ہے بادشاہی
اُولوالامر وہ ہے اگر "امر" کردے — پلٹ کر ابھی تختِ شاہی کو رکھ دے
جبینِ حکومت پہ آیا پسینہ — ندامت میں ڈوبا تھا شاہی سفینہ
کبھی عفو جرأت کبھی عذرِ خواہی — قدم میں امامت کے رکھا تاجِ شاہی

یہ قِصّہ ہی دیتا ہے اخترؔ گواہی
اِمامت کہاں اور کہاں بادشاہی

مامون رشید، امام محمد تقی علیہ السّلام کا یہ اعجاز دیکھ کر حیران رہ گیا عظمتِ امام دِل میں گھر کرتی چلی گئی۔ عقیدت اور ارادت کے دریا میں طوفان آیا۔ اور یہ طے کیا کہ مجھ (امام) سے اپنی لڑکی کا عقد کر دے۔ تمام اراکینِ سلطنت اور خاندانِ عباسیہ کو جمع کیا اور کہا میں نے یہ طے کیا ہے کہ اُمّ الفضل کا عقد فرزندِ علی رضاؑ سے کر دوں۔ تم لوگوں کی کیا رائے ہے۔ سب لوگ یہ سن کر حیران رہ گئے۔ سرگوشیاں ہوئیں۔ مخالفتیں ہوئیں۔ اور متّفقہ سب نے مامون رشید سے کہا کہ امیر المومنین کو اختیار ہے مگر انکے باپ کو داماد بنا کر اور ولیعہد بنا کر سلطنت کو کیا فائدہ پہونچا جو اس کمسن بچّہ سے جو تعلیمیافتہ بھی نہیں، شاہزادی کا عقد کیا سمجھ کر کیا جا رہا ہے۔ اگر ایسا ہی ضروری ہے تو اِس بچّہ کی ابھی تعلیم و تربیت کا معقول انتظام کیا جائے اگر کسی قابل ہو جائے تو عقد

کے متعلق سوچا جائے۔ مامون رشید نے کہا کہ تم اس خاندان کی عظمت سے کیا ناواقف ہو؟ یہ صاحبزادے اس خاندان سے تعلق رکھتا ہے جس کو خدا نے علم و حکمت سے خود آراستہ کیا ہے یہ دیگر بچوں کی طرح نہیں کہ جس کو ناقص سے کامل بنایا جائے۔ اچھا اگر تمہیں اعتراض ہے تو بچہ موجود ہے تم اپنے جیّد علماء و فضلاء کو جمع کر لو اور علمی مقابلہ کراؤ اگر یہ کمسن بچہ جواب سے عاجز ہو گیا تو میں تمہاری بات مان لوں گا۔ یہ سن کر سب خوش ہو گئے۔ کہ کہاں یہ بچہ اور کہاں ہمارے سن رسیدہ علماء۔ غرضیکہ مباحثہ کے لئے دن اور وقت مُعیّن ہوا۔ اور تاریخ مقرّرہ پر بہت سے علماء و فضلاء مشائخ دستار بند گلے میں زرد رومال ڈالے دربارِ مامون میں جمع ہو گئے۔ اور درباری مشہور و معروف عالم سلطان العلماء یحییٰ بن اکثم بھی تجدیدِ وضو کر کے علمی مقابلہ کیواسطے تیار ہوا کہ اتنے کمسن امام محمد تقیؑ آ گئے۔ علماء دیکھ کر مسکرائے۔ اتنے میں مامون رشید نے باحترام امامؑ کو اپنے پہلو میں جگہ دی۔ مباحثہ کا آغاز ہوا۔ قاضی القضات یحییٰ بن اکثم نے خلیفہ سے اجازت چاہی۔ مامون رشید نے اجازت دیدی۔ قاضی یحییٰ نے امامؑ سے سوال کیا۔ اگر کوئی شخص "حالتِ احرام" میں کسی جانور کا شکار کرے تو رسول اللہ کا اس پر کیا حکم ہے؟ امامؑ نے فرمایا یہ سوال ابھی نامکمل ہے اس کے ساتھ یہ بھی بتلاؤ کہ وہ شکاری "حِل" میں تھا یا "حرم" میں۔ اگر حرم میں تھا تو کیا حکمِ شرع سے واقف تھا یا ناواقف۔ جان کر مارا تھا یا بھولے سے۔ وہ آزاد تھا یا غلام۔ بالغ تھا یا نابالغ پہلی غلطی تھی یا دوسری۔ شکار پرندہ تھا یا پرندہ نہ تھا۔ چھوٹا تھا یا بڑا۔ اپنی غلطی پر اصرار ہے یا کئے پر شرمسار ہے۔ رات کو شکار کیا تھا دن میں۔ احرام حج تھا یا احرام عمرہ؟ قاضی یحییٰ کو یہ سُن کر پسینہ آ گیا۔ سامعین حیران رہ گئے۔ قاضی یحییٰ کی خمیدہ گردن مباحثہ کے نتیجہ کا اعلان کر رہی تھی۔ پھر بھی امام محمد تقی علیہ السّلام نے فرمایا۔

اسکی بہت صورتیں ہو سکتی ہیں۔ اور ہر صورت کیلئے اسکا کفّارہ یہ اور یہ ہے۔

"مُحرم جس وقت "حِلّ" میں شکار کرے اور وہ شکار پرندہ ہو اور بڑا بھی ہو تو اس کا کفّارہ ایک گوسفند ہے۔ اور اگر اس قسم کا شکار "حرم" میں ہوا ہو تو اس کا کفّارہ دو گوسفند ہے۔

اگر چرند میں سے کسی کو "بصورت حمل" شکار کیا ہو تو اُس کے عوض میں ایک دُنبہ جو اپنی ماں کا دُودھ چھوڑ چکا ہو کفّارہ میں دینا ہو گا۔ اگر وہ شکار ہرن ہے تو اُس کے بدلے میں ایک بکری کفّارہ میں دینی ہو گی۔ اور یہ تمام کفّارے تمام چرندوں کے متعلّق اُس وقت دینے ہوں گے جبکہ ان کا شکار "حِل" میں کیا گیا ہو اور اگر اِن کا شکار "حَرَم" میں کیا گیا ہو تو یہی کفّارے دُوچند ہو جائیں گے۔ اور جن جانوروں کو کفّارے میں دیا جائے گا۔ انھیں خود شکاری کو خانۂ کعبہ تک پہونچانا بھی ہو گا۔ اگر اُس شخص نے احرامِ حج باندھا ہے تو اِن جانوروں کو "مِنیٰ" میں۔ اور اگر عمرہ کا احرام باندھا ہو تو "مکّہ" میں قربانی کرنا ہو گا۔ اور اِن کفّارے والے میں عالم و جاہل دونوں برابر ہیں۔ عمداً شکار کرنے میں گنہگار ہے اور حالتِ سہو (بھولے) میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ مردِ آزاد پر کفّارہ بذمّہ خود ہے اور غلام کا کفّارہ آقا (مالک) پر واجب ہے۔ طفل پر کوئی کفّارہ نہیں ہے۔ بالغ پر واجب ہے۔ اور جو شخص اپنے شکار پر نادم ہو تو اُس سے عذابِ آخرت مُعاف ہو جائے گا۔ اور اگر اپنے فعل پر مُصر ہے تو اُس پر عذابِ آخرت کا اور اضافہ ہو جائے گا۔"

مامون رشید خوشی سے پھولا نہ سمایا اور علماء و سامعین کی طرف دیکھ کر کہا۔ کہو کیا سمجھے؟ یہ بچّہ علماء مشائخ سے بزرگ تر ہے یا نہیں۔ سب نے تائید کی۔ مامون رشید نے پھر اسی محفلِ مباحثہ کو محفلِ عروسی میں بدل دیا۔ علماء، فُضلاء اور حاضرین کو حکم ہوا کہ بغور سُنیں اور گواہ رہیں۔ مامون خلیفہ نے امام محمّد تقی علیہ السّلام سے کہا، فرزندِ رسُول! خطبہ اور صیغۂ نکاح پڑھیے۔ امام نے خطبۂ نکاح پڑھا حفّاظ اور قاریوں نے وجد کیا سامعین جھومے، قرآن نے لب ہائے امام چومے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ اِقۡرَارًا بِنِعۡمَتِہٖ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اِخۡلَاصًا لِوَحۡدَانِیَّتِہٖ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ سَیِّدِ الۡبَرِیَّۃِ وَالۡاَصۡفِیَاءِ مِنۡ عِتۡرَتِہٖ اَمَّا بَعۡدُ فَقَدۡ کَانَ مِنۡ فَضۡلِ اللّٰہِ عَنِ الۡاَنَامِ اَنۡ اَغۡنَاھُمۡ بِالۡحَلَالِ عَنِ الۡحَرَامِ فَقَالَ سُبۡحَانَہٗ وَاَنۡکِحُوا الۡاَیَامٰی مِنۡکُمۡ وَالصّٰلِحِیۡنَ مِنۡ عِبَادِکُمۡ وَاِمَآئِکُمۡ اِنۡ یَّکُوۡنُوۡا فُقَرَآءَ یُغۡنِھِمُ اللّٰہُ مِنۡ

فَضْلِہٖ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ (سورۂ النور۔ آیت نمبر ۳۲)

(ترجمہ) اللہ کی حمد و ثناء اس کی نعمتوں کا اقرار کرتے ہوئے اور اس کی وحدانیت کی پُر خلوص گواہی کہ اس معبود کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں اور محمد مصطفٰےؐ پر اللہ کی رحمت جو سردارِ مخلوقات ہیں اور ان کی اولاد معصومینؑ پر درود و سلام۔ اللہ کا یہ انعام ہے کہ اُس نے حلال کے ذریعہ حرام سے بے نیاز کر دیا۔ اور قرآن میں حکم دیا کہ اپنی قوم کی بے شوہر عورتوں، نیک غلاموں اور کنیزوں کا بھی نکاح کر دیا کرو۔ اگر یہ محتاج ہوں گے تو خدا اپنے فضل سے مالدار بنا دے گا اور اللہ بہت بڑا علیم ہے۔

پھر امامؑ نے فرمایا میں نے اپنی دادی (فاطمہؑ زہرا بنتِ محمد مصطفٰےؐ) کے "مہر" کے مطابق پانچسو درہم پر اُمّ الفضل بنتِ مامون رشید سے عقد کیا۔ مامون نے کہا میں نے مذکورہ "مہر" پر اپنی لڑکی کا نکاح وکالتاً منظور کیا، کیا آپؑ کو قبول ہے؟ امامؑ نے فرمایا "قَبِلْتُ"۔ میں نے قبول کیا۔ عقد ختم ہوا۔ مبارکباد کا شور آسمان تک پہونچا۔ مامون کی مسرّت کی انتہا نہ تھی جشنِ عروسی منایا گیا۔ اراکینِ سلطنت کرسیوں پر رونق افروز تھے۔ عطر اور خوشبوؤں کی کشتیاں چل رہی تھیں۔ علماء کی ڈاڑھیوں میں عطر لگایا جا رہا تھا۔ لذیذ مختلف قسم کی غذاؤں سے دسترخوان پُر تھا۔ انعام و اکرام کی بارشیں ہو رہی تھیں۔

مامون رشید نے بہت سے دستاویزیں جن میں، کسی میں آراضی۔ کسی میں باغ۔ کسی میں مکان کسی میں خطیر رقم تحریر تھیں) امام پر سے صدقہ اُتار کر پھینکیں۔ بڑے بڑے لوگ لینے کو دوڑ پڑے چھینا جھپٹی ہوئی۔ لوگ دولتمند ہو گئے۔ پھر خلیفہ مامون رشید نے باآواز بلند کہا خاموش! مجمع ساکت ہو گیا۔ پھر امامؑ کی طرف رُخ کیا۔ اور کہا آپؑ بھی قاضی یحییٰ سے اگر کوئی سوال کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔

امامؑ نے قاضی یحییٰ سے پوچھا، کیا یہ ممکن ہے کہ ایک عورت کسی مرد پر صبح سویرے حرام ہو۔ دوپہر کو حلال ہو جائے۔ زوال کے وقت پھر حرام ہو جائے۔ عصر کے وقت پھر حلال ہو جائے۔ غروب کے وقت پھر حرام ہو جائے۔ عشاء کے پھر حلال ہو جائے۔ نصف شب

میں پھر حرام ہو گئی۔ صبح کو پھر حلال ہو گئی۔"

یوں تو مسائل اور بھی پوچھے جا سکتے تھے مگر شادی کے موقع پر شادی کی مناسبت سے امام کی نظر نے اِسی مسئلہ کا انتخاب کیا۔ قاضی یحیٰی نے کھڑے ہو کر کہا اے فرزندِ رسول! اِس مسئلہ پر آپ ہی روشنی ڈالیں۔ امامؑ نے فرمایا سنو اور یاد رکھو۔

"ایک غیر شخص کی "کنیز" تھی۔ صبح کو اس کو دیکھنا حرام تھا۔ دِن چڑھے اُسکو خرید لیا حلال ہو گئی۔ ظہر کے وقت اس کو آزاد کر دیا حرام ہو گئی۔ عصر کے وقت اُس سے عقد کر لیا حلال ہو گئی۔ مغرب کے وقت "ظِہار" کیا حرام ہو گئی۔ عِشاء کے وقت "ظِہار" کا کفّارہ دیدیا حلال ہو گئی۔ نصفِ شب میں طلاقِ رجعی دیدی حرام ہو گئی۔ صبح کیوقت رجوع کر لیا حلال ہو گئی۔"

ہر طرف سے (یہ سُنکر) اَحسَنت، اَحسَنت کی صدائیں بلند ہوئیں۔ بعدِ عروسی امامؑ کا قیام بغداد میں رہا۔ مامون رشید نے بڑی کوشش کی کہ محل سرا میں قیام فرمائیں مگر آپؑ نے پسند نہ فرمایا اور بغداد میں ایک معمولی مکان میں سکونت اِختیار کی۔ لوگ مسائلِ فِقہ کے اِستفسار کو برابر آتے حتیٰ کہ قاضی یحیٰی بھی اکثر آتے۔

بعد شہادت امام محمّد تقی علیہ السّلام ایک عجیب و غریب واقعہ پیش آیا۔ کتاب کشف الغمہ اور منہج الدّعوات میں مذکور ہے کہ حکیمہ دخترِ امام رضا علیہ السّلام فرماتی ہیں کہ مَیں اپنے بھائی (امام محمّد تقیؑ) کی شہادت کے بعد اپنی بھاوج اُمّ الفضل سے ملنے گئی میں نے دیکھا کہ وہ مفارقتِ امام میں زار و قطار رو رہی ہیں۔ کچھ دیر کے بعد مجھ سے کہا، عمّہ گرامی میں آپ کو ایک واقعہ سُناؤں جو کبھی نہ سُنا ہو۔ مَیں نے کہا ضرور سُناؤ۔ کہنے لگیں ایک روز میں بیٹھی ہوئی تھی کہ ایک عورت نہایت خوبصورت اور خوش سلیقہ مجھ سے ملنے آئی۔ مَیں نے کہا آپ کون ہیں؟ کہا مَیں خاندانِ عمّار یاسر سے ہوں اور امام محمّد تقیؑ کی زوجہ ہوں۔ مَیں اُس کے سامنے تو خاموش رہی۔ مگر اس غم و غصّہ کو برداشت نہ کر سکی۔ نصف شب کے قریب مَیں روتی ہوئی باپ کے پاس پہونچی اور اُن سے شکایت کی کہ میرے شوہر (امام محمّد تقیؑ) نے اور شادی کر لی ہے۔ اور

جب میں نے کہا تو وہ مجھے اور آپ (باپ) کو برا بھلا کہتے ہیں۔ میرا باپ (مامون رشید)
اُس وقت شراب کے نشہ میں بیخود تھا غصہ میں فوراً تلوار کھینچ لی۔ کچھ خدّام کو ساتھ لئے
اور خانۂ امام محمدؑ تقی کیطرف چلدیا۔ گھر میں داخل ہوا دیکھا آپؑ سو رہے ہیں۔ فوراً تلوار سے پارہ
پارہ کر کے اُلٹے پاؤں واپس ہو گیا۔ میں بہت روئی پیٹی اور دلمیں کہا یہ میں نے اپنے
اُوپر کیا ظلم کیا۔ میں روتے روتے سو گئی۔ صبح کو یاسر خادم نے میرے باپ (مامون) سے
کہا کہ رات آپ سے ایک خلاف اُمید غلطی سرزد ہو گئی۔ مامون نے وضاحت چاہی۔ یاسر
نے کہا، رات آپ کی صاحبزادی (امّ الفضل) نے فرزندِ رسولؐ کی شکایت اس طور سے
آپ سے کی کہ بیحد غضب ناک ہو گئے۔ نوبت باین جا رسید کہ آپنے اُسی وقت غیظ و غضب
میں اُنکو قتل کر دیا۔ مامون یہ سُن کر خوب زار و قطار رویا، پھر یاسر کو خبر کے لئے بھیجا۔ یاسر
پہونچا تو کیا دیکھا کہ امامؑ وضو فرما رہے ہیں۔ جب بعد وضو میں نے بات کرنی چاہی کہ اِتنے میں امامؑ
نماز میں مصروف ہو گئے۔ میں نے فوراً یہ خبر مامون کو دی۔ مامون بیحد خوش ہوا اور شکرِ خدا
بجالایا۔ پھر بہت کچھ انعام یاسر خدّام کو دیا۔ اور بیسؔ ہزار دینار امامؑ کی خدمت میں بھیجے۔
یاسر نے لوٹ کر مامون سے بتلایا کہ امامؑ کے جسم پر ایک معمولی سی خراش تک نہیں ہے
یہ خبر سُن کر مامون رشید اور بھی خوش ہوا اور اپنی تلوار و گھوڑا امامؑ کو تحفہ کے طور پر پیش کیا۔
اس کے بعد مجھ (امّ الفضل) سے کہا کہ کبھی مجھ سے امامؑ کی شکایت نہ کرنا ورنہ تجھے زندہ
دفن کر دونگا۔ کیا تو یہ چاہتی ہے کہ جو چیز خدا نے اِن (امامؑ) کے لئے حلال اور جائز قرار
دی ہے میں اس کو حرام اور زنا جائز قرار دے دوں۔ پھر مامون رشید نے امام محمدؑ تقیؑ سے
معافی چاہی۔ امامؑ نے نصیحت کی کہ شراب نوشی ترک کر دے۔ چنانچہ اُس روز سے تائب ہو گیا۔

(مترجم:۔ شاید لوگوں کے دلمیں یہ خیال پیدا ہو کہ امام محمدؐ تقی علیہ السّلام کیلئے
ہی قدرت نے یہ معجزہ کیوں دِکھایا اور ائمہؑ بھی تو قتل و شہید ہوئے۔ وہاں یہ معجزہ نہ
دِکھلایا گیا۔ تو اگر ذرا عمیق نظر سے اس بات کو دیکھا جائے تو یہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔ اِس میں قدرت کا
بڑا راز تھا۔ یہ واقعہ اُس وقت کا ہے جبکہ امام علی نقیؑ ابن محمد تقیؑ دُنیا میں تشریف نہیں لائے
تھے پھر کس طرح ممکن تھا کہ بغیر نائب اور جانشین کے آئے ہوئے امامؑ کو قدرت اُٹھا لیتی۔)

امام محمد تقی علیہ السلام، مامون رشید کو ہموار کر کے عازم مدینہ ہوئے ام الفضل بھی ہمراہ تھیں۔ امامؑ اعجازِ امامت دکھاتے خشک درختوں کو بار آور بناتے مدینہ پہونچے۔ درس و تدریس کا سلسلہ شروع ہوا سیکڑوں شاگرد عالمِ جید بن کر نکلے ہر ایک نے متعدد کتابیں فقہ و حدیث کی تالیف کیں لوگ جوق در جوق حل مسائل کو آتے۔

ایک مرتبہ خلیفہ بیمار ہوا، اور منت مانی کہ بعدِ صحتیابی کثیر رقم فقراء میں تقسیم کروں گا۔ خدا نے صحت عطا کی تو خلیفہ نے سوچا مجھے کتنی رقم خیرات کرنی چاہیے۔ کثیر رقم سے کیا مطلب ہو سکتا ہے۔ علماء کو طلب کیا۔ کوئی اس مسئلہ کو نہ حل کر سکا۔ بالآخر امامؑ سے پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا اگر درم کی منت تھی تو اسی ۸۰ دراہم، اگر دینار کی منت تھی تو اسی ۸۰ دینار خیرات کر دیئے جائیں۔ علماء نے وضاحت چاہی۔ آپؑ نے فرمایا کہ خداوند عالم نے قرآن میں ارشاد فرمایا ہے :- لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ :- (سورۂ التوبہ آیت نمبر ۲۵) - ہم نے تمہاری کثیر خطرات میں مدد کی اور جن خطرات یعنی غزوات و سرایہ میں مدد کی گئی وہ اسی ۸۰ کی تعداد تھی۔ لہٰذا کثیر سے مراد اسی ۸۰ ہے ——!!

کتاب کشف الغمہ میں قاسم بن محسن سے روایت ہے کہ میں نے مکہ معظمہ و مدینۂ منورہ کے درمیان راہ میں ایک اعرابی کو دیکھا جو بھوکا اور پیاسہ تھا میں نے اُسے کچھ کھانے کو دیا اور سیراب کیا جب وہ چلا گیا تو ایک سخت آندھی آئی۔ اور میرے عمامے کو ہوا اُڑا کر لے گئی۔ مایوس ہو کر میں چل پڑا، غرضیکہ مدینہ پہونچ گیا۔ اور خدمتِ امامؑ میں حاضر ہوا۔ اس سے قبل کہ میں کچھ کہوں آپؑ نے فرمایا، قاسم تمہارا عمامہ ہوا میں اُڑ گیا ؟ میں نے کہا جی ہاں۔ امامؑ نے غلام سے اشارہ فرمایا کہ قاسم کا عمامہ لا کر دیدے۔ جب عمامہ سامنے آیا تو میں حیران رہ گیا۔ کہ یہ میرا عمامہ یہاں کیسے آگیا۔ پھر میں نے عرض کی، فرزندِ رسولؐ یہ عمامہ آپ کے پاس کہاں سے آیا ؟ فرمایا چونکہ تم نے فلاں مقام پر کسی بھوکے پیاسے کو شکم سیر کیا تھا۔ حق تعالیٰ نے بموجب :- اِنَّ اللهَ لَا يُضِيعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِينَ تیرا عمامہ تجھ تک پہونچا دیا۔ (سورۂ یوسف آیت نمبر ۵۶ -)

آپ کے جود و کرم بخشش و سخاوت کے بیشمار واقعات ہیں۔ ہم یہاں صرف ایک واقعہ نقل کر رہے ہیں۔ مدینہ میں کچھ کنیزیں آئی ہوئیں تھیں۔ مدینہ کا ایک سیّد، ایک کنیز کی طرف ملتفت تھا اور چاہتا تھا کہ اس کو خریدوں مگر قیمت نہ ہونے کی وجہ سے مجبور تھا۔ ایک روز امامؑ کی خدمت میں آیا۔ گریاں و نالاں اور کہا۔ فرزندِ رسولؐ! تنگ حالی سے تنگ آگیا ہوں۔ ایک کنیز میں خریدنا چاہتا تھا مگر مجبور ہوں میرے پاس قیمت خرید نہیں امامؑ نے سنا۔ سیّد سے کہا وہ کنیز معلوم ہے کہ کہاں ہے؟

اس نے معلوم کر کے بتلایا کہ اس کو کوئی شخص نامعلوم خرید کر لے گیا اور سیّد زار و قطار رویا امامؑ نے فرمایا آ، میرے ہمراہ اس برابر والے باغ کی سیر کو چلیں شاید تیرا غم غلط ہو جائے اور تجھے معلوم ہو جائے کہ اس کو کون خرید کر لے گیا ہے۔ آپ باغ میں داخل ہوئے سیر کرتے ہوئے خانۂ باغ میں داخل ہوئے جو فرش و فروش سے مزیّن تھا۔ اور وہاں ایک کنیز خوبرو اور خوش لباس ایک گوشہ میں بیٹھی ہوئی تھی سیّد نے اس کو دیکھ کر اپنی آنکھیں بند کر لیں امامؑ نے فرمایا کہ آنکھیں کھول دے تو اس کا محرم ہے اور وہ تیری محرم ہے جب اس نے غور سے دیکھا تو وہ وہی کنیز تھی جس کو وہ خریدنا چاہتا تھا۔ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ امامؑ نے فرمایا خدائے تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی نیک خواہشوں کو اپنے نیک بندوں کے ذریعہ پوری فرماتا ہے۔ اب یہ باغ۔ یہ گھر اور یہ کنیز یہ سب تیرا مال ہے۔ آرام کی زندگی بسر کر اور اس کا شکر ادا کر۔

آپؑ کے تبحرِ علمی کے لئے یہ واقعہ ہی کافی ہے جو کشف الغمہؒ اور فصول المہمہ میں مذکور ہے کہ علی بن ابراہیم نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ میں امامؑ کی خدمت میں حاضر تھا۔ اطراف نواحی کے بیشمار لوگ جمع تھے اور انھوں نے اس روز امامؑ سے تیس ہزار مسائل کے جواب پوچھے امامؑ نے ہر ایک کو جواب باصواب دے کر خوش و خرم رخصت کیا۔ اس وقت امام محمد تقیؑ کی عمر دس سال کی تھی۔

وہ نصوص جو آپ کی خلافت اور امامت کے بارے میں منقول ہیں۔ کتبِ اخبار و مناقب بالخصوص کشف الغمہؒ میں مذکور ہے کہ صفوان ابن یحییٰ نے کہا کہ میں حضرت امام

علی رضا علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے کہا فرزند رسُول میں نے جب بھی سوال کیا کہ آپ کے بعد ہمارا امام کون ہوگا آپؑ نے یہی فرمایا کہ خدا مجھے ایک پسر عطا فرمائے گا وہ تمہارا امام ہوگا۔ اب خدا کے فضل و کرم سے فرزند بھی عطا ہوا۔ اب فرمائیے کہ ہمارا امام کون ہوگا۔ آپ نے امام محمّد تقی کے شانہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا (حالانکہ آپ کی عمر ابھی تین سال کی تھی) یہ ہے تمہارا امام۔ میں نے کہا ہماری جان آپ پر فدا یہ تو ابھی تین ہی سال کے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا۔ عیسیٰؑ ان سے بھی عمر میں چھوٹے تھے کہ خداوند عالم نے ان کو خلائق پر اپنی حجّت قرار دیا۔ ہمارے چھوٹے بڑے میں کوئی فرق نہیں۔

نیز ابنِ ابی نصر بزنطی سے مروی ہے کہ نجاشی بادشاہ نے مجھ سے پوچھا کہ تمہارا امام کون ہے امام علی رضاؑ کے بعد۔ میں نے کیونکہ امام علی رضاؑ سے اس کے متعلق کوئی بات نہیں سنی تھی لہذا جواب نہیں دیا اور امام کی خدمت میں آکر نجاشی کا سوال دہرایا۔ امام نے فرمایا کہ امام میرے بعد میرا پسر ہے۔ پھر فرمایا کہ عجیب بات ہے کہ جس کے پسر نہ ہو وہ یہ جرأت کرے کہ میرا پسر امام ہے۔ اسوقت تک امام محمّد تقیؑ پیدا ہی نہ ہوئے تھے۔ بعد میں ولادت ہوئی۔

آپ کی نصوص میں بے شمار احادیث ہیں بہ نظرِ اختصار اسی پر اکتفا کی جا رہی ہے۔ حضرتؑ کو بغداد میں بلوا کر معتصم عبّاسی نے ۲۲۶ھ میں زہر سے شہید کرا دیا اور مقابر قریش میں ۲۸ محرّم یا روز سہ شنبہ ۲۵ ذی الحجّہ کو دفن ہوئے۔ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا زِیَارَتَہٗ۔

ذکرِ امام دہمؑ

اسمِ شریف علیؑ بن محمّد الجواد۔ والدہ گرامی سمانہ مغربیہ، القاب ہادی۔ متقی، مرتضیٰ۔ عالم و امین و طیّب، مشہور ترین القاب ہادی و نقی، کنیت ابوالحسن۔ گندمی رنگ۔ میانہ قد۔ انگشتری کا نقش (اَللّٰهُ رَبِّی عِصْمَتِی مِنْ خَلْقِہٖ) آپؑ کے

زمانہ کا شاعر عوفی - اور دیلمی - دربان عثمان ابنِ سعید تھا - آپؑ کے زمانہ کے خلفاءِ عباسی معتصم - واثق - متوکل - مستنصر - مستعین اور معتز تھے - ولادت مدینۂ طیبہ ماہ رجب ۲۱۴ھ عمرِ عزیز چالیس سال - زمانۂ امامت تینتیس سال - معتز کی زہر خورانی سے شہادت پائی - قبرِ مبارک سُر من رائے جو سامرہ کے نام سے مشہور ہے - اولاد میں چار پسر (ابو محمدؑ وصی و جانشین حضرتؑ - حسین - محمدؑ اور جعفر) دختر ایک (عائشہ) - آپ امام محمد تقیؑ کے بعد نصِ رسولؐ اور نصوصِ ائمہؑ سابقین کی بموجب امام خلق ہوئے -

فصول المہمہؒ اور کشف الغمہؒ میں مذکور ہے کہ جب امام محمدؑ تقیؑ کو معتصم عباسی نے مدینہ سے بُلایا - میں روانگی کے وقت امام کی خدمت میں حاضر تھا - میں نے امام سے دستِ بستہ عرض کی میں اس باغی ظالم کی طلب پر پریشان ہوں اگر خدانخواستہ کوئی واقعہ پیش آیا تو یہ فرمایئے کہ آپ کے بعد ہمارا امام کون ہوگا - فرمایا امرِ امامت میرے بعد میرے پسر علیؑ سے متعلق ہے اس بات کو احمد خادم خاص سلطنتِ عباسیہ نے بھی سُنا جب میں باہر آیا تو اس نے مجھ سے پوچھا کہ امامؑ نے تجھ سے کیا کہا، میں نے اُس سے چھپانا چاہا اس نے لفظ بہ لفظ قولِ امامؑ دُہرا دیا، میں نے کہا کہ تو نے فعلِ حرام کیا خدا نے فرمایا ہے (لَا تَجَسَّسُوا) - جب امام محمدؑ تقیؑ الجوادؑ نے دُنیا سے کوچ فرمایا اور رؤسائے شیعہ برائے تحقیق امامت جمع ہوئے تو میں نے قولِ امامؑ اور وہ سب واقعہ انکو سنایا اور احمد کو بلوا کر اس سے بھی گواہی دِلوائی حتیٰ کہ سب لوگ مطمئن ہو گئے اور سب نے امام علی نقیؑ کو اپنا امام قبول کر لیا - آپؑ کے مناقب اور معجزات اس کثرت سے ہیں جنکا بیان اس مختصر ترجمہ میں دشوار ہے - ہم کشف الغمہؒ اور فصول المہمہؒ سے کچھ باتیں نقل کر رہے ہیں -

کتب مذکورہ میں مذکور ہے کہ آپ ایک روز سامرہ سے ایک قریہ کی جانب تشریف لے جا رہے تھے کہ ایک اعرابی راہ میں ملا، بڑے ادب سے سلام کیا اور رو کر کہنے لگا مولا میں آپ کے خادموں اور غلاموں میں سے ہوں اور میرے اوپر ایک کثیر رقم قرض ہے - نہیں چاہتا کہ آپ کے آستانہ کے علاوہ کسی اور دروازہ پر جاؤں - آپؑ نے

اعرابی کو دوسرے روز طلب کر کے اس سے فرمایا کہ تیرا قرض، انشاء اللہ ادا ہو جائے گا۔ اگر تو جو کچھ میں کہوں اس کے خلاف نہ کرے۔ اعرابی نے کہا مولا بھلا غلام کی کیا مجال کہ میں آپ کے خلاف حکم کوئی کام کروں۔ امام نے اس کو ایک کاغذ اپنی مہر لگا کر دیا کہ اتنا روپیہ کا میں اس اعرابی کا قرضدار ہوں۔ اور اعرابی سے کہا فلاں وقت تو میرے پاس آنا کچھ لوگ میرے پاس بیٹھے ہوں گے تو ان کے سامنے اپنے روپیوں کا تقاضہ کرنا اور سخت سے سخت الفاظ میں تقاضہ کر میری طرف سے تو معاف ہے۔ آپ جب وقتِ معینہ پر باہر تشریف لائے تو کچھ لوگ آپ کی مزاج پرسی کو آئے ہوئے تھے اعرابی نے اگر سخت تقاضہ کیا۔ امامؑ، گردن جھکائے خاموش بیٹھے رہے۔ پاس بیٹھنے والوں نے اعرابی کو تسلی و تشفی دی اور یہ خبر اسی روز خلیفہ تک پہونچی اس نے متاثر ہو کر تیس ہزار درہم امامؑ کی خدمت میں بھجوائے۔ امام نے اعرابی کو بلوا کر کل رقم اس کے حوالہ فرمائی اور فرمایا جو کچھ باقی بچے وہ اپنے اہل و عیال کے خرچ میں لائے۔ اعرابی نے کہا کہ مولا اس رقم کا ایک ثلث میرے لئے کافی ہے اور مزید رقم لے کر میں کیا کروں گا۔ امام نے فرمایا یہ سب تیرا مال ہے اس خدا کا شکر جس نے مجھے تجھ سے شرمندہ نہ ہونے دیا۔

مذکورہ دونوں کتابوں میں مذکور ہے کہ خیران اسباطی سے روایت ہے کہ میں مدینہ میں امام کی خدمت میں حاضر ہوا، مجھ سے فرمایا کیا تو عراق سے آرہا ہے۔ میں نے کہا ہاں۔ فرمایا واثق کا کیا حال ہے۔ میں نے کہا زندہ و سلامت ہے۔ پھر فرمایا، متوکل کا کیا حال ہے۔ میں نے کہا وہ قید خانہ میں بڑی تکلیفوں میں مبتلا ہے۔ پھر سوال کیا زیادت کو کس حال میں چھوڑا۔ میں نے کہا اسی کا حکم ہے۔ اسی کی حکومت عراق پر ہے۔ امام کچھ دیر خاموش رہے اور فرمایا۔ جو خدا چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ اے خیران! واثق فوت ہو گیا اور ابن زیادت مار ڈالا گیا۔ اور متوکل کو بادشاہ بنا دیا گیا۔ میں نے کہا فرزندِ رسول! یہ کب ہوا۔ فرمایا تیرے روانہ ہونے کے بعد اس کے دو چار روز بعد عراق سے جو خبر آئی وہی تھی جو امامؑ نے فرمایا تھا۔

نیز کتبِ مذکورہ میں تحریر ہے کہ متوکل کے حلق میں ایک دبل (پھوڑا) نکل آیا تھا۔

بڑے علاج معالجے ہوئے مگر افاقہ نہ ہوا۔ مایوسی بڑھتی چلی گئی۔ متوکل کی ماں کو اُلفتِ مادری نے تڑپا دیا اور اس نے منّت مانی کہ اگر متوکل کو شفا ہو تو میں ایک کثیر رقم امام علی نقی کی خدمت میں بھیجوں گی۔ معالج اور اطبّاء جمع تھے اور حیران تھے کہ فتح ابنِ خاقان (وزیرِ متوکل) نے کہا کہ ابوالحسن علی ابنِ محمّد سے معلوم کیا جائے شاید وہ کوئی دوا بتلا سکیں۔ چنانچہ امامؑ کی خدمت میں کسی کو بھیجا گیا۔ آپؑ نے حال سنکر فرمایا۔ بکرے کی مینگنیاں گلاب کے عرق میں حل کر کے "دمل" پر لگائیں۔ خدائے تعالیٰ شفا عطا فرمائے گا۔ جب قاصد نے واپس آکر امامؑ کا فرمودہ یہ نسخہ بتلایا سب کے سب ہنسے مگر خبر دار ان نے کہا کہ کیا قباحت ہے۔ اگر یہ عمل کر لیا جائے اور مفید نہیں تو نقصان دہ بھی نہیں ہے۔ چنانچہ جیسا امامؑ نے فرمایا تھا اس پر عمل کیا گیا۔ لگاتے ہی متوکل سو گیا۔ کچھ دیر بعد "دمل" ٹوٹ گیا مواد بکثرت خارج ہوا اور چند روز بعد متوکل بالکل صحّت یاب ہو گیا۔ ماں نے خبر صحّت سُن کر دو ہزار دینار کی ایک تھیلی اپنی مُہر لگا کر امامؑ کی خدمت میں بھیجی۔ کچھ عرصہ بعد دشمنانِ اہلبیتؑ نے متوکل سے کہا کہ یہ رافضیوں کا امام، مال اور اسلحہ جمع کر رہا ہے۔ اور خروج کا مصمّم ارادہ ہے۔ متوکل خائف ہوا اور اپنے خادم سعید کو حکم دیا کہ شب میں پُشت خانہ سے امامؑ کے گھر میں داخل ہو اور جو کچھ گھر میں موجود ہو وہ سب لا کر میرے سامنے پیش کرے۔ چنانچہ سعید گیا۔ نردبان کے ذریعہ پشت خانہ سے چھت پر پہونچا۔ اُترنے کا راستہ نظر نہ آیا۔ ایک آواز آئی "سعید صبر کر میں شمع بھجوا رہا ہوں تاکہ اُترنے میں آسانی ہو جائے" سعید چھت سے نیچے آیا دیکھا امامؑ چٹائی پر رُو بقبلہ مشغولِ عبادت ہیں امامؑ نے فرمایا، سعید شمع لے کر ہر گوشہ اور کونے میں تلاش جاری رکھ۔ سعید نے بڑی کوشش کے بعد ایک طاقچہ سے ایک تھیلی سر بمہر اُٹھائی، اور لے گیا۔ متوکل سے کہا کہ میں نے کوئی جگہ ایسی نہیں چھوڑی جہاں تلاشی نہ لی ہو مگر اس تھیلی کے سوا اس گھر میں اور کچھ نہیں ملا۔ متوکل اس تھیلی کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ کیونکہ اس تھیلی پر ماں کی مُہر تھی۔ متوکل اپنی ماں کے پاس گیا اور اس سے اس راز کو معلوم کرنا چاہا، ماں نے کہا، میں نے تیری بیماری سے پریشان ہو کر یہ منّت مانی تھی کہ اگر تجھے خدا شفا عطا فرمائے تو میں اتنی رقم امام علی نقی کی خدمت میں بھجواؤں۔

متوکل نے وہ تھیلی امام کو واپس بھجوا دی۔ اور سعید سے کہا کہ کہنا ایک غلط خبر کی وجہ سے ایسی گستاخی ہوئی معاف فرمایئے۔ امام نے الفاظ عذر خواہی سن کر فرمایا۔ وسیعلم الّذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ط

امام، مدینہ میں ہدایت کا آفتاب بن کر تشنگانِ ہدایت کو صراطِ مستقیم دکھاتے رہے۔ متوکل کو خبریں پہونچیں کہ امام کے معتقدین کی جماعت بڑھتی جا رہی ہے دیرینہ دشمنی میں اُبال آیا۔ بغض عداوت بھڑکی، امام کو سامرہ بلا بھیجا اور سامرہ میں آپ کو بغرض توہین و اہانت (خانہ الصّفالیک) میں ٹھہرایا گیا جو غرباء اور فقراء کے ٹھہرنے کی جگہ تھی۔ ایک محبِ اہلبیتؑ آپ سے ملنے آیا اور مقام (قیامگاہ) کو دیکھ کر رو دیا۔ امامؑ نے رونے کا سبب پوچھا۔ کہا فرزند رسولؐ! یہ بھیک مانگنے والوں کے ٹھہرنے کی جگہ ہے۔ جہاں ظالم نے آپ کو ٹھہرایا ہے۔ امامؑ نے فرمایا اس میں بھی ذلّت نہیں۔ فقراء کی ہم نشینی ہماری عزّت ہے۔ مگر تمہیں معلوم ہے میں کہاں ہوں۔ دیکھو یہ مقام کیا ہے۔ اس نے اب جو دیکھا، ایک سر سبز و شاداب باغ جنّت الفردوس ہے۔ ہرے بھرے درخت میوے سے لدے ہوئے ہر طرف حور و غلماں خدمت کو کمر بستہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔

نیز ایّوب ابنِ نوح سے روایت ہے کہ میں نے امامؑ کی خدمت میں خط لکھ کر درخواست کی کہ زمانہ ولادت قریب ہے دعا فرمایئے کہ خدا مجھے لڑکا کرامت فرمائے جواب آیا کہ لڑکے کا نام محمدؐ رکھ۔ چنانچہ لڑکا پیدا ہوا اور اس کا نام میں نے محمدؐ رکھا۔

نیز علی بن حجال سے روایت ہے کہ میرا باپ بیمار تھا اور میرے پیر میں سخت درد تھا۔ میں نے امامؑ کو لکھا کہ میں پیر کے درد کی وجہ سے حاضری سے معذور ہوں دعا فرمایئے کہ یہ تکلیف دفع ہو۔ اور میں زیارت سے مشرّف ہو سکوں۔ لیکن باپ کی بیماری کو لکھنا بھول گیا۔ جواب آیا کہ خدا نے تیرے باپ اور تجھے دونوں کو شفا بخشی۔

نیز ابو ہاشم جعفری سے روایت ہے کہ میں مدینہ میں آپ کے ساتھ جا رہا تھا۔ کہ راستہ میں ایک ترک سوار ملا جب وہ قریب آیا تو آپ نے اس سے کچھ کہا وہ اپنے گھوڑے سے کود کر آپ کے قدموں کو چومنے لگا۔ اور مجھ سے اس نے پوچھا کہ یہ شخص

کیا پیغمبر ہے؟ میں نے کہا نہیں بلکہ اولادِ پیغمبر۔ مگر تجھے کیا ہوا جو تو اس قدر تعظیم و تکریم سے قدموں کو چوم رہا ہے اس نے کہا ترکستان میں بچپن میں مجھے ایک روز ایک نام لے کر میری ماں نے پکارا تھا اس شخص نے وہی نام لے کر مجھے پکارا۔ حالانکہ سوائے میرے اس نام سے کوئی واقف نہیں۔

نیز فریقین سے یہ معتبر روایت ہے کہ اصفہان میں ایک شخص سے جو امام سے عقیدت اور محبّت رکھتا تھا کسی اصفہانی نے سوال کیا کہ اے عبدالرحمٰن تو امام علیؑ نقی سے اس قدر محبّت کیوں کرتا ہے۔ اس نے کہا کہ میں ایک روز خانۂ متوکّل کے قریب تھا کہ میں نے دیکھا کہ ایک نورانی صورت گھوڑے پر سوار دربار کی طرف جا رہا ہے میں نے لوگوں سے پوچھا یہ کون ہے لوگوں نے کہا یہ سیّد علوی ہے۔ رافضی ان کو اپنا امام کہتے ہیں اور خلیفہ نے ان کو قتل کرنے کیلئے بلایا ہے۔ مجھے رحم آیا اور نورانی صورت کی محبّت میرے دِل میں جوش زن ہوئی میں نے خدا سے دُعا کی معبودا! شرِ متوکّل سے اس بندہ کو نجات دے۔ جب سواری ان کی میرے قریب آئی تو میرا نام لے کر فرمایا تیری دُعا بارگاہِ اقدس میں قبول ہوئی تیری عمر دراز ہو مال و اولاد سے بہرہ مند ہو۔ میں یہ سُن کر کانپ گیا، لوگوں نے پوچھا یہ تجھے کیا ہوا مگر میں نے مخفی رکھا۔ امامؑ بخیریت متوکّل کے پاس سے واپس ہوئے۔ اور کچھ ہی عرصہ کے بعد خدا نے مجھے دولتِ مال و اولاد سے مالا مال کر دیا۔

نیز ہبہ ابنِ منصور موصلی سے روایت ہے کہ شہر ربیعہ میں ایک نصرانی تھا، یوسف ابنِ یعقوب میرے والد کا بڑا دوست تھا ایک روز ہمارے گھر آیا اور ایک واقعہ بیان کیا۔ کہ متوکّل خلیفہ نے مجھے بلوایا اور خیال تھا کہ میں زندہ واپس آ سکوں میں نے علی نقیؑ ابنِ محمّد تقیؑ کے حالات سنے تھے، سوچا کہ ان کو سو دینار بطورِ نذر پیش کروں اور دعا کی درخواست کروں چنانچہ ایفائے نذر کو میں نے ان کے گھر کی تلاش کی۔ نہ مِلا اور میں کسی سے نشان خانہ پوچھنا بھی خوف سے نہ چاہتا تھا۔ آخر مجبور ہو کر میں نے گھوڑے کی لجام اس کی گردن پر ڈال دی۔ خدا کی شان کہ گھوڑے نے ایک دروازہ کے

سامنے قیام کیا میں نے ہر چند چاہا کہ گھوڑے کو آگے لے جاؤں لیکن وہ نہ چلا ایک شخص سے میں نے پوچھا یہ کس کا مکان ہے معلوم ہوا امام علیؑ نقیؑ کا، میں حیران رہ گیا اتنے میں ایک غلام آیا اور مجھ سے کہا کہ یوسف بن یعقوب آپ ہیں میں اور حیران ہوا کہ میرا اور میرے باپ کا نام اس کو کیسے معلوم ہوا خادم پھر آیا اور مجھ سے کہا جو سو دینار لائے ہو وہ دے دو میں بحید حیران ہوا اور وہ دینار اس کو دے دیئے پھر اس نے آکر کہا امام آپ کو بلاتے ہیں۔ اندر گیا فرمایا کہ ابن یعقوب ہمارے متعلق تم اب مطمئن ہو۔ میں نے کہا بے شک اب کسی دلیل کی ضرورت نہیں رہی امام نے فرمایا افسوس تم مسلمان نہیں ہو سکتے تمہاری قسمت میں اسلام نہیں البتہ تمہارا لڑکا ہمارا محبّ اور مومن ہوگا اے یوسف! لوگوں کا گمان ہے کہ ہماری دوستی کوئی فائدہ بخش نہیں حالانکہ ہماری دوستی نافع ترین چیز ہے۔ جاؤ شرِ متوکّل سے بھی محفوظ رہو گے چنانچہ متوکّل کے پاس سے میں بخیر و عافیت واپس آیا۔ ہبۃ اللہ کہتا ہے کہ میں نے اس کے پسر کو دیکھا جو اعتقاد و محبّت میں شیعوں سے بھی پیش پیش تھا مجھسے اس نے کہا کہ میرا باپ عیسائی تھا اور میں بحمد اللہ مومن ہوں۔

ایک بڑا مشہور واقعہ ہے جس کو ہر طبقہ کے مؤرخ نے بڑے وثوق سے تحریر کیا ہے کہ متوکّل کے دربار میں ایک بڑا ماہر بے بدل ہندی شعبدہ باز آیا جس کے محیّر العقول شعبدے دیکھ کر متوکّل حیران رہ گیا اور کہنے لگا کہ میں ایک شخص کو کھانے پر بلاتا ہوں۔ تو اپنے کمالِ فن سے اس کو بھرے مجمع میں اگر شرمسار کر دے تو انعامِ وافر کا مستحق ہوگا۔ اس نے وعدہ کیا۔ امامؑ کو متوکّل نے بلایا۔ دسترخوان بچھا چند، نان اس پر رکھے گئے شعبدہ باز کو امامؑ کے پہلو میں بٹھایا گیا۔ امامؑ سے کہا کھانا حاضر ہے کھائیے۔ امامؑ نے "نان" کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ شعبدہ باز نے اپنا فن دکھایا وہ "نان" ہوا میں اڑ گیا۔ امامؑ نے دوسری "نان" کی طرف ہاتھ بڑھایا وہ بھی ہوا میں پرواز کر گیا۔ جب تیسری مرتبہ بھی یہی واقعہ پیش آیا۔ تو حاضرین نے قہقہہ لگایا۔ امامؑ نے شعبدہ باز کی طرف قاہرانہ انداز سے دیکھا۔ پردہ پر ایک تصویر شیر کی بنی ہوئی تھی پھر اس تصویر کی طرف دیکھ کر کہا "خذہ"۔ اس شعبدہ باز کو نگل جا۔ پردے کا شیر جاندار ہو کر بڑھا اور شعبدہ باز کو نگل گیا حاضرین اور متوکّل کے اوسان خطا ہو گئے

امامؑ نے شیر کو واپسی کا حکم دیا پھر پردہ کا شیر بن گیا جب متوکل ہوش میں آیا تو امامؑ سے درخواست کی کہ اس شعبدہ باز نے واقعی خطا کی جس کی سزا پائی یہ کیونکہ ہندی ہے میں چاہتا ہوں کہ آپ اس کو واپس کرا دیں، امامؑ نے فرمایا اگر موسٰیؑ کے اژدہے نے جادوگروں کے سانپوں کو واپس کر دیا ہوتا تو میں بھی کرا دیتا اور یہ فرما کر دربار سے اٹھ کر چلے آئے۔ متوکل نے امامؑ کو بڑا مرعوب کرنا چاہا مگر دین و دنیا کا شہنشاہ کائنات کا حکمراں دنیائے فانی کے فانی شاہوں سے کیا مرعوب ہوتا۔ تدبیریں بڑی ہوئیں۔ ایک روز متوکل کا حکم ہوا کہ میرا تمام لشکر میدان میں آکر سلامی پیش کرے اور ایک ایک توبرہ مٹّی ہر سپاہی لا کر میدان میں جمع کرے نوّے ہزار سپاہیوں کے ایک ایک توبرہ مٹّی نے ایک پہاڑ بنا دیا۔ متوکل نے اس پر چڑھ کر امامؑ کو بلایا اور کہا آپ نے ایسا باعظمت اور باشوکت لشکر دیکھا ہے امامؑ نے فرمایا تو دیکھنا چاہتا ہے۔ دیکھ وہ سامنے ہمارا لشکر ہے جو سلامی ہمیں پیش کر رہا ہے متوکل نے سامنے دیکھا مابین زمین و آسمان از مشرق تا مغرب مسلح سوار زرق برق وردیاں پہنے حکم امامؑ کے منتظر ہیں یہ دیکھ کر گھبرا گیا اور بجائے اس کے کہ امامؑ کا احترام اس کے دل میں زیادہ ہوتا اس خیال سے کہ یہ تو مجھ پر جس وقت چاہیں گے غلبہ حاصل کر لیں گے۔ دشمنی اور بڑھ گئی۔ (کشف الغمّہ و کتاب طبری)

انہی دونوں مذکورہ کتابوں میں ابو سعید سہل ابن زیاد سے روایت ہے کہ ابو العباس احمد بن اسرائیل نے کہا کہ مستنصر کا کاتب تھا مستنصر کے ہمراہ میں متوکل کے پاس گیا۔ دیکھا تخت پر بیٹھا ہے اور اس قدر غصّہ ہے کہ ہماری طرف متوجّہ تک نہیں ہوتا اور نہ بیٹھنے کو کہتا ہے اور فتح ابن خاقان سے بار بار کہہ رہا ہے کہ یہ ہیں وہ باتیں جو اس کے بارے میں کہی جاتی ہیں میں اس کو کسی حال بغیر قتل کئے نہ چھوڑوں گا۔ فتح ابن خاقان بار بار کہتا تھا کہ سب کچھ ان پر افترا اور بہتان ہے مگر اس کا غصّہ کم نہ ہوتا تھا۔ اس نے جلّادوں کو حکم دیا کہ جس شخص کو میں بلا رہا ہوں اس کو دیکھتے ہی پارہ پارہ کر کے جلا دو۔ اور اس کا مطلب امام علی نقیؑ سے تھا جب آپ داخل ہوئے تو نہایت مطمئن اور بشّاش تھے چہرہ سے کوئی آثار پریشانی نمودار نہ تھے اور دونوں ہونٹ حرکت کر رہے تھے جب

متوکل نے حضرت کو آتے ہوئے دیکھا تو تخت سے کود کر بھاگا اور قدموں میں جا پڑا۔ ہاتھ پکڑ کر بار بار کہتا تھا۔ یا سیدی۔ یا ابن رسول اللہ۔ یا مولای۔ حضرت اس کو نصیحت فرماتے تھے کہ ایسا نہ کر۔ ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا کہ اس وقت بے وقت آپ نے کیوں زحمت فرمائی۔ آپ نے کہا تیرے پیغامبر نے مجھے یہاں آنے پر مجبور کیا۔ کہنے لگا اس مادر بخطا نے آپ سے غلط کہا۔ فرزند رسول آپ بخوشی و بہ آرام تشریف لے جائیے۔ اراکین کو حکم دیا کہ امام کو پہنچا کر آئیں۔ امام اس طرف سے گذرے جس طرف جلاد قتل کے لئے تیار تھے۔ جلاد سجدہ میں گر گئے بعد کو لوگوں نے پوچھا کہ تم سجدہ میں کیوں گرے تو انھوں نے بیان کیا کہ ان کے ارد گرد تقریباً سو تلواریں ان کی حفاظت میں بے نیام تھیں۔ جب فتح ابن خاقان امام کو پہونچا کر واپس آیا تو متوکل نے اس سے کہا کہ تو سچا تھا تیری سچائی ظاہر ہو گئی۔

نیز محمد ابن فرح سے روایت ہے کہ امام نے اس سے فرمایا کہ تجھے اگر کسی مسئلہ کے جواب کی ضرورت پیش آئے تو اس مسئلہ کو لکھ کر اپنے مصلے کے نیچے رکھ لے بعد نماز اس کو دیکھ جواب اس پر لکھا ہوگا چنانچہ بارہا میں نے ایسا کیا اور اپنے سوال کا جواب پایا۔

ابن سکیت سے روایت ہے کہ متوکل نے مجھ سے کہا کہ دربار عام میں تو امام علی نقی سے کوئی ایسا سوال کر جس کا جواب وہ نہ دے سکیں اور شرمندہ ہوں۔ چنانچہ دربار عام میں جب سب لوگ جمع تھے میں نے امام سے کہا کیا اجازت ہے میں آپ سے کوئی سوال کروں آپ سمجھ گئے فرمایا ضرور سوال کرو۔ میں نے کہا کہ حق تعالیٰ نے موسیٰ کو معجزہ عصا اور ید بیضا دیا اور عیسیٰ کو معجزہ احیائے اموات، اس کی کیا وجہ ہے۔ امامؑ نے فرمایا، موسیٰ کے زمانے میں سحر (جادو) مقام عروج پر تھا۔ ساحروں کو ذلیل کرنے کے لئے خدا نے موسیٰ کو معجزہ سحر عطا فرمایا۔ عیسیٰ کے زمانے میں طب مقام عروج پر تھی۔ ان باکمال اطباء پر غالب آنے کے لئے قدرت نے عیسیٰ کو معجزہ احیائے اموات عطا کیا۔ ہمارے پیغمبرؐ کے زمانے میں فصاحت و بلاغت کا عرب میں ڈنکا بج رہا تھا لہٰذا سب سے فصیح و بلیغ چیز قدرت نے قرآن عطا فرمایا جس کے سب سے چھوٹے سورہ کا جواب بھی فصحائے عرب نہ لا سکے۔ متوکل نے امام کی فتح کا اندازہ لگایا اور اپنے دربار کے قاضی القضات یحییٰ

بن اکثم سے کہا کہ وہ مشکل ترین سوالات لکھ کر بھیجے چنانچہ بھیجے گئے امام نے ہر سوال کا جواب دیا جس کو درباری قاضی دیکھ کر حیران رہ گیا۔ وہ سوال وجواب کتاب مناہج میں تحریر ہیں۔ امامؑ دس سال اور چند ماہ سامرہ میں رہے اور ماہ رجب میں ۲۵۴ھ میں سامرہ میں مدفون ہوئے۔ معتز نے خائف ہو کر کہ کہیں امام خروج نہ فرما ئیں زہر سے شہید کرادیا۔ اللّٰہم ارزقنا زیارتہ۔

ذکرِ امام یازدہمؑ

اسمِ شریف، حسن بن علی بن محمدؑ بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب صلواۃ اللہ علیہم اجمعین۔ مادرِ گرامی اُمِّ ولد سوسن نام۔ آپؑ کا لقب عسکری۔ سراج۔ کنیت ابو محمدؑ۔ آپ کے والد اور جدّ بزرگوار آپ کو بچپن میں ابنِ رضا کہا کرتے تھے۔ گندمی رنگ۔ انگشتری کا نقش (سبحان اللہ من لہ مقالید السموات والارض) شہنشاہِ عباسیہ (معتز۔ مہتدی۔ معتمدؔ) دربانِ حضرتؑ (عثمان بن سعید) شاعر ابنِ رومی۔ آپؑ کا مولد مدینہ طیبہ۔ تاریخِ ولادت ۲۳ ربیع الآخر ۲۳۲ھ۔ تاریخ وفات روز جمعہ ماہ ربیع الآخر ۲۶۰ھ۔ مدفن مبارک سامرہ (پدر بزرگوار کے پہلو میں) عمرِ عزیز اٹھائیس سال۔ زمانۂ امامت چھ سال معتمد عباسی کے زہر سے شہادت واقع ہوئی۔ آپؑ کی اولاد میں جو آپکے بعد باقی رہی۔ قائم آلِ محمدؑ جنکو خوفِ اعداء سے مخفی رکھا گیا۔ آپ کے مناقب وفضائل بے شمار ہیں۔ اگرچہ آپ کے علوِ درجات کے لئے صرف یہی کافی ہے کہ آپ قائم آلِ محمدؑ امامِ زمانہ کے پدر بزرگوار ہیں۔ آپؑ کی امامت پر نصوص بے شمار ہیں۔ رسُول خدا۔ امیر المومنینؑ۔ فاطمۃ الزہراء صلواۃ اللہ علیہا کے علاوہ جملہ ائمۂ طاہرینؑ نے آپ کی خلافت اور امامت کی خبر دی ہے۔

یحییٰ بن یسار رغیری سے کشف الغمہ میں روایت ہے کہ ابوالحسن علی بن محمدؑ نے رحلت سے چار ماہ قبل فرمایا کہ میرے بعد میرا فرزند حسن امام ہوگا۔

نیز علی بن عمرو بن نوفل سے روایت ہے کہ میں امامؑ کے پاس کھڑا تھا کہ ایک لڑکا اس طرف سے گذرا، میں نے امامؑ سے عرض کی کہ آپؑ کے بعد ہمارا امام کون ہے۔ آپؑ نے فرمایا یہ لڑکا جس کا نام حسن ہے۔

عبداللہ بن محمد اصفہانی سے روایت ہے کہ امام علیؑ نقی نے مجھ سے فرمایا تمہارا امام، بعد میرے وہ شخص ہوگا جو مجھ پر نماز پڑھے۔ میں نے امام حسنؑ عسکری کو کبھی نہیں دیکھا تھا۔ بعد انتقالِ امام میں نے امام حسنؑ عسکری کو دیکھا کہ آئے اور اپنے پدر بزرگوار کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور میں سمجھ گیا کہ ہمارے امام اب امام حسنؑ عسکری ہیں۔

کشف الغمہ میں ابوہاشم جعفری سے روایت ہے کہ میں ایک روز جبکہ امام علیؑ نقی کا بڑا فرزند یحییٰ اس دارِ فانی سے کوچ کر گیا۔ امام سے ملنے گیا جب میری نظر امام کے فرزند حسن عسکری پر پڑی تو میں نے دل میں سوچا کہ یہ قصہ بھی امام جعفر صادقؑ کے فرزند اسمٰعیل اور موسیٰؑ کاظم جیسا ہے کہ اسمٰعیل آپ کی زندگی میں فوت ہوئے۔ اور دوسرے فرزند موسیٰؑ کاظم امام ہوئے۔ میں دل میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ امام نے میری طرف بغور دیکھا اور فرمایا جعفری تمہارا خیال بالکل بجا ہے، میرے بعد یہ میرا فرزند حسنؑ عسکری میرا جانشین اور نائب ہے۔ آپؑ کی امامت کے نصوص بے شمار ہیں۔ ہم اسی پر اکتفا کر کے چند معجزات کا ذکر کرنا چاہتے ہیں۔

کشف الغمہ، فصول المہمہ اور مناہج وغیرہ میں مذکور ہے کہ حسن ابنِ ظریف نے کہا کہ میں تب ربع (بخار) میں مبتلا تھا۔ تکلیف سے بے چین ہو کر امامؑ کی خدمت میں پہنچا اور یہ سوچتا ہوا گیا کہ امامؑ سے یہ بھی سوال کروں گا۔ کہ جب قائمِ آلِ محمدؐ کی حکومت داؤد علیہ السّلام کی جیسی ہوگی اور اے حسن ابن ظریف تو کچھ اپنے بخار کے متعلق بھی کہنا چاہتا ہے۔ میں نے کہا فرزندِ رسولؐ میں بڑی تکلیف میں ہوں۔ فرمایا، کاغذ پر لکھو (یَا نَارُ کُونِی بَرْداً وَّ سَلاَماً عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ [۱]) اور سر پر باندھ لو۔ میں نے ایسا ہی کیا اور بخار جاتا رہا۔ پھر جس کو میں نے یہ دعا بتلائی اس کو شفا حاصل ہوئی۔

---

[۱] الانبیاء آیت نمبر ۶۹۔

کشف الغمہ۔ فصول المہمہ اور خرائج وغیرہ میں محمد بن علی بن ابراہیم بن موسیٰ ابن جعفر سے روایت ہے کہ ایک زمانہ میں میں بہت پریشان حال تھا۔ میں نے اپنے والد سے کہا کہ کرم و سخاوت میں ابو محمدؑ سے بڑھ کر اور کون ہے۔ ان کی خدمت میں چلیں۔ شاید ہمارے درد کا مداوا ہو جائے۔ راستہ میں والد نے کہا کہ مجھے پانچسو درم کی اس وقت سخت ضرورت ہے میں نے کہا مجھے تو صرف تین سو درم ہی کافی ہوں گے۔ اگر امامؑ نے عطا کر دیئے تو بڑا کرم ہو گا۔ ہم دونوں امامؑ کی خدمت میں پہونچے۔ آپؑ نے فرمایا کہ اتنے طویل عرصہ نہ آنیکا کیا باعث تھا میں نے معذرت چاہی اور سوچا اس وقت اظہار ضرورت کر کے اس ملاقات کو غرض سے آلودہ کرنا مناسب نہیں چنانچہ اپنی ضرورت ظاہر کئے بغیر ہم دونوں اٹھ آئے ابھی دروازہ تک نہ پہونچے تھے کہ خادم نے آکر ایک تھیلی مجھے اور ایک میرے باپ کو دی کہ امامؑ نے فرمایا ہے اس کو اپنی ضرورت میں کام میں لاؤ۔ ہم نے اسکو کھولکر دیکھا تو پانچسو درم میرے باپ کی تھیلی میں اور تین سو درم میری تھیلی میں تھے۔

نیز مذکورہ کتب میں اسمٰعیل بن محمدؒ سے روایت ہے کہ میں جا رہا تھا کہ راستہ میں امام حسنؑ عسکری سے ملاقات ہوئی۔ میں نے سلام کیا اور عرض کیا کہ فرزند رسولؐ میں ناداری اور افلاس سے سخت تنگ آگیا۔ بخدا صبح و شام یہ تنگی مجھے گھلائے دے رہی ہے۔ آپؑ نے فرمایا دو سو دینار تو نے فلاں مقام پر دفن کر دیئے ہیں۔ اور میرے سامنے جھوٹی قسم کھا رہا ہے اور واقعی میرے پاس دو سو درم مدفون تھے پھر آپؑ نے فرمایا کہ یہ میں نے اس لئے تجھ سے نہیں کہا کہ میں تجھے کچھ نہ دوں بلکہ میری غرض یہ ہے کہ جھوٹ بولنے سے توبہ کر اور خادم سے کہا کہ وہ سو دینار جو تیرے پاس ہیں اس کو دے دے۔

کشف الغمہ و فصول المہمہ میں مذکور ہے اور مسلمہ فریقین ہے۔ احمد ابن حارث قزوینی سے روایت ہے کہ مستعین باللہ عباسی نے میرے باپ کو داروغہ اصطبل بنایا تھا۔ ایک خچر نہایت حسین جو قد و قامت۔ چال ڈھال۔ حسن و جمال میں اپنا جواب نہ رکھتا تھا۔ آیا اور میرے باپ نے خلیفہ کے روبرو پیش کیا۔ خلیفہ اس نادر تصویر

کو دیکھ کر بے حد خوش ہوا۔ مگر اس قدر شریر تھا کہ کسی کی مجال نہ تھی کہ اس کے لگام لگائے یا پشت پر زین کس سکے بڑی کوششیں کی گئیں مگر کامیابی نہ ہوئی۔ ایک روز مُستعین باللہ کے وزیر نے کہا کہ آپ کو اس عداوت کی وجہ سے جو امام حسن عسکری سے ہے میں آپکو ایک ترکیب بتلاتا ہوں کہ ان کو بُلوا کر کہیئے کہ اس خچر پر زین کس کر سوار ہو جایئے۔ ظاہر ہے کہ سوار نہ ہو سکیں گے اور اس ہلاکت میں تو بھی بدنام نہ ہو گا۔ مُستعین کو اس کی بات بہت پسند آئی۔ احمد کہتا ہے جب حضرتؑ آئے۔ خچر کو منگوایا گیا۔ میں بھی اپنے باپ کے ہمراہ تھا جب خچر صحن خانہ میں آیا۔ مستعین، امامؑ کی طرف متوجہ ہوا اور کہا یہ خچر کسی کو لگام لگانے اور زین کسنے نہیں دیتا۔ میری خواہش ہے کہ آپ اس پر سوار ہوں۔ آپؑ نے فرمایا لگام منگواؤ لگام آیا۔ آپؑ نے میرے باپ کی طرف اشارہ کیا، لگام چڑھاؤ۔ میرے باپ نے کہا حضرتؑ یہ تو مجھے قریب بھی نہیں آنے دیتا۔ خلیفہ نے امامؑ سے درخواست کی۔ امامؑ لگام لیکر بڑھے خچر نے دُور سے دیکھا اور گردن جھکا لی، آپؑ لگام چڑھا کر پھر اپنی جگہ آ بیٹھے۔ خلیفہ نے کہا زین بھی آپ ہی رکھ دیجئے۔ زین منگوائی گئی۔ امامؑ اُٹھے اور زین خچر کی پشت پر رکھ دی دیکھنے والوں نے دیکھا، خچر عرق میں غرق تھا۔ پسینہ کے قطرے ٹپک رہے تھے کہ بارش ہو رہی تھی، امامؑ پھر واپس ہوئے۔ خلیفہ کھڑا ہو گیا اور عرض کی، اب اس پر آپ سوار بھی ہو جائیے۔ امامؑ نے سوار ہو کر صحنِ دربار میں کئی چکر لگائے۔ واہ، واہ۔ مرحبا، مرحبا کا شور بلند ہوا خلیفہ نے پکار کر کہا، حضرتؑ! اب یہ آپ کی مِلکیت ہو گیا۔ لے جایئے۔ امامؑ نے میرے والد کی طرف اشارہ کیا کہ میرے گھر پہونچا دے۔ خانۂ امامؑ کی طرف وہ خچر اس طرح گیا، گویا وہیں کا پروردہ ہے۔

کتبِ فریقین میں مذکور ہے کہ جب معتمد عباسی خلیفہ ہوا۔ معاندین اور دشمنانِ آلِ رسولؐ نے "معتمد" سے امامؑ کی بڑی شکایات کیں اور بغاوت کے اِلزام لگائے آخر معتمد نے امامؑ کو قید کا حکم دے دیا، ابھی قید خانہ میں گئے ہوئے کچھ زیادہ عرصہ نہ گذرا تھا کہ سخت قحط پڑا۔ لوگ روتے تھے لیکن آسمان کا ایک آنسو زمین پر نہ گرتا تھا۔ معتمد نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ میدان میں جا کر "نمازِ استسقاء" بجالائیں مسلمان جمع ہو کر گئے۔ درباری اور

غیر درباری علماء ساتھ تھے۔" نمازِ استسقاء ہوئی۔ بارش کا ایک قطرہ زمین پر نہ آیا۔ دوسرے روز پھر گئے مگر بارش نہ ہوئی۔ تیسرے روز عیسائیوں کی جماعت میدان میں پہونچی۔ پادری آگے بڑھا آسمان کی طرف دُعا کو ہاتھ اُٹھائے ہی تھے کہ سیاہ بادل جھوم کر آیا۔ برسا اور ایسا برسا کہ جل تھل بھر گئے دوسرے روز پھر عیسائیوں کی جماعت گئی۔ پادری نے پھر ہاتھ آسمان کی طرف بلند کئے پھر موسلا دھار بارش شروع ہو گئی مسلمانوں نے دیکھا ہنگامہ برپا ہو گیا۔ سیکڑوں کے اعتقاد بگڑ گئے۔ معتمد خلیفہ ڈرا کہ اب سارے مسلمان عیسائی ہو جائیں گے، کیا ہو؟ دینی کشتی کے ناخدا امام حسنؑ عسکری کو بُلوایا۔ مگر مسلمانو! سُنو۔ امام کو حلّ مشکل کے لئے کہاں سے بُلوایا، قید خانہ سے۔ اور کہا فرزندِ رسُول آپ کے جد کی اُمّت گمراہ ہوا چاہتی ہے آپکو اپنے جدّ کی قسم، اُمّت کو گمراہی سے بچائیے۔ امامؑ تشریف لائے فرمایا پادری کو حکم دو کہ پھر میدان میں آئے۔ اور دُعا مانگے۔ پادری آیا اور پھر دُعا مانگی۔ بارش پھر شروع ہوئی۔ آپ نے بڑھ کر پادری کے ہاتھ پکڑ لئے انگلیوں کے درمیان سے کوئی چیز نکال کر اپنی جیب میں رکھ لی۔ اور پادری سے فرمایا، اب دُعا کرو۔ پادری نے دُعا کی اور آئے ہوئے بادل ہوا ہو گئے۔ امامؑ نے پھر وہ چیز اپنی جیب سے نکالکر معتمد خلیفہ کو دی اور خود میدان میں خالی ہاتھ تشریف لائے۔ دستِ دُعا بلند فرمائے طوفانی بارش شروع ہو گئی۔ سامرہ کی گلی کوچہ تالاب بن گئے لوگ قدموں پر گر پڑے فرزندِ رسُول بادلوں کو حکم دیجئے کہ اب نہ برسیں شہر برباد ہو جائے گا۔ امامؑ نے پھر دُعا کی، بارش ختم ہوئی۔ معتمد خلیفہ حیران تھا، پوچھا فرزندِ رسُول یہ کیا راز تھا۔ فرمایا کسی نبیؑ کی قبر سے اس پادری کو کوئی ہڈّی مل گئی تھی یہ جب اس کو ہاتھ میں لے کر زیرِ آسمان بلند کرتا تھا تو بارانِ رحمت کا نزول ہوتا تھا وہ ہڈّی میں نے اس کے ہاتھ میں سے لیکر تمہیں دے دی ہے۔ جس سے پادری اب مجبور ہو گیا۔ معتمد خلیفہ بڑا احسان مند ہوا اور امامؑ کو قید خانہ سے رِہا کر کے گھر میں نظر بند کر دیا۔

ابو ہاشم جعفری سے روایت ہے کہ ایک روز میں امامؑ کی خدمت میں گیا راستہ میں خیال آیا کہ امامؑ سے آج ایک نگینہ کی درخواست کروں گا جس کی تبرکاً و تیمّناً

انگشتری بنوا کر پہنوں گا۔ جب امامؑ کی خدمت میں پہونچا باتوں میں ایسا مشغول ہوا کہ نگینہ مانگنا بھول گیا۔ وقتِ رخصت امامؑ نے انگشتری اپنے دستِ مبارک سے اتار کر مجھے دی۔ اور فرمایا تم نگینہ چاہتے تھے تو انگشتری ہی لے جاؤ چاندی اور بنوائی کی قیمت سے نجات پائی۔ مبارک ہو۔

نیز ابو ہاشم سے منقول ہے کہ میں ایک روز خدمتِ امامؑ میں حاضر تھا کہ ایک شخص "یمن" سے آیا۔ امامؑ کو سلام کیا اور میرے قریب بیٹھ گیا بڑا شکیل وجمیل تھا۔ میں اس فکر میں تھا کہ یہ شخص کون ہے کہ امامؑ میرے طرف متوجّہ ہوئے اور فرمایا میں بتلاتا ہوں کہ یہ کون ہے۔ یہ فرزند زادہ حبابہ والبیہ ہے اس کے پاس ایک پتّھر ہے جس پر میرے تمام آباؑ مُہر لگاتے آئے ہیں جو امامت کی ایک پہچان ہے۔ یہ وہ پتّھر لائے ہیں تاکہ مجھ سے بھی مُہر لگوائیں یہ کہہ کر حبابہ سے کہا کہ کہاں ہے وہ پتّھر؟ حبابہ نے پتّھر نکال کر دیا امامؑ نے اُسی پر مُہر لگا دی۔ اس شخص نے اُٹھتے وقت کہا:۔ رحمت اللہ علیکم اھلبیت اشھد انّ حقّک واجب کوجوب حق امیر المومنین :۔ اس شخص کا نام مہجع بن صلت بن عقبہ تھا جس کا ذکر اس سے قبل ہو چکا ہے۔

نیز، نصر خادم سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا کہ حضرت رومی۔ ترکی۔ ہندی۔ سقلابی جو بھی آتا ہے اُس کی زبان میں اُس سے باتیں کرتے ہیں میں سوچتا تھا کہ جو مدینہ میں پیدا ہوا ہو اور تا حیاتِ پدر کسی سے گفتگو نہ کی ہو اور کسی نے اس کو دیکھا بھی نہ ہو وہ اتنی زبانوں سے کیسے واقف ہو گیا کہ ہر شخص سے اس کی زبان میں گفتگو کرے۔ امامؑ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا۔ نصر (خادم)! حق تعالیٰ جس کو اپنی حجّت قرار دیتا ہے اُس کو ہر چیز کی معرفت بھی عطا فرماتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو پھر حجّت اور غیر حجّت میں فرق ہی کیا رہے گا۔ اس امر میں تعجّب نہ کر۔

عجیب روایات میں سے ایک روایت بشر ابن سُلیمان انصاری کی ہے بشر سے یہ مشہور روایت ہے کہ امام علی نقی علیہ السّلام نے مجھے بُلوایا اور فرمایا کہ اے بشر! کیونکہ تیرا تعلّق خانوادۂ انصار سے ہے جو ہمارے مخلص اور قدیمی دوستوں میں سے ہے لہٰذا میں

تیرے سپرد ایک خدمت کرتا ہوں جو تیرے لئے ہمیشہ باعثِ فخر رہے گی۔ یہ کہہ کر آپ نے ایک رُقعہ تحریر فرمایا اس پر اپنی مُہر لگائی اور دو سَو بیس دینار دے کر فرمایا بغداد فرات کے کنارے جاؤ کل صبح وہاں ایک کشتی آئے گی جس میں ایک بردہ فروش کنیزیں لائے گا تم ان بردہ فروشوں میں عمرو بن یزید کو تلاش کرنا۔ اس کے پاس بہت سے عرب خریدار جمع ہوں گے اور ایک کنیز کی خریداری کی خواہش کریں گے۔ کنیز کسی کو پسند نہ کرے گی۔ روپوش رہے گی اور نہ کسی سے بولنا پسند کرے گی۔ ایک شخص، بردہ فروش سے کہے گا کہ میں اس باعفّت کنیز کے تین سَو دینار دیتا ہوں مگر کنیز کہے گی بالفرض اگر ملکِ سُلیمان بھی کوئی رکھتا ہو تو میں اس کے پاس جانا پسند نہیں کرتی۔ بردہ فروش کہے گا کہ آخر مجھے تو فروخت کرنا ہے۔ کنیز کہے گی جلدی نہ کر خریدار پہونچنا ہی چاہتا ہے۔ اے بشر! پھر تو بردہ فروش سے کہنا کہ میرے پاس زبانِ رومی میں ایک اشرافِ عرب کا خط ہے اس کو تم کنیز کو دو۔ اگر وہ رضامند ہو جائے تو میں بطور وکیل قیمت ادا کروں گا۔

بشر حکم امامؑ سے روانہ ہوا اور وہ خط میں نے اس کو دیا۔ کنیز نے خط دیکھا چوما اور آنکھوں سے لگایا اور عمر بن یزید سے کہا مجھے اس کے ہاتھ فروخت کر دے چنانچہ بعد خریداری میں کنیز کو لے کر چلا وہ خط کو بار بار نکالتی، سر پر رکھتی۔ بوسہ دیتی۔ اور روتی تھی۔ میں نے کہا یہ عجیب بات ہے کہ تم نے ابھی اپنے خریدار کو نہیں دیکھا اور خط کا اس قدر احترام کر رہی ہو۔ کنیز نے کہا کہ ضعیف الاعتقاد تو اتنے قریب ہوتے ہوئے بھی اولادِ انبیاء کے مقام سے بے خبر ہے سُن اور ذرا غور سے سُن۔

"میں ملیکہ دخترِ یشوعا پسرِ قیصرِ روم ہوں، میری ماں حواریینِ عیسٰےؑ کی اولاد سے ہے اور ہمارا سلسلۂ نسب وصیِّ مسیح شمعون سے ملتا ہے۔ میرے دادا قیصر نے چاہا کہ میری شادی اپنے برادر زادہ سے کر دے۔ ارکانِ سلطنت اور عمائدینِ مملکت کو جمع کیا دربار سجایا گیا۔ زرق برق لباس پہنے خاص و عام ہزاروں کی تعداد میں جمع ہوئے ایک تخت خزانۂ شاہی سے زر و جواہرات کا منگوایا گیا چاروں طرف صلیب و انجیل کے پرچم لگے برادر زادہ اُس پر آن کر بیٹھا۔ پادری آگے بڑھا کہ ایک بار زلزلہ آیا قصر ہلا تخت کے پائے کانپے

اور برادر زادہ قیصر تخت سے بے ہوش ہو کر نیچے آ رہا۔ پادری نے ہاتھ جوڑ کر کہا شگون اچھے نہیں اس کام سے باز آئیے۔ میرا دادا قیصر روم نہ مانا اور پھر تخت وغیرہ کو درست کیا صلیب چاروں طرف لگائی گئیں برادر زادہ کو تخت پر بٹھایا پادری کو حکم ہوا کہ تخت پر جائے پھر زلزلہ آیا اور برادر زادہ معہ پادری زمین پر بے ہوش پڑے تھے۔ لوگ اپنے اپنے گھر چلے گئے میرا دادا قیصر غمناک و افسردہ واپس آیا میں نے اسی رات خواب میں دیکھا کہ مسیحؑ اور شمعون معہ حواریین اس کمرہ میں موجود ہیں کہ اتنے میں محمدؐ رسول اللہ معہ اپنے اوصیاء کے تشریف لائے اور مسیحؑ سے کہا کہ آپ سے ایک نیا رشتہ بھی قائم کروں یعنی شمعون ملیکہ کا رشتہ اپنے فرزند حسن عسکری سے کروں۔ حضرت مسیحؑ نے اپنے وصی شمعون کی طرف دیکھا شمعون نے کہا مجھے بخوشی منظور ہے۔ محمدؐ رسول اللہ نے خطبہ پڑھا اور میرا عقد حسن عسکری کے ساتھ ہو گیا۔ مسیحؑ اور حواریین مسیح کی شہادت ہوئی۔

میں جب خواب سے بیدار ہوئی، ڈری کہ اگر کسی سے کہوں گی تو ضرور قتل کر دی جاؤں گی لہٰذا پوشیدہ رکھا۔ اس غم میں آب و طعام سب تقریباً ترک ہو گیا۔ روز بروز لاغری اور ضعف بڑھتا رہا۔ باپ نے یہ سمجھ کر کہ یہ کوئی بیماری ہے روم کے مشہور اطبّا سے رجوع کیا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ آخر ناامید ہو کر مجھ سے ایک روز پوچھا کہ نورِ چشم کوئی آرزو ہو تو بیان کرو تاکہ میں پورا کروں۔ میں نے کہا ناامیدی بڑھتی جا رہی ہے اگر یہ قیدی جو مسلمان ہیں قید سے رہا کر دیے جائیں تو شاید یہ فعل مسیحؑ اور مادرِ مسیحؑ کو پسند آئے اور شاید شفا عطا ہو جائے باپ نے ایسا ہی کیا۔ میں نے تھوڑا کھانا شروع کر دیا جس کی وجہ سے رہا شدہ قیدیوں کی زیادہ خاطر و مدارات ہونے لگی کہ ایک روز میں نے پھر خواب میں دیکھا کہ فاطمہؑ بنتِ رسولؐ معہ مریم بنتِ عمران تشریف لائی ہیں۔ جنابِ مریم نے مجھ سے فرمایا کہ یہ ہیں سیّدہ زنانِ عالم تیرے شوہر کی والدہ۔ میں ان کے دامن سے چپٹ کر روئی۔ اور ابو محمدؑ کے نہ آنے کی میں نے اُن سے شکایت کی جناب فاطمہؑ نے مجھ سے کہا کہ تم چونکہ ابھی تک مذہب عیسائی پر ہو اس وجہ سے آنے میں رکاوٹ ہے۔ دینِ اسلام قبول کرو۔ مجھے کلمہ (لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ علیاً ولی اللہ) پڑھایا اور فرمایا اب ابو محمدؑ تمہارے پاس آئیں گے۔ یہ

کہہ کر مجھے سینے سے لگالیا۔ اس رات سے خواب میں ہر روز امامؑ کی زیارت ہوتی رہی۔

بشر نے کہا کہ تم پھر اسیر ہو کر یہاں کس طرح آگئیں۔ فرمایا میں نے ایک رات ابو محمدؑ کو خواب میں دیکھا کہ فرمار ہے ہیں۔ تیرا دادا قیصرِ روم مسلمانوں کے ملک پر حملہ کرنے والا ہے۔ تو بھی اپنے دادا کے ہمراہ چلی جا۔ میں نے ایسا ہی کیا اور ایک مقام پر مسلمانوں نے ہمیں گھیر لیا اور قید کر کے یہاں لے آئے۔ اور یہ راز سوائے تیرے کسی کو معلوم نہیں حتیٰ کہ بردہ فروش کو بھی نہیں معلوم۔ جب اس نے مجھ سے میرا نام دریافت کیا تو میں نے اس کو اپنا نام "نرجس" بتلایا۔ جب میں اور بشر دونوں امامؑ کی خدمت میں پہونچے تو امامؑ نے فرمایا تم عیسائی سے مسلمان کیسے ہوگئیں؟ ملیکہ مسکرائیں اور کہا آپؑ مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔ امامؑ نے فرمایا، تم کو بشارت ہو کہ تمہارے بطن سے ایک ایسا فرزند پیدا ہونے والا ہے جو دنیا پر از ظلم ہے۔ پر از عدل و داد کر دے گا۔ پھر امامؑ نے پیغمبرِ خداؐ کا خواب میں نکاح پڑھانا، جنابِ فاطمہؑ کا خواب میں آنا، یہ سب واقعات سنائے جس کی جنابِ نرجس تصدیق کرتی رہیں۔ پھر امام حسنؑ عسکری کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ان کو پہچانتی ہو؟ کہا کیوں نہیں یہ جس روز سے میں مسلمان ہوئی روزانہ تشریف خواب میں لاتے رہے ہیں۔ پھر امامؑ نے اپنی خواہر حکیمہ کو بلا کر فرمایا یہ ہے وہ خاتون جس کے متعلق میں نے تمہیں بتلایا تھا۔ یہ زوجۂ ابو محمدؐ اور والدۂ قائمِ آلِ محمدؐ ہے۔

(مترجم:۔ یہ مشہور واقعہ اگرچہ طویل تھا مگر صرف اس لئے پیش کیا گیا تاکہ دنیا جن معمولی گھرانے کی خواتین کو آسمانِ عظمت پر بٹھاتی ہے وہ سمجھ سکے کہ یہ ازواجِ ائمہ جو کنیز کہی جاتی ہیں کس خانوادۂ شاہی اور اقتدارِ لامتناہی کی مالک تھیں۔) ؎

کافی ہے بس یہ بات فضیلت کو آپکی ∴ یہ والدہ ہیں مہدیِ صاحبؑ زماں کی

المختصر:۔ امام حسنؑ عسکری کی زمانۂ امامت کی زندگی صرف چھ سال تھی جو کہ قید خانہ یا نظر بندی میں ختم ہوئے۔ مگر یہ وہ ذواتِ مقدسہ تھیں جو قید و بند میں بھی اپنے فرائضِ امامت کو نہ بھولے۔ دینِ اسلام کو پیغام رسانی، کلامِ خدا کی نگرانی اور حفاظت کا کام عالمِ مجبوری و معذوری میں بھی انجام دیا جاتا رہا۔ امام حسن عسکری علیہ السلام نظر بند تھے۔

اس زمانہ میں ایک دہریہ اسحاق کندی۔ قرآن مجید کےخلاف ایک کتاب لکھ رہا تھا جس میں آیاتِ قرآنی میں تناقص اور تضاد کو ثابت کرنا چاہتا تھا۔ امام باخبر تھے ایک روز اس کا ایک ذہین شاگرد خدمتِ امام میں آیا اور کلامِ امام سے بڑا متاثر ہوا۔ امام نے اس سے فرمایا تمہارا اُستاد یہ کام کیوں کر رہا ہے تم اس کو منع نہیں کرتے۔ اس نے کہا ہماری کیا مجال کہ اُستاد کے سامنے زبان کھولیں۔ آپ نے فرمایا اچھا ایک بات جو میں بتلاؤں وہ تو کہہ سکتے ہو۔ اُسنے کہا فرمایئے۔ آپ نے فرمایا کہ دیکھو کسی وقت موقع پاکر تم اس سے یہ کہو کہ یہ آیاتِ قرآنی میں جو تم تضاد ثابت کر رہے ہو۔ اگر کلام والا جس کا یہ کلام ہے تم سے اگر کہے کہ جو مطلب تم نے اس آیت سے اپنے ذہن میں پیدا کیا ہے میرا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے تو پھر تم کیا جواب دو گے اور تضاد کیسے ثابت کرو گے۔ اس نے کہا ہاں یہ میں کہہ سکتا ہوں چنانچہ اسحاق کندی ایک روز کتابت تناقص قرآن میں مصروف تھا کہ شاگرد نے کہا، اُستاد ایک بات میری سمجھ میں آئی ہے کہ اگر صاحبِ قرآن آپ سے یہ کہے جو مطلب تم نے آیت کا اپنے ذہن سے لیا ہے میرا یہ مطلب ہی نہیں بلکہ یہ ہے۔ تو پھر آپ کیا جواب دیں گے۔ اسحاق کندی نے بغور شاگرد کی بات سنی اور تادیر سر جھکائے بیٹھا رہا۔ شاگرد سے پوچھا۔ سچ بتلاؤ یہ بات تمہیں کس نے بتلائی ہے۔ شاگرد نے کہا، میری خود ہی سمجھ میں آئی تھی۔ اُستاد نے کہا ہرگز نہیں یہ تمہاری قابلیت سے بالاتر ہے اُستاد سے جھوٹ مت بولو۔ شاگرد نے گردن جھکا کر کہا ابو محمّد حسن عسکری نے یہ بات مجھ سے کہی تھی۔ اسحاق نے کہا ہاں اب سچ کہا یہ بات اُس گھرانے کے سوا اور کوئی بتلا ہی نہیں سکتا۔ فوراً آگ منگوائی جو کچھ لکھا تھا سب نذرِ آتش کر دیا۔ قرآن کے حقیقی محافظ امام نے قید میں بھی قرآن کی یوں حفاظت فرما کر ثابت کر دیا کہ ہمارا وجود اسلام کیلئے بڑی نعمت ہے۔ اس کے بعد ہمیں امام صاحب العصرؑ والزمان کا تذکرہ مقصود ہے جس کیلئے نہ قلم میں طاقت نہ زبان میں یارہ، لیکن صرف اس غرض سے کہ طالبانِ دیدار اور منتظرِ انوار کی کچھ تسلّی ہو سکے مختصراً تذکرہ کیا جا رہا ہے۔ ؎

دِکھائے ہیں جہاں اعجاز لاکھوں ⁂ وہاں اک معجزہ یہ بھی دِکھا دے
زمانہ کی ہوا احسان ہو گا! ⁂ ذرا بڑھ کر نقابِ رُخ ہٹا دے

ذکرِ امامِ دوازدہم

مسمی بہ اسم رسُول خدا - ومکنی بہ کنیت رسُول خدا - امام مہدی بن حسن بن علی بن محمّد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمّد بن علی بن الحسین بن علی بن ابیطالب علیہم السّلام
آپؑ کی والدہ گرامی کا نام مبارک نرجس - نام مادری ملیکہ بنت یشوعای بن قیصر مُلکِ روم تھا - عمر شریف وقت رحلتِ پدرِ بزرگوار پانچ سال، خدائے تعالیٰ نے آپ کو زمانۂ طفولیت ہی میں امامت عطا فرمائی جس طرح عیسیٰؑ کو زمانۂ طفولیت ہی میں پیغمبری عطا فرمائی تھی -
آپؑ کا نام اور کنیت وہی تھی جو رسُول خدا کی تھی - القاب حجۃؑ و مہدی - ہادی - خلفِ صالح - قائم منتظر - صاحب العصر - صاحب الزّمان اور سب سے زیادہ مشہور لقب "مہدیؑ" ہے
حُلیہ مبارک - خوش رُو خوش مُو - معتدل قامت - کشیدہ بینی - کشادہ پیشانی - آپکا دربان محمّد بن عثمان - آپ کے زمانہ کا بادشاہ معتمد - جائے ولادت سامرہ - تاریخ ولادت شب نیمۂ شعبان ۲۵۵ھ - حکیمہ خاتون دختر محمّد بن علی سے روایت ہے کہ ابو محمّد نے مجھے ۱۵ شعبان کی شب میں بلوایا اور فرمایا اے عمّہ آج شب آپ ہمارے ہمراہ افطار فرمائیں خدائے تعالیٰ اپنی ایک حجۃؑ کے ظہور سے آپکو شاد فرمائے گا - میں نے سوال کیا کہ اس حجۃِ خدا کا ظہور کس کنیز سے ہوگا، آپؑ نے فرمایا نرجس خاتون سے -
حالانکہ میں نے کسی کنیز میں آثارِ حمل نہیں پائے - میں اس رات وہیں مقیم رہی - نمازِ شب ادا کی - صبح ہوئی نمازِ فجر ہم دونوں نے پڑھی مگر کوئی آثارِ ولادت ظاہر نہ ہوئے کہ اتنے میں ابو محمّد کے کمرے سے آواز آئی - اے عمّہ شک نہ فرمائیں - انشاء اللہ عنقریب آپ مولود کو دیکھیں گی - میں نے نرجس خاتون سے کہا کیا آثار تم اپنے اندر پاتی ہو - کہا ہاں میری حالت کچھ متغیر ہے - یہ کہہ کر میرا ہاتھ پکڑ کر دبایا اور کلمہ شہادتین پڑھا - اسپر میں سورۂ قُل ہُو اللہ - آیۃ الکرسی - اور سورۂ انّا انزلنا پڑھ رہی تھی - اور عجیب بات یہ

تھی کہ جو کچھ میں پڑھتی جاتی تھی شکمِ مادر سے وہی بچہ کے پڑھنے کی آواز آرہی تھی کہ اتنے میں سارا گھر روشن اور منور ہو گیا حالانکہ وہاں کوئی چراغ روشن نہ تھا کہ اتنے میں ولادت ہوئی اور بچہ خدا سجدۂ خدا میں نظر آیا میں نے جلدی سے شانے پکڑ کر اٹھایا دیکھا کہ بچہ پاک و پاکیزہ ہے۔ اتنے میں ابو محمد کی آواز آئی کہ عمہ بچہ کو میرے پاس لاؤ۔ میں بچہ کو امام کی خدمت میں لے گئی۔ آپ نے آنکھوں کا بوسہ لیا۔ اور اپنی زبان، بچہ کے منھ میں دی۔ کان میں اذان کہی اور آغوش میں لے کر بچے کے سر پر ہاتھ پھیرا، فرمایا نورِ چشم کچھ باتیں کرو۔ بچہ بہ قدرتِ خدا گویا ہوا اور بہ زبان فصیح فرمایا۔ (اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰانِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ وَنُرِیْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَی الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِی الْاَرْضِ وَنَجْعَلَہُمْ اَئِمَّۃً وَّنَجْعَلَہُمُ الْوٰرِثِیْنَ ۝ (سورۂ القصص آیت ۵) اس کے بعد محمدؐ و آلِ محمدؐ پر نام بہ نام درود بھیجا۔ بعد ازاں میں نے دیکھا کہ کچھ پرند نورانی گرداگرد جمع ہوئے، امام نے ایک کو اشارہ فرمایا کہ لے جاؤ تا حکم خدا اس اپنی حفاظت میں رکھو میں نے امام سے سوال کیا کہ پرند کیسے تھے فرمایا یہ فرشتگان رحمت تھے اور جس سے میں نے خطاب کیا وہ جبرئیل امین تھے۔ اتنے میں بچہ پھر امام کی آغوش میں تھا اور مجھ سے فرمایا کہ اس کو اس کی ماں کو دے دو۔ جب میں نے بچہ کو اٹھایا تو دیکھا کہ بچہ کے داہنے شانے پر جلی حروف میں لکھا ہے۔ (جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا) — یسار سے روایت ہے کہ میں نے نسیم اور ماریہ دونوں سے سنا ہے کہ بچہ جب پیدا ہوا تو اٹھ کر بیٹھ گیا کلمۂ شہادتین پڑھا، چھینک لی اور الحمد للّٰہ ربّ العالمین کہا — نصر خادم سے روایت ہے کہ عین ولادت کے دو، تین روز بعد خدمت میں پہونچا دیکھا گہوارے میں لیٹے ہوئے ہیں۔ میں نے سلام کیا۔ فرمایا، نصر! صندلِ سرخ میرے واسطے لاؤ۔ جب میں (نصر) صندل سرخ لایا۔ تو مجھ سے فرمایا تو، مجھے پہچانتا ہے۔ میں نے کہا کیوں نہیں، آپ ہمارے سردار اور پسر سردار ہیں۔ فرمایا تو نے نہیں پہچانا۔ میں خاتم اوصیا ہوں اور میری وجہ سے خدائے تعالیٰ برطرف کریگا جملہ بلاؤں کو میرے خاندان اور میرے احباب سے۔

دلائل بر امامت آنحضرتؑ

آپ کی امامت پر بے شمار دلائل ہیں ہم بطور حجت چند دلائل بطریق اہلسنت تحریر کرتے ہیں۔ صاحبِ فصول المہمہ و صاحبِ کشف الغمہ، ابو داؤد سے جو اہلسنت کے معتبر راویوں میں سے ہیں۔ روایت کرتے ہیں کہ رسولِ خداؐ نے فرمایا۔ دُنیا ختم نہ ہوگی جب تک میرے اہلبیتؑ سے ایک شخص جس کا نام میرے نام پر ہوگا تمام عرب کا مالک نہ ہو جائے۔

نیز ابو داؤد نے اپنی کتاب سُنن میں امیر المومنینؑ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خداؐ نے کہ اگر باقی نہ رہا دُنیا کا مگر ایک روز تب بھی خدائے تعالیٰ میرے اہلبیتؑ میں سے ایک شخص کو پیدا کرے گا جو دُنیا کو جو ظلم و جور سے پُر ہوگی۔ عدل و انصاف سے پُر کر دے گا۔ یہی حدیث کتاب مناقب شافعی میں بھی مذکور ہے۔

فصول المہمہ میں حافظ ابو نعیم نے شانِ مہدیؑ میں چالیسؑ حدیثیں صحیح جمع کی ہیں۔ اور شیخ ابو عبداللہ محمدؐ بن یوسف گنجی شافعی نے ایک کتاب تصنیف کی ہے۔ جس کا نام "بیان" رکھا ہے۔ اور اس میں سوائے تذکرہ صاحب الزمانؑ کے اور کچھ نہیں ہے اس میں لکھا ہے کہ ابو داؤد ترمذی دونوں نے اپنی "سُنن" میں بسند صحیح اَبی سعید خدری سے روایت کی کہ میں نے خود رسول خدا سے سُنا ہے کہ مہدیؑ میرے اہلبیتؑ سے ہے جو کشادہ پیشانی اور کشیدہ بینی ہوگا۔ اور زمین کو جو ظلم سے پُر ہوگی۔ عدل سے پُر کر دے گا۔ اور اسی حدیث کو طبرانی نے معجمؐ میں نقل کیا ہے کہ یہ حدیث بالکل صحیح ہے۔

نیز ابو داؤد نے اُمِّ السّلمیٰ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول خدا

نے فرمایا کہ مہدیٔ موعود میری عترت اور اولادِ فاطمہؑ سے ہوگا۔ اور ہریرہ سے روایت ہے کہ میں نے رسولِ خدا سے سنا کہ قیامت اس وقت تک نہ آئے گی جب تک ایک شخص میرے اہلبیت میں سے قسطنطنیہ اور جبل الدّیلم کو فتح نہ کرلے۔

نیز امیر المومنین سے روایت ہے کہ فرمایا، رسولِ خدا نے کہ مہدی ہم میں سے اور ہمارے اہلبیت میں سے ہے اور خداوند عالم ایک شب میں اس کے تمام کاموں کو انجام دے دیگا۔

کشف الغمہ میں ابنِ عباس سے روایت ہے کہ میں نے رسولِ خدا سے سُنا کہ میرے اوصیاء اور خلفاء جو حجت خدا ہوں گے خلق پر وہ بارہ ہیں ان کا اوّل میرا بھائی اور آخران کا میرا فرزند ہوگا۔ ایک شخص نے سوال کیا یا رسول اللہ آپ کا بھائی کون ہے؟ اور آپ کا فرزند کون ہے؟ رسول خدا نے فرمایا میرا بھائی علیؑ ابن ابیطالب ہے اور فرزند میرا مہدی ہے جو آخر زمانہ میں ظہور کرے گا۔ اور زمین کو جو ظلم و جور سے پُر ہوگی، عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ اس خدا کی قسم جس نے رسالت عطا فرمائی اور مجھے بشیر و نذیر بنایا۔ اگر دنیا کا ایک روز بھی باقی رہ گیا تو خدا اس کو دراز تر فرما دیگا تاکہ میرے فرزند "مہدی" کا ظہور ہو اور عیسٰیؑ بن مریم کو آسمان سے نازل فرمائے گا۔ اور جو مہدی کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ مہدی کے وجود سے زمین تمام نورانی ہو جائیگی مشرق و مغرب میں اس کی حکومت ہوگی۔ شرک دُنیا سے معدوم ہو جائے گا۔

صاحب کشف الغمہ مفضّل بن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادقؑ سے سنا کہ جب قائم آلِ محمدؐ کا ظہور ہوگا تو اُن کے رُوئے مبارک سے زمین اس قدر روشن ہوگی کہ آفتاب کی روشنی کی ضرورت نہ رہے گی۔ خوشحالی عام ہوگی۔ اور لوگوں کی عمریں طویل تر ہو جائیں گی۔ یہاں تک کہ وہ ہزار فرزند اور فرزند زادوں کو دیکھے گا۔ زمین اپنے خزانے اُگل دے گی۔ ہر شخص عیش و آرام کی زندگی بسر کرے گا۔ اور زکوٰۃ لینے والے نہ ملیں گے۔

نیز ابی خدیجہ اور علی عقبہ دونوں سے روایت ہے کہ فرمایا امام جعفر صادقؑ

نے کہ جب ہمارے مہدیؑ کا ظہور ہوگا تو ہر مذہب و ملّتِ اسلام کی طرف مائل ہوگا اور دُنیا میں سوائے اِسلام کے اور کوئی مذہب نہ رہے گا۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَلَهُ أَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّإِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ[1]

ترجمہ:۔ آپ وجود کی برکت سے اسلام لے آئیں گے جو بھی آسمان اور زمین میں ہیں، بہ رغبت یا بہ جبر اور ہر چیز اسی طرف لوٹنے والی ہے۔ آپ حکم فرمائیں گے داؤدؑ اور اپنے جدؐ کے حکم کی طرح دنیا ارزانی و فراوانی اور خوشحالی سے مملو ہو جائے گی۔ اور فقیر اور محتاج زمین پر باقی نہ رہے گا۔ اور ہر شخص کہے گا ہمیں خدا نے بڑی دولت عطا کر دی ہے جو متّقین کے ذریعہ بخشی گئی ہے جیساکہ خدائے تعالیٰ نے فرمایا ہے (وَالْعَاقِبَةُ[2] لِلْمُتَّقِيْنَ) یعنی آخرین دولت، دولتِ متّقیان ہے۔

جابر بن عبداللہ انصاری سے منقول ہے کہ امام محمّد باقر علیہ السّلام نے فرمایا کہ جب قائم آلِ محمّدؐ کا ظہور ہوگا تو آپؑ لوگوں کو قرآن کی تعلیم فرمائیں گے نزولِ قرآن کے مطابق اور یہ لوگوں کے واسطے بڑا سخت وقت ہوگا کیونکہ وہ غلط تلاوت کے عادی ہو چکے تھے۔

نیز مفضّل بن عمر سے رَوایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادقؑ سے سُنا ہے کہ قائم آلِ محمّدؐ کا پشتِ کوفہ سے ظہور ہوگا آپ کے ہمراہ ستائیس ۲۷ آدمی ہوں گے۔ پندرہ ۱۵ قومِ موسیٰؑ سے جنھوں نے ہدایت یافتہ ہونے کی وجہ سے عدل و انصاف کے ساتھ حکمرانی کی۔ اور سات آدمی اصحابِ کہف سے۔ اور پانچ اُفراد یوشع بن نون۔ سلمان۔ مقداد۔ مالکِ اشتر اور ابو دجانہ انصاری۔

آپ داؤدؑ پیغمبر کی طرح حکومت فرمائیں گے۔ الہامِ الٰہی اور اپنے علم کیمطابق اَحکامات فرمائیں گے اور دوست و دشمن کو دیکھ کر پہچان جائیں گے جیساکہ خدا فرماتا ہے۔ (اِنَّ[3] فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ) اور چار مسجدیں کوفہ کی خراب کر دی جائیں گی اور

---

[1] سورۂ آلِ عمران آیت ۸۳۔ [2] سورۂ الاعراف آیت ۱۲۸۔ [3] سورۂ الحجر آیت ۷۵۔

ساری دُنیا کی مسجدوں کے کنگرے برطرف کر دیئے جائیں گے اور کوئی بدعت نہ رہے گی۔ اور قسطنطنیہ اور چین اور جبلِ دیلم مفتوح ہوگا اور سات سال آپ کا زمانہ حکومت ہوگا جسکا ہر سال دس سال کے برابر ہوگا۔

چہل حدیث علمائے اہلسنت

حافظ ابو نعیم واحمد بن عبد اللہ جو کہ اکابرِ علماءِ اہلسنت ہیں ان کی جمع کردہ چالیس احادیث دربارۂ مہدیٔ ہادی جو کہ کتاب فصول المہمہ اور کشف الغمہ وغیرہ میں موجود ہیں۔

ترجمہ حدیث اوّل :- ابو سعید خدری نے رسولِ خدا سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ مہدی میری اُمّت میں سے ہوگا اگر عمر کم بھی ہوئی تو سات یا آٹھ یا نو سال حکومت کرے گا اور اس زمانہ میں بدکاری کا نام ونشان نہ رہے گا۔ وقت پر بارشیں ہوں گی اور غلّہ وافر پیدا ہوگا۔

حدیث دوم :- بہ سند مذکور سرورِ کائینات نے فرمایا کہ ظلم وجور سے دُنیا بھر جائے گی کہ ایک شخص میری عترت میں سے ظاہر ہوگا اور دنیا کو عدل وراستی سے بھر دے گا۔ اور زمین پر حکومت کرے گا۔ ایک سال یا نو سال۔

حدیث سوم :- بہ سند مذکور سردارِ عالمیان نے فرمایا کہ قیامت نہ آئے گی اس وقت تک کہ ایک شخص میری اہلبیت سے زمین کو عدل وانصاف سے پُر نہ کر دے جو ظلم وجور سے پُر ہو چکی ہوگی۔ زمانۂ حکومت سات سال۔

حدیث چہارم :- زہری نے علیؑ بن الحسین سے روایت کی ہے کہ رسُولِ خدا نے فاطمہ علیہا السّلام سے فرمایا مہدی تمہارا فرزند ہوگا (المہدی من ولدکِ)۔

حدیث پنجم :- علی ابن ہلال نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ میں وقتِ رحلت خدمت رسُولِ خدا میں تھا میں نے دیکھا کہ دُخترِ رسُولِ خدا، فاطمہ علیہا السّلام بالین پدر بیٹھی ہوئی بلند آواز سے رو رہی ہیں۔ رسُولِ خدا نے سر اُٹھا کر فرمایا۔ پارۂ جگر کیوں رو رہی ہو۔ فاطمہ علیہا السّلام نے کہا بابا آپ کے بعد اپنی بربادی پر رو رہی ہوں کہ لوگ آپ کو بھول جائیں گے اور مجھ پر جور و ظلم کریں گے۔ رسُولِ خدا نے فرمایا اے فاطمہؑ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ حق تعالیٰ نے نگاہ کی زمین پر پہلی مرتبہ اور تیرے پدر کو چن لیا رسالت کے واسطے۔ پھر نظر فرمائی اور چن لیا تیرے شوہر کو اور وحی فرمائی کہ میں تیرا عقد اس سے کروں اے فاطمہؑ ہم اہلبیتؑ ہیں خدائے تعالیٰ نے ہمیں وہ خصلتیں عطا فرمائی ہیں جو ہم سے پہلے کسی کو عطا نہیں ہوئیں۔ اور نہ ہمارے بعد کسی کو عطا ہوں گی۔ مثلاً۔

پہلی خصلت یہ کہ مجھے خاتمِ نبوّت قرار دیا۔ میں افضلِ مخلوقات اور تیرا باپ ہوں۔

دوسری خصلت یہ کہ میرا وصی بہترین اوصیاء، دوست ترین خالق و مخلوق ہے اور وہ تیرا شوہر ہے۔

تیسری خصلت یہ کہ ہمارا شہید بہترین شہداء میں سے ہے اور وہ حمزہ بن مطّلب ہے جو تیرے باپ اور شوہر کا چچا ہے۔

چوتھی خصلت یہ کہ وہ ہم میں سے ہے جس کو خدا نے دو پر دیئے جس کے ذریعہ وہ ملائکہ کے ساتھ مصروفِ پرواز ہے۔ وہ میرے چچا کا پسر ہے اور تیرے شوہر کا بھائی۔

پانچویں خصلت یہ کہ دو نواسے جو دونوں تیرے پسر (حسنؑ اور حسینؑ) سردارِ جوانانِ جنّت ہیں ـــــ اے فاطمہؑ اے نورِ چشم من! قسم اس خدا کی جس نے مجھے مبعوث برسالت فرمایا کہ ان دونوں سے ہوگا اس امّت کا مہدی۔ جبکہ دُنیا فتنوں سے پر ہو جائے گی۔

ایک دوسرے کو لوٹ رہا ہوگا۔ بڑا چھوٹے پر رحم نہ کرے گا۔ چھوٹا بڑے کی تعظیم نہ کریگا اس وقت خدائے تعالیٰ بھیجے گا۔ اُس کو جو ایوانِ ضلالت کو منہدم اور آئینِ ہدایت کو مستحکم کرے گا۔ آخر زمانہ میں جس طرح میں نے آخر زمانہ میں آکر کیا تھا۔ اے فاطمہؑ رنجیدہ نہ ہو کہ خدائے بزرگ مجھ پر اور تجھ پر رحیم تر ہے اور مہربان تر ہے بوجہ اس قربت کے جو تجھ کو مجھ سے ہے اور اے فاطمہؑ خدائے تعالیٰ نے تزویج کیا تجھ کو اس کے ہمراہ جو نسب و حسب میں عزیز تر رعیّت پر رحیم تر احکامِ دین میں دانا تر اور حکم میں عادل تر ہے اور اے فاطمہؑ نورِ دیدہ پدر میں نے اپنے پروردگار سے درخواست کی ہے کہ تو مجھ سے ملحق ہونے والوں میں سب میں پہلی ہو میرے اہلبیت میں۔ چنانچہ بعد رحلتِ رسُولؐ فاطمہؑ پچھتّر روز بعد باپ کی آغوش میں جا پہونچیں۔

حدیث ششم:۔ حذیفہ سے خود روایت ہے کہ رسُولِ خدا نے ایک روز ہمارے سب کے روبرو آیندہ کے حالات پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ اگر دُنیا کی بقاء کا ایک روز بھی رہیگا تو خدائے تعالیٰ اُسے طویل تر فرمادے گا اور ظاہر فرمائے گا میرے ایک فرزند کو جو میرا ہمنام ہوگا یہ سن کر سلمان فارسی نے کھڑے ہو کر کہا، یا رسُول اللہؐ آپ کا وہ کون سا فرزند ہوگا۔ رسُولِ خدا نے فرمایا۔ من ولدی ھٰذا۔ اور دوشِ امام حسینؑ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔

حدیث ہفتم:۔ حذیفہ نے ابنِ عمر سے روایت کی ہے کہ رسُولِ خدا نے فرمایا کہ مہدیؑ ایک قریہ سے ظہور کرے گا۔ اس قریہ کا نام "کرعہ" ہوگا۔

حدیث ہشتم:۔ حذیفہ سے خود روایت ہے کہ رسُولِ خدا نے فرمایا مہدیِ موعود میرے فرزندوں میں سے ہوگا جسکا روشن اور نورانی چہرہ ستارہ کی مثل روشن ہوگا۔

حدیث نہم:۔ نیز حذیفہ سے روایت ہے کہ رسُولِ خدا نے فرمایا مہدیؑ موعود میرا فرزند ہوگا جس کا نورانی چہرہ عربوں جیسا اور

جسم اولادِ بنی اسرائیل جیسا اور داہنے رخسار پر ایک تل ستارہ کی مثل روشن ہوگا۔ اور زمین کو عدل و انصاف سے پُر کر دے گا۔ اور اہلِ زمین و آسمان اور ہر جاندار اسکی حکومت میں خوش و خرم ہوں گے۔

حدیث دہم[۱۰]:- ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ فرمایا رسولِ خدا نے مہدی میری اولاد سے ہوگا اور اس کی پیشانی نورانی اور بینی کشیدہ ہوگی۔

حدیث یازدہم[۱۱]:- ابو سعید مذکور سے مروی ہے کہ رسولِ خدا نے وصفِ مہدی میں فرمایا کہ مہدیِ موعود میرے اہلبیتؑ سے ہوگا اور اس کی بینی خوش اندام کشیدہ اور خوشنما ہوگی جو روئے زمین کو عدل و انصاف سے پر کر دے گا جبکہ وہ ظلم و جور سے پُر ہو چکی ہوگی۔

حدیث دوازدہم[۱۲]:- ابو امامہ باہلی سے روایت ہے کہ مَیں نے رسولِ خدا سے سُنا کہ تم میں اور اہلِ روم میں چار جنگیں اور چار صلحیں ہوں گی اور چوتھی ایک مردِ اہلِ ہرقلہ کے ذریعہ ہوگی۔ حاضرین میں سے ایک شخص جو قبیلہ عبدقیس کا تھا جس کا نام مستور بن عبدغیلان تھا۔ کھڑے ہو کر سوال کیا کہ یا رسول اللہ اس زمانہ میں لوگوں کا امام کون ہوگا۔ فرمایا امامِ خلق مہدی ہوگا میرے فرزندوں میں سے چالیس[۴۰] سال حکومت کرے گا۔ اور اس کا نورانی چہرہ ستارہ سے زیادہ روشن ہوگا۔ اور داہنی جانب ایک تل ہوگا۔ اور وہ کوفہ کے قریب ایک قریہ میں پوشیدہ ہوگا۔ بنی اسرائیل سے مشابہہ ہوگا اس کے زمانہ میں زمین خزانوں کو اُگل دے گی اور ممالک کفر و شرک مفتوح ہوں گے۔

حدیث سیزدہم[۱۳]:- راوی مذکور نے عبدالرحمن ابنِ عوف سے روایت کی ہے کہ رسولِ خدا نے فرمایا، مہدی میرا فرزند ہوگا۔ اس کی پیشانی کشادہ۔ دندانِ مبارک چھیدرے۔ دُنیا کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ مالِ دُنیا کی اس کی نظر میں کوئی قدر نہ ہوگی۔ ہر شخص کی ضرورتوں کو پورا کرے گا

کوئی کسی کا محتاج نہ رہے گا۔

حدیث چہاردہم[14] :- اُبوامامہ سے روایت ہے کہ ایک روز رسولِ خدا نے اپنے خطبہ میں دجّال کا تذکرہ فرمایا۔ اور فرمایا مدینہ کی کثافتیں اس طرح دور ہوں گی جس طرح بھٹّی لوہے کے زنگ کو دور کر دیتی ہے۔ اس دن کا نام "یوم خلاص" ہوگا۔ اُم شریک نے اُٹھ کر کہا یا رسول اللہ اس روز عرب کہاں ہوں گے اور ان کا کیا حال ہوگا۔ فرمایا عرب زیادہ تر بیت المقدس میں ہوں گے۔ اور امام خلق اس وقت میری ذریت میں سے مہدی ہوگا۔

حدیث پانزدہم[15] :- ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ رسولِ خدا نے فرمایا کہ میری اُمّت میں سے مہدی کا ظہور ہوگا۔ عیش و عشرت کی فراوانی ہوگی۔ چارپائے آرام سے زندگی بسر کریں گے۔ زمین خزانوں کو اُگل دے گی۔ صاحب الزمان مال و دولت سے لوگوں کو غنی کر دے گا۔ اور فقیر کا نام و نشان نہ رہے گا۔

حدیث شانزدہم[16] :- عبداللہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسولِ خدا نے، جب ظہورِ مہدی ہوگا تو سر پر ابر سایہ کئے ہوگا اور اس ابر میں سے ندا آئے گی کہ یہ مہدی خلیفہ حق تعالیٰ ہے اسکی فرمانبرداری کرو۔

حدیث ہفتدہم[17] :- عبداللہ مذکور سے روایت ہے کہ فرمایا رسولِ خدا نے، مہدی کا ظہور ہوگا اور ایک فرشتہ آواز دیگا کہ یہ مہدی ہے اس کی اطاعت کرو۔ یہ تمہارا راہبر اور رہنما ہے۔

حدیث ہیجدہم[18] :- ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ فرمایا میں تم کو بشارت دیتا ہوں، مہدی کی جو مبعوث ہوگا میری اُمت میں جبکہ اختلاف و شورش کے شعلے بلند ہوں۔ وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ ساکنانِ زمین و آسمان راضی و خوشنود ہو جائیں گے۔ مساوات کو قائم کرے گا۔ حق حقدار تک پہونچائے گا۔

حدیث نوزدھم[19]:- عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسُولِ خدا نے فرمایا قیامت اس وقت تک نہ آئے گی جب تک کہ ایک مرد میرے اہلبیتؑ سے میرا ہمنام نہ آجائے - اور مملو کردے زمین کو عدل وانصاف سے جس طرح مملو ہو چکی ہو ظلم و جور سے -

حدیث بستم[20]:- حذیفہ یمانی سے مروی ہے کہ رسُولِ خدا نے فرمایا اگر دُنیا ایک روز بھی باقی رہی تو بھی خدا بھیجے گا ایک شخص کو جو میرا ہمنام ہو گا - اُس کا خلق میرا جیسا ہو گا - اور کنیت عبداللہ ہو گی -

حدیث بست ویکم[21]:- ابنِ عمر سے روایت ہے کہ رسُولِ خدا نے فرمایا دُنیا ختم نہ ہو گی مگر یہ کہ خدا بھیجے گا ایک مرد کو میرے اہلبیت سے جس کا نام میرا نام ہو گا - اور باپ کا نام میرے باپ کا نام ہو گا - دُنیا کو عدل وانصاف سے پُر کردے گا -

حدیث بست ودوئم[22]:- ابوسعید خدری سے روایت ہے - کہ رسُولِ خدا سے مَیں نے سُنا، جب زمین ظلم و جور سے پُر ہو جائے گی تو میرے اہلبیت سے ایک مرد ظاہر ہو گا - جو زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا -

حدیث بست وسوئم[23]:- رزین بن عبداللہ سے روایت ہے کہ مَیں نے رسُولِ خدا سے سُنا، جب زمین ظلم و جور سے پُر ہو جائے گی تو ظاہر ہو گا ایک شخص میرے اہلِ بیت سے، جو میرا ہمنام ہو گا اس کا اخلاق میرا جیسا ہو گا - زمین کو عدل وانصاف سے پُر کردے گا -

حدیث بست وچہارم[24]:- ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ رسُولِ خدا نے فرمایا، میرے اہلِ بیت سے ایک شخص ظاہر ہو گا جس کا نام "مہدی" ہو گا - فتنوں کو فرو کرے گا - اتحاد کو قائم کریگا انعامات میں عدالت ہو گی -

حدیث بست وپنجم ۲۵ :-

ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسولِ خدا نے فرمایا کہ میرے اہلبیتؑ سے ایک شخص ظاہر ہو گا جو میری سنّت پر عمل کرے گا۔ اس پر خدا آسمان سے اپنی برکتیں نازل فرمائے گا۔ وہ زمین کو عدل و راستی سے بھر دے گا۔ اور حکومت کرے گا سات سال وہ سال جن کی صحیح مدّت اس کے واسطے مقرّر کی گئی ہے۔ اور بیت المقدّس میں ظہور ہو گا۔

حدیث بست وششم ۲۶ :-

ثوبان سے روایت ہے کہ رسولِ خدا نے فرمایا، جب دیکھو کہ سیاہ علَم اور جھنڈے خراسان کی طرف سے آرہے ہیں تو اُس طرف متوجّہ ہو جاؤ کیونکہ خلیفۂ خدا اِمہدیؑ ان کے ساتھ ہے۔

حدیث بست وہفتم ۲۷ :-

عبداللہ بن عبّاس سے روایت ہے کہ میں رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر تھا کچھ جوانانِ بنی ہاشم آئے۔ اور رسول کو چشم پُر آب دیکھ کر کہنے لگے یا رسول اللہ! آپ ہمیشہ گریاں کیوں رہتے ہیں۔ رسول خدا نے فرمایا، ہم اہلبیتؑ ہیں کہ خدا نے آخرت کے لئے منتخب فرمایا ہے اور ہمارے واَہلِ بیت کے لئے یہاں بہت سے آزار، مصائب اور تکالیف کا سامنا ہے یہاں تک کہ ایک قوم مشرق سے برآمد ہو گی جس کے ساتھ سیاہ علَم ہوں گے اور طالبِ حق ہونگے وہ جہاد کریں گے لیکن حق کو کوئی قبول نہ کرے گا تو خدا میرے اَہل سے ایک مرد کو بھیجے گا جس کے سپرد وہ اس کام کو کریں گے وہ اس زمین کو جو ظلم سے پُر ہو گی، عدل سے پُر کردے گا۔ پس جو بھی اس وقت موجود ہو اس کو چاہیئے کہ وہ اس قوم کا ساتھ دے۔ اگرچہ وہاں تک پہونچنا دشوار ہو پھر بھی سینہ اور زانو کے بل جائے اگرچہ راستہ برف سے مملو ہو۔

حدیث بست وہشتم ۲۸ :-

حذیفہ یمانی سے روایت ہے کہ میں نے رسولِ خدا سے سُنا ہے، اس اُمّت کے

جابر و ظالم بادشاہوں پر افسوس ہے کہ جو لوگ ان کی اطاعت نہ کریں گے ان کو یہ ڈرائیں گے، دھمکائیں گے، قتل کریں گے۔ اور مومن مجبوراً زبان سے ان کا ساتھ دیں گے اور دل سے بیزار ہوں گے۔ پس خدا اپنی قدرتِ کاملہ سے اسلام کو پھر عزت بخشے گا۔ ظالموں کو ذلیل کرے گا۔ اور اے حذیفہ اگر دنیا کا ایک روز بھی باقی رہا پھر بھی اس کو خدا دراز تر فرمائے گا تاکہ مالک و حاکم بنائے میرے اہلِ بیت میں سے ایک شخص کو جو سرکشوں کو قتل کرے گا تاکہ اسلام کو پھیلائے اور کفر کو مٹائے اور یہ حق سبحانہٗ تعالیٰ کا وعدہ ہے اس کا وعدہ کبھی خلاف نہیں ہوتا اور وہ سریع الحساب ہے۔

حدیث بست و نہم[۲۹]:۔ ابو سعید خدری نے رسولِ خدا سے روایت کی ہے کہ خود میں نے رسولِ خدا سے سُنا ہے، نعمتیں حاصل کرے گی میری اُمت وہ نعمتیں زمانۂ مہدیؑ میں جن کو آدمؑ سے لے کر اس وقت تک کسی نے نہ حاصل کی ہوں گی۔ آسمان سے بارانِ رحمت ہوگی اور زمین اپنے پوشیدہ تمام خزانوں کو ظاہر کر دے گی۔

حدیث سی ام[۳۰]:۔ انس ابنِ مالک سے مروی ہے کہ میں نے رسولِ خدا سے سُنا، ہم اولادِ عبدالمطلب اہلِ جنت میں سے ہیں۔ پھر اس کی توضیح فرمائی کہ ان میں سے ایک میں ہوں۔ اور پھر میرا بھائی علیؑ اور میرے چچا حمزہؑ اور میرے چچا کا لڑکا جعفرِ طیارؑ اور دو میرے نواسے حسنؑ و حسینؑ۔ اور مہدیؑ ہادی (اولادِ حسینؑ سے)۔

حدیث سی و یکم[۳۱]:۔ ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ میں نے رسولِ خدا سے سنا، دنیا میں جب کوئی حاکم نہ رہیگا۔ سوائے اس کے جو میرے اہلبیت میں سے ایک مرد ہے وہ ظالموں سے مظلوموں کا انتقام لے گا۔

حدیث سی و دوئم[۳۲]:۔ ثوبان سے روایت ہے کہ رسولِ خدا سے میں نے سُنا، آخر زمانہ میں جبکہ فتنہ و فساد سر

اُٹھائے گا۔ تین حقیقی بھائی طلب خلافت میں قتل ہوں گے اس کے بعد سیاہ جھنڈے نظر آئیں گے دشمنوں سے عظیم جہاد کریں گے اس وقت خلیفۂ خدا "مہدیؑ" ظاہر ہوگا۔ جس وقت سُنو کہ مہدیؑ نے خروج کیا ہے تو جلدی کرو اور اس کی بیعت کرو کیونکہ خلیفۃ اللہ مہدیؑ ہے۔

حدیث سی و سیم[۳۳] :- توبان مذکور سے روایت ہے کہ رسُولِ خدا نے فرمایا، جب سیاہ جھنڈے والے مشرق سے ظاہر ہوں تو جلدی کرو اور اُن کا ساتھ دو۔ اگرچہ برف پر زانو کے بل چلنا پڑے۔

حدیث سی و چہارم[۳۴] :- خود امیر المومنین سے روایت ہے کہ رسُولِ خدا نے فرمایا، مہدیؑ ہم میں سے ہوگا نہ ہمارے غیر سے خدا نے اس دین کا آغاز ہم سے کیا ہے اس کا اختتام بھی ہم پر ہوگا۔ اور جس طرح پہلے لوگ شرک و کفر سے لوٹ کر اسلام لائے اسی طرح آخر میں بھی مشرکین و کفار۔ اسلام قبول کریں گے۔

حدیث سی و پنجم[۳۵] :- عبداللہ ابن مسعود سے روایت ہے کہ میں نے رسُولِ خدا سے سُنا، اگر دُنیا ایک شب بھی باقی رہ گئی تو بھی خدا اُس کو دراز تر کر دے گا۔ حتیٰ کہ مالک ہوگا۔ ایک شخص میرے اہلبیت سے جو میرا ہمنام ہوگا اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام پر ہوگا۔ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ مساوات کو قائم کرے گا۔ فقر و افلاس کو مٹا دے گا اس کے زمانہ میں دُنیا آرام کی زندگی بسر کرے گی۔

حدیث سی و ششم[۳۶] :- ابوہریرہ نے روایت کی ہے کہ رسُولِ خدا سے میں نے سُنا، قیامت جب قائم ہوگی تو ایک شخص میرے اہلِ بیت سے قسطنطنیہ اور جبلِ دیلم کو فتح کرے گا۔ اگر قیامت میں ایک روز بھی رہ گیا تو خدا اس کو دراز تر فرمائے گا۔ اور وہ تمام ممالک کو فتح کریگا۔ حتیٰ کہ شرک و کفر کا نشان نہ رہے گا۔

حدیث سی و ہفتم[۳۷] :- قیس بن جابر سے روایت ہے کہ میرے باپ نے

اپنے باپ سے اور انھوں نے اپنے باپ سے سنا، فرمایا رسولِ خدا نے کہ دنیا میں ظالم و جابر بادشاہ ہوں گے پھر جابر امراء پھر ظاہر ہوگا میرے اہلبیت سے ایک شخص جو زمین کو عدل و انصاف سے مملو کردے گا جس طرح کہ وہ پہلے ظلم و جور سے پُر تھی۔

حدیث سی و ہشتم ۳۸:- خود ابو سعید خدری نے کہا کہ میں نے رسولِ خدا سے سنا، فرمایا کہ ہم میں سے ہوگا وہ شخص جس کے پیچھے عیسٰی بن مریم نماز پڑھیں گے اور عیسٰی آسمان سے نزول کریں گے۔

حدیث سی و نہم ۳۹:- جابر ابن عبد اللہ انصاری سے روایت ہے کہ رسولِ خدا نے فرمایا، عیسٰی بنِ مریم آسمان سے نزول کریں گے اور امیرِ قوم عیسٰی سے کہے گا کہ آؤ ہم نماز پڑھیں۔ عیسٰی کہیں گے کہ یہ شرف خدا نے اس امت کو بخشا ہے اور عیسٰی اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔

حدیث چہلم ۴۰:- محمد بن ابراہیم نے روایت کی ہے ابو جعفر منصور دوانقی سے اور اس نے اپنے جدّ عبد اللہ ابنِ عباس سے نقل کیا ہے کہ میں رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر تھا، فرمایا رسولِ خدا نے، ضائع نہ ہوں گے وہ لوگ جن میں اوّل عیسٰی بن مریم آخر اور مہدی وسط میں ہونگے۔

صاحبِ کشف الغمہ نے امام مہدی کے خروج کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اس کی توضیح کی ہے کہ میں نے اس کتاب میں خصوصاً ذکرِ مہدی کے بارے میں جو کچھ بھی لکھا ہے وہ سب بطریق سنت و الجماعت ہے تاکہ اتمامِ حجت ہو جائے کشف الغمہ اور فصول المہمہ میں ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ میں نے رسولِ خدا سے سنا، وہ اپنے اصحاب سے خطاب فرما رہے تھے کہ تم یا تمہارے بعد آنے والے جب ظہورِ مہدی ہوگا اور عیسٰی ابنِ مریم آسمان سے نزول کریں گے تو تم یا تمہاری اولاد کو کس کی پیروی کرنی چاہیے۔ عیسٰی کی جو کہ پیغمبر ہے یا امام کی جو تمہارے پیغمبر کا جانشین ہے۔ بعض نے اس میں اضافہ کیا ہے کہ تمہارا امام تم میں سے جو امام ہے تمہاری کتاب کی رُو سے۔ اس حدیث کے نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ بخاری مسلم

ہر ایک نے اپنی "صحیح" میں اس کا ذکر کیا ہے۔ بموجب اس حدیث اور حدیثِ جابر اور حدیثِ خدری کے چاہیئے کہ مہدی امام اور عیسیٰ ماموم۔

اور ان تمام احادیث کی مؤید وہ حدیث ہے جس کو ابنِ ماجہ قزوینی نے اپنی کتاب میں ابوامامہ باہلی سے روایت ہے کہ یہ حدیث بالکل صحیح ہے اور حدیث کا آخری حصّہ یہ ہے کہ "صبح کے وقت امام مہدیؑ، بیت المقدس میں نماز کا ارادہ کریں گے اور اسی وقت عیسیٰؑ کا نزول ہوگا۔ امام، عیسیٰ سے کہیں گے کہ آپ نماز پڑھایئے۔ عیسیٰؑ، امامؑ کے دوش پر ہاتھ رکھ کر فرمائیں گے۔ آپ مجھ سے بہتر اور اولیٰ ہیں اور امامؑ کے پیچھے خود نماز ادا کریں گے۔

نیز شافعی مطّلبی سے روایت ہے کہ یہ خبر متواتر ہے اور بیشتر راویوں نے رسُولِ خدا سے روایت کی ہے کہ مہدی میرے اہلبیت سے جب ظہور کرے گا تو سات سال زمین پر حکومت کرے گا۔ عدل و داد سے جہاں کو بھر دے گا۔ عیسیٰ ابنِ مریم کا نزول ہوگا۔ قتلِ دجّال میں وہ بھی شریک ہوں گے۔ اور مہدی اس امّت کا امام ہوگا۔ عیسیٰ اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔

دلیل بر حیاتِ مہدی علیہ السّلام

یہ کہ امام مہدی از روزِ غیبت تا حال زندہ اور باقی یہ محال امر نہیں ہے کیونکہ عیسیٰؑ۔ خضرؑ۔ الیاسؑ پیغمبرِ خدا۔ اور ابلیس و دجّال دشمنانِ خدا مدّت دراز سے زندہ اور موجود ہیں۔ جن کی حیات پر سب متّفق ہیں۔ اسی طرح نوحؑ نبی، لقمانؑ نبی۔ عاد اولیٰ جن کی عمریں ہزار سال سے بھی زیادہ ہوئی ہیں جس پر کسی کو انکار نہیں۔ لیکن جو حیاتِ مہدی کے منکر ہیں وہ دو گروہ ہیں۔ ایک جماعت تو اس لئے منکر ہے کہ اتنی طویل مدّت تک زندہ رہنا بعید از عقل ہے۔ اور ایک جماعت کہتی ہے کہ امام مہدی اتنے عرصہ سے

"سرداب" میں غائب ہیں اور کوئی ان کو آب وطعام نہیں پہونچاتا۔ پھر کیسے زندہ ہیں۔

اعتراض اوّل اس لئے باطل ہے کہ قرآن نے عیسٰیؑ و خضرؑ اور الیاسؑ کی عمر طولانی کا جو امام مہدی سے کہیں زیادہ طولانی ہے ذکر کیا ہے جس پر سب یقین رکھتے ہیں۔ اور رکھنا چاہیئے ورنہ ....

اعتراض دوم اس لئے باطل ہے کہ عیسٰیؑ بھی مہدی کی طرح بشر ہیں اور انکو آسمان پر کوئی آب وطعام مہیا نہیں کرتا۔ جب وہ آسمان پر زندہ ہیں تو مہدی تو زمین پر ہیں۔ علاوہ ازیں امام مہدی کو جو زندہ اور موجود جانتے ہیں وہ یہ کب کہتے ہیں کہ وہ سرداب میں ہیں بلکہ وہ تو اس کے قائل ہیں کہ وہ تمام روئے زمین کی سیر کرتے ہیں۔ لشکر و خدم کے مالک ہیں۔ ہر سال زیارت بیت اللہ کو پہونچتے ہیں اور بجانب مغرب ان کے فرزند اور فرزندگان بے شمار ہیں۔ بلکہ بہت سے شہروں پر ان کی حکومت ہے لیکن مصلحتاً جس کو خدا ہی بہتر جانتا ہے نظرِ مخلوق سے غائب ہیں اور ان کے وجود کے فیوض عوام و خواص کو اب بھی پہونچتے ہیں۔ بقائے مہدی کے قائل ان کے فیوض اور برکات کے واقعات جو دوستوں اور بیماروں اور حاجتمندوں کے ساتھ اب بھی ہو رہے ہیں اتنے نقل کرتے ہیں کہ اگر سب کو جمع کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب بنجائے۔ منجملہ ان کے دو حکایات مصنّف کشف الغمہ نے نقل کی ہیں اور کہا ہے کہ یہ دو حکایتیں کیونکہ میرے زمانہ میں واقع ہوئیں اور برادرانِ صادق القول سے میں نے سُنی ہیں اور وہ دو شخص جن کے متعلق یہ حکایات میری زندگی میں فوت ہوئے ہیں۔ اور میں نے خود ان کو دیکھا ہے جس میں مجھے ذرہ بھر بھی شک نہیں ہے لہٰذا نقل کرتا ہوں۔ مُلّا جامی نے بھی ان دو حکایتوں کو کتاب شواھد میں نقل کیا ہے۔

حکایت اوّل :-

مستنصر عباسی خلیفہ کے زمانہ میں ایک شخص حوالیِ حلہ میں قریہ ہرقل کا رہنے والا اسمٰعیل بن حسن مومن زاہد کی بائیں ران میں ہتھیلی کی برابر ایک پھوڑا نکل آیا تھا اور ہر فصلِ بہار میں وہ پھٹ جاتا اور اس میں سے خون اور غلیظ مواد خارج ہوتا تھا کہ اس کو ہر کام بلکہ نماز پڑھنی

بھی مشکل ہو جاتی تھی اس نے "حلہ" میں آکر رضی الدین علی بن طاؤس سے اپنی یہ تکلیف بیان کی۔ رضی الدین نے "حلہ" کے تمام جراحوں کو دکھایا سب نے متفقہ یہی کہا کہ یہ پھوڑا بغیر گوشت کو کاٹے ہوئے نہیں جانے کا۔ اور چیرا ہم اس لئے نہیں دے سکتے کہ یہ شہ رگ پر واقع ہے جس کے کٹ جانے سے یقینی موت واقع ہو جائے گی۔ رضی الدین نے اسمٰعیل سے کہا کہ میرے ہمراہ بغداد چلو وہاں کے جراحوں کو دکھلایا جائے شاید کوئی اصلاح ہو سکے چنانچہ بغداد میں تمام اطباء اور جراحوں کو دکھایا سب نے وہی جواب دیا۔ رضی الدین نے اسمٰعیل سے کہا کہ نماز تو اس حالت میں بھی ادا کرنا ثواب عظیم رکھتا ہے۔ اسمٰعیل صبر کرو۔ اسمٰعیل نے کہا اچھا اب آخری فیصلہ یہ ہے کہ میں سامرہ جاتا ہوں اور خدمت امامؑ میں استغاثہ کرتا ہوں۔ صاحب کشف الغمہؒ لکھتے ہیں کہ میں نے اسمٰعیل کے پسر سے سُنا، جب میرا باپ سامرہ پہونچا تو اُس نے زیارات ائمۂ ہدیٰ کے بعد سرداب کا رُخ کیا اور رُو رُو کر امامِ زمانہؑ سے التجائے صحت کی میرے باپ نے بتلایا کہ رات میں نے وہیں گذاری۔ صبح کو دجلہ پر جاکر میں نے لباس پاک کیا، غسل کیا، صراحی کو پانی سے بھرا اور پھر بغرض زیارت الوداعی واپس آیا۔ ابھی قلعہ تک نہ پہونچا تھا کہ سامنے سے چار جوان آتے ہوئے نظر آئے۔ میں سمجھا شاید باشندگانِ سامرہ ہیں۔ جب قریب آئے مجھے سلام کیا۔ دو جوان میری بائیں جانب اور ایک بزرگ ہاتھ میں نیزہ لئے داہنی جانب کھڑے ہو گئے۔ ایک خوبرو جوان راستہ روک کر میرے سامنے کھڑا ہو گیا۔ اور فرمایا کل واپسی کا ارادہ ہے میں نے کہا، ہاں۔ فرمایا آگے آ تاکہ میں دیکھوں کیا چیز تجھے تکلیف پہونچا رہی ہے۔ میں نے اس خیال سے کہ ابھی برائے زیارت غسل کر کے آیا ہوں ان لوگوں کے غیر یقینی ہاتھ لگنے سے پھر غسل کی ضرورت ہو گی۔ زخم دکھانا نہ چاہا وہ آگے بڑھے، پھر جھک کر کہا۔ کہاں ہے دکھلا؟ زخم دیکھ کر اس کو اس زور سے دبایا کہ خون اور مواد بکثرت خارج ہوا اور درد بھی ہوا۔ پھر جو میری داہنی جانب بزرگ تھے انھوں نے فرمایا:۔ افلحت یا اسمٰعیل:۔ میں حیران ہوا کہ ان کو میرا نام کیسے معلوم ہوا۔ پھر فرمایا، سمجھا یہ کون ہیں یہ امامِ زمانہؑ ہیں۔ یہ کہہ کر روانہ ہونے لگے میں رکاب

امام سے چمٹ گیا، امام روانہ ہوگئے تو میں نے بہ آوازِ بلند استغاثہ کیا اور پیچھے پیچھے بھاگا۔ امام نے فرمایا اسمٰعیل لوٹ جا۔ میں نہ لوٹا، پھر امام نے فرمایا لوٹ جا۔ میں نے کہا ہرگز نہ لوٹوں گا۔ کہ ان بزرگ نے فرمایا، حکم امام کی خلاف ورزی کر رہا ہے خبردار! میں ڈرا اور فوراً رُک گیا۔

امام نے فرمایا، جب تو بغداد جائے گا مستنصر تجھے بلا کر سارا واقعہ معلوم کرے گا۔ اور پھر ایک کثیر رقم تجھے عطا کرے گا۔ وہ رقم ہرگز قبول نہ کرنا اور ہمارے فرزند سیّد رضی الدّین سے کہنا کہ تیرے بارے میں وہ علی بن عوض کو لکھے ہم اس سے تیری سفارش کر دیں گے۔ اور جو تو طلب کرے گا وہاں سے تجھے مل جائے گا۔ یہ فرما کر نظروں سے غائب ہو گئے۔ میں افسردہ سامرہ واپس آیا لوگوں نے مجھے پریشان دیکھ کر پوچھا، کیا کسی سے کوئی جھگڑا ہو گیا؟ میں نے کہا نہیں۔ تم یہ بتلاؤ کہ چار سوار جو اس طرف سے گذرے کیا تم نے ان کو دیکھا، لوگوں نے کہا ہاں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ شرفائے قریہ تھے میں نے کہا نہیں وہ امام زمانہ اور اُن کے مصاحب تھے۔ دیکھو میرے پھوڑے کو انھوں نے دبایا اور بالکل ٹھیک کر دیا وہ یہ دیکھ کر اب نشان بھی نہ رہا تھا۔ حیران رہ گئے اور میری طرف دوڑے اور لباس کا ایک ایک پُرزہ کرکے تبرّکاً لے گئے۔ میں دوسرا لباس پہن کر بغداد روانہ ہوا یہ خبر مجھ سے پہلے بغداد پہونچ چکی تھی۔ لوگ بغداد کے پُل پر انتظار میں جمع تھے۔ جو گذرتا تھا اس کا "نام" معلوم کرتے تھے۔ جب میں پہونچا اور میں نے اپنا نام بتلایا۔ سب مجھ سے چمٹ گئے۔ اور پھر اسی طرح میرا لباس پارہ پارہ کرکے لے گئے۔ شدہ شدہ یہ خبر خلیفہ مستنصر تک پہونچی۔ اس نے مجھے طلب کیا سارا حال بے کم و کاست میں نے بیان کر دیا۔

مستنصر خلیفہ نے ان جراحوں اور اطبّا کو جنھوں نے بغداد میں میرا زخم دیکھا تھا بلوایا، انھوں نے کہا، دس روز قبل دیکھا تھا۔ پوچھا کہ کیا یہ اچھا ہو سکتا ہے۔ سب نے کہا بہت مشکل ہے۔ مستنصر نے کہا اگر بفرضِ محال اچھا ہو جائے تو زخم کتنے عرصہ میں مندمل ہو سکتا ہے۔ انھوں نے کہا کم سے کم دو ماہ میں۔ لیکن پھر بھی ایک سفید داغ ہمیشہ کیلئے

باقی رہ جائے گا۔ مستنصر نے اُن سے کہا کہ اس کا زخم تم نے دیکھا ہے اب بھی دیکھو۔ وہ دیکھ کر حیران رہ گئے۔ اس لئے کہ زخم کا نشان بھی باقی نہ تھا۔ جراحوں میں ایک جرّاح عیسائی تھا وہ چلّا پڑا۔:۔ وَاللّٰہ ھٰذا من عمل المسیح :۔ خدا کی قسم یہ سوائے عیسیٰؑ کے اور کسی کا کام نہیں ہے۔

مستنصر نے ہزار دینار کی ایک تھیلی منگوا کر مجھے دی کہ یہ تمہارے خرچ کے لئے ہے۔ میں نے کہا میں اس میں سے ایک حبّہ بھی قبول نہیں کر سکتا۔ کہا کیوں کس کا خوف ہے میں نے کہا اُس کا جس نے مجھے شفا دی کیونکہ مجھے حکم فرمایا تھا کہ مستنصر سے کچھ نہ لینا۔ مستنصر سُن کر شرمندہ ہُوا اور رو دیا۔

صاحب کشف الغمہؒ کہتے ہیں کہ یہ واقعہ، عرصہ کے بعد میں کچھ لوگوں کے سامنے بیان کر رہا تھا، اس مجمع میں ایک لڑکا شمس الدین محمّد پسر اسمٰعیل بھی تھا جس کو میں نہ پہچانتا تھا۔ اس نے خود کھڑے ہو کر اپنا تعارف کرایا اور کہا میں اس زمانہ میں بچّہ تھا البتّہ بعد صحّت وہ زخم میں نے دیکھا تھا جس پر بال پھُوٹ آئے تھے اور مطلق کوئی نشان نہ رہا تھا۔ میرا باپ ہر سال سامرہ جاتا اور زیارت امامؑ کو تڑپتا مگر اسی حسرت میں دنیائے فانی سے کوچ کر گیا۔

حکایت دُوم :۔

صاحب کشف الغمہؒ نے نقل کیا ہے کہ مجھ سے سیّد باقی ابن عطوہ علوی حسینی نے بیان کیا کہ میرا باپ عطوہ زیدی تھا اور ایک ایسی بیماری میں مبتلا تھا کہ اطبّاء علاج سے عاجز آ گئے تھے۔ ہم سب بھائی کیونکہ "مذہب امامیہ" رکھتے تھے لہٰذا وہ ہمیشہ ہم سے ناراض رہتا ایک روز میں نے اس کو سمجھایا تو کہنے لگا اچھّا اگر تم اور تمہارا امامؑ سچّا ہے تو اس سے کہو کہ مجھے اچھّا کر دے۔ ایک روز ہم سب بھائی نمازِ مغرب کے بعد ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے کہ باپ کے چلّانے کی آواز آئی "دوڑو جلد آؤ"۔ ہم بھاگے ہوئے اس کے پاس گئے اس نے کہا دوڑو اور امامؑ سے ملو، ابھی یہاں سے باہر گئے ہیں ہم نے ہر طرف دیکھا مگر نشان نہ پایا۔ باپ سے واقعہ پوچھا اس نے کہا ایک شخص میرے پاس

آیا اور کہا اے عطوہ میں اپنا نام سُن کر حیران رہ گیا اور میں نے پوچھا آپ کون ہیں تو فرمایا ہم تیرے لڑکوں کے آقا ہیں تجھے صحت دینے آئے ہیں۔ اور یہ کہہ کر مجھ پر ہاتھ پھیرا اور ساری شکایات برطرف ہوگئیں اور مذہب زیدیہ ترک کر کے "امامیہ" ہوگیا۔

اِن دو حکایات کے نقل کے بعد، صاحب کشف الغمہ" فرماتے ہیں۔ کہ بے شمار ایسے واقعات ہیں جن کو امامؑ نے راہ حجاز میں گم گشتگانِ راہ کی رہنمائی کی ہے اور کُہنہ امراض کو شفا بخشی ہے یہ تمام واقعات" غیبت کبریٰ" سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپؑ کی غیبت دو حصوں میں منقسم ہے۔ غیبتِ صغریٰ اور غیبتِ کبریٰ۔

غیبتِ صغریٰ کے زمانہ میں امامؑ تک مخصوص مخلص مومنین کی رسائی تھی یا آپؑ کے وکلاء کے ذریعہ عوام اپنے مسائل امامؑ تک پہونچاتے تھے۔ غیبتِ صغریٰ کا زمانہ چوہتر سال تھا اس زمانہ میں آپؑ کے چار وکلاء ہوئے۔

(۱) عثمان ابنِ سعید عمری۔

(۲) ابو جعفر محمّد بن عثمان۔

(۳) ابوالقاسم حسین بن روح۔

(۴) شیخ ابوالحسن علی بن محمّد السمری۔

غیبتِ صغریٰ سے قبل کے صرف پانچ یا چھ سال کی مدّت کے بہت سے واقعات ایسے ہیں کہ آپ نے اپنے پدر بزرگوار کی آغوش میں زائرین اور معتقدین کو اُنکے مسائل مشکلہ کے جوابات بچپن میں خود عطا فرمائے ہیں۔ اسی زمانہ کا مشہور واقعہ کتب مذکور میں رشیق بادرانی حاجبِ خلیفہ سے مذکور ہے کہ معتضد باللہ خلیفہ نے مجھے بلایا اور حکم دیا کہ دو سوار اپنے ہمراہ لے کر تم فوراً خانۂ حسنؑ بن علی کا جو فوت ہوگئے ہیں محاصرہ کر لو اور اس گھر میں جو بھی کوئی ہو بچہ یا بڑا اس کا سر قلم کر کے میرے پاس لے آؤ چنانچہ ہم گئے گھر کا محاصرہ کر لیا اور تلاش شروع کی مگر کسی کو نہ پایا، ایک دروازہ پر پردہ پڑا ہوا تھا جب پردہ اُٹھایا تو ایک سرداب نظر آیا جب ہم اندر داخل ہوئے تو ایک دریا نظر آیا جس پر چٹائی بچھائے ہوئے ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا۔ ہم نے پکارا مگر وہ متوجّہ نہ ہوا۔ میرا ساتھی احمد بن عبداللہ

پانی میں داخل ہوا کہ وہاں تک پہونچے مگر ڈوبنے لگا۔ ہم نے کوشش کر کے اس کو نکالا جو بیہوش تھا۔ میرے دوسرے ساتھی نے خلیفہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے خیال سے دریا میں چھلانگ لگادی قریب تھا کہ وہ بھی ڈوب جائے، مَیں نے اس کو بڑی کوشش سے باہر نکالا جو نیم مردہ تھا پھر مَیں نے رُخ مصلّے کی طرف کر کے معافی مانگی اور توبہ کی کہ ہم پشیمان ہیں یہ قصور نادانستہ ہوا ہے مگر کوئی جواب نہ ملا، شرمندہ ہو کر ہم واپس آئے۔ معتمد خلیفہ سے یہ تمام واقعہ بیان کیا اس نے کہا اس راز کو پوشیدہ رکھو اور اگر مَیں نے سُنا کہ تم نے کسی سے کہا ہے تو تم تینوں کی گردن اُڑادی جائے گی۔ چنانچہ جب تک "معتمد" زندہ رہا ہم نے کسی سے اس واقعہ کو بیان نہیں کیا۔

کشف الغمہؒ میں مذکور ہے کہ یعقوب ابن منقوش نے کہا، مَیں امام حسنؑ عسکری کی خدمت میں گیا۔ آپ تنہا تشریف فرما تھے اور داہنے طرف حجرہ پر پردہ پڑا ہوا تھا میں نے کہا یا سیّدی آپ کے بعد امام کون ہوگا آپ نے فرمایا اس پردہ کو اُٹھاؤ میں نے پردہ اُٹھایا تو ایک پانچ یا چھ سال کا بچّہ باہر آیا جو کشادہ پیشانی۔ چہرہ نورانی۔ سیاہ چشم۔ رخسار پر تِل خوشبودار گیسو، اُمام کے زانو پر آبیٹھا، اُمام نے فرمایا یعقوب، یہ تمہارا امام ہے۔ پھر بچّہ کی طرف متوجّہ ہو کر فرمایا، اب جاؤ۔ بچّہ حجرہ میں چلا گیا۔ اُمام نے مجھ سے کہا، حجرہ میں جا کر دیکھو۔ مَیں نے ہر طرف اور ہر گوشہ میں تلاش کیا مگر نہ پایا۔

نیز سعد بن عبداللہ اشعر راوی ہے کہ ایک روز ایک مخالف سے اُور مجھ سے مُباحثہ ہوا، ابوبکر کے بارے میں کہ وہ اسلام بہ رغبت و بہ طوع لائے یا بجبر و اکراہ۔ مَیں اس کے جواب میں متامّل تھا۔ چنانچہ میں ٹال گیا اور سوچا کہ اس کا جواب سامرہ جا کر امام حسنؑ عسکری سے معلوم کروں چنانچہ مَیں سامرہ کے ارادہ سے روانہ ہوا اور اتفاق سے احمد بن اسحاق کا ساتھ ہو گیا جو کچھ مالِ خمس اُمام کی خدمت میں لے جا رہے تھے جب ہم اُمام کی خدمت میں پہونچے تو ہم نے دیکھا کہ ایک بچّہ جس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح روشن تھا اُمام کے قریب بیٹھا ہوا ہے۔ مالِ خمس کی تھیلیاں جو مختلف لوگوں کی تھیں، امام کی خدمت میں پیش کیں اُمام

نے ان تھیلیوں کو بچّہ کی طرف بڑھا دیا۔ بچّہ نے تھیلیاں کھول کر ہر تھیلی کا کچھ حصّہ علیحدہ کر کے رکھا اور فرمایا یہ کار آمد نہیں۔ کیونکہ حلال میں حرام کی آمیزش ہے۔ اتنا روپیہ کسبِ حلال سے ہے اور اتنا کسبِ حرام سے۔ پھر فرمایا فلاں ضعیفہ نے جو جامہ دیا ہے وہ کہاں ہے ہم نے وہ جامہ نکال کر دیا۔ اس کے بعد امام نے فرمایا جو مسئلہ تم دریافت کرنا چاہتے ہو وہ اس بچّہ سے پوچھ لو جو تمہارا امام ہے۔ ابھی میں مسئلہ بیان کرنا چاہتا ہی تھا کہ امام زادہ نے فرمایا تم اپنے مخالف سے یہ کہہ دو کہ ابو بکر اسلام نہ برغبت و بخوشی لائے اور نہ جبراً اور زبردستی لائے بلکہ ان کو ایک کاہن نجومی نے بتلایا تھا کہ محمدؐ مشرق و غرب کے مالک ہونگے اور ان کی نبوّت قیامت تک باقی رہے گی۔ لہٰذا طمع حکومت میں طمعاً اسلام قبول کیا۔

اکثر ان سوالات کے جوابات جو وکلاءِ امام نے امام کی خدمت میں عریضہ بھیجکر امام کے دستخطوں سے حاصل کئے ان میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں۔

ابو اسحاق اپنے وکیل کو ان چند مسائل کا جواب دیا۔ اے ابو اسحاق جو کی شراب بھی حرام ہے، اور لوگوں کے خمس کو ہم قبول نہیں کرتے مگر اس غرض سے کہ اُن کا مال پاک اور کثیر ہو جائے۔ ورنہ وہ جو خدا ہم کو دیتا ہے وہ اس سے کہیں زیادہ ہے۔ اور دیکھو جو لوگ ظہور کے متعلّق سوال کرتے ہیں یہ امر صرف خدائے تعالیٰ کے اختیار میں ہے جو لوگ وقت کا تعیّن کرتے ہیں وہ دروغگو اور کاذب ہیں اور جو لوگ یہ خیال رکھتے ہیں کہ امام حسیّنؑ شہید نہیں ہوئے وہ کافر ہیں۔

اور وہ اشیاء جو بطور تحفہ یا ہدیہ ہمارے پاس بھیجی جائیں اگر وہ مشکوک ہوں وہ ہرگز مقبول نہیں۔ اور مغنّیہ کے پیسے حرام ہیں۔ اور خمس کو ہم نے اپنے شیعوں کے لئے مباح کر دیا ہے۔ ہمارے ظہور تک اُن پر حلال ہے۔ جو لوگ دینِ خدا میں شک رکھتے ہیں ہمیں ان کے پیسے کی ضرورت نہیں۔ اور جو سوال ہماری غیبت کے متعلق کیا گیا ہے اس کے متعلّق خداوند عالم کا حکم ہے کہ:۔ لَا تَسْئَلُوا عَنْ اَشْیَاءَ اِنْ تُبْدَ لَکُمْ تَسُؤْکُمْ :۔ یعنی جو نہ پوچھنا چاہیئے وہ مت پوچھو۔ (سورۃ المائدہ آیت نمبر ۱۰۱)۔

اور ائمہؑ ماسبق میں کوئی بھی امام ایسا نہیں گذرا، جو کسی نہ کسی ظالم کی حکومت

کے زمانہ میں نہ ہو۔ لیکن میں جس وقت ظاہر ہوں گا۔ میرا زمانہ۔ ظالم و جابر کی حکومت سے خالی ہوگا۔ اور یہ جو معلوم کیا گیا ہے کہ "زمانۂ غیبت" میں ہمارے وجود سے کیا فائدہ ہے۔ اس کی مثال اُس آفتاب کی ہے جو ابر میں پوشیدہ ہو۔ ابر میں آفتاب اگرچہ غائب ہے۔ مگر اہلِ عالم کو وہی فائدہ پھر بھی پہونچا رہا ہے۔ علاوہ ازیں ہم اہلِ زمین کے لئے باعثِ امان ہیں جس طرح ستارے اہلِ آسماں کے واسطے۔ اور اے ابو اسحاق! تم پر اور جو تابع حق ہوں اُن پر سلام۔

علاماتِ ظہورِ قائمؑ

تیئیس ۲۳ ماہِ رمضان کو ایک منادی ندا کرے گا کہ الحق معہ علی وشیعتہٖ۔ اُسی روز شیطان اس کے خلاف ندا دے گا۔ اور اسی مہینہ کے آخر میں سورج گرہن واقع ہوگا اور شبِ نیمۂ رمضان میں چاند گرہن ہوگا۔ اور آپ درمیانِ رکنِ کعبہ میں ظہور فرمائینگے جبرئیل امیں نزول کریں گے۔ اور بحکم خدا بکثرت مومنین مختلف مقامات سے آپ تک پہونچ جائیں گے جن کی تعداد تین سو تیرہ ہوگی۔ چار پیغمبر عیسٰیؑ ابنِ مریم (آسمان سے نزول کریں گے بام خانۂ کعبہ پر) اور خضرؑ، ادریسؑ، الیاسؑ۔ اور چار فرزندانِ حسنؑ ابنِ علی۔ اور بارہ افراد اولاد حسینؑ ابنِ علی اور چار افراد مکہ سے، چار افراد بیت المقدس سے، بارہ افراد شام سے اور بارہ افراد یمن سے، تین افراد آذر بائیجان سے، تین افراد بنی عروہ سے، تین افراد بنی حیہ سے، چار افراد بنی تمیم سے، دو افراد بنی اسد سے، سات افراد بغداد سے اور چار اولاد عقیل کی، چار افراد واسط سے، سات افراد بصرہ سے، سات افراد کوہستان سے، چھ افراد ناحیہ بصرہ سے، چار افراد خوزستان سے، چار افراد جرجان سے، چار افراد ازدی سے، بارہ افراد قُم سے، تیرہ افراد نواحیِ قُم سے، ایک فرد اصفہان سے، چار افراد کرمان سے، ایک فرد مکران سے، تین افراد موالیہ سے، تین افراد مرو سے، پانچ افراد ہندوستان سے، تین افراد غزنین سے، تین افراد ماوراء النہر سے، تین افراد حبشہ سے، بارہ افراد کوفہ سے، چار افراد

نیشاپور سے، بارہ افراد سبزوار سے، سات افراد طوس سے، تین افراد دامغان سے، چار افراد خاور سے، پانچ افراد کوہِ "رے" سے، چار افراد مصر سے، سات افراد شیراز سے، دو افراد طبرستان سے، تین افراد حلب سے، چار افراد کوہ سے۔ یہ کُل تین سو تیرہ افراد ہوئے جو مثل ایک روح اور ایک قالب کے ہوں گے۔

امام مہدی سفید لباس میں ملبوس ہوں گے۔ آپؑ کے دستِ مبارک میں دو انگشتریاں ہوں گی۔ ایک حسنؑ ابن علی کی جس کا نقش (انیّ واثق برحمتک) ایک حسینؑ ابن علی کی جس کا نقش (انّا مستجیر بک یا امان الخائفین) ہوگا پنجشنبہ کو آپؑ ظہور فرمائیں گے اور جمعہ کو وقتِ ظہر خروج۔ ذوالفقارِ علیؑ آپ کی کمر میں، زرۂ جعفرؑ بر میں، تازیانۂ رسولِ مقبول ہاتھ میں۔ تین عَلَم آپ کے ہمراہ ہوں گے، ایک عَلم پر لکھا ہوگا (الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا) دوسرے پر لکھا ہوگا (یوفون بالنذر ویخافون یوماً کان شرہ مستطیرا) اور تیسرے پر (لا الٰہ الا اللّٰہ محمدؐ رسول اللّٰہ علیؑ ولی اللّٰہ ووصی رسول اللّٰہ والحسن والحسین وتسعۃ المعصومین من ولد الحسین حجۃ اللّٰہ علی خلقہ) لکھا ہوگا۔

جب آپ مکہ سے روانہ ہوں گے تو ایک منادی ندا کرے گا کہ کوئی شخص آب و غذا اپنے ہمراہ نہ لے اور وہ "سنگ" جو حضرت موسیٰؑ کے ہمراہ رہتا تھا وہ آپؑ کے ساتھ ہوگا جس کو پیاس معلوم ہوگی وہ اس پتھر کے پانی سے سیراب اور بھوکا سیر ہو جائے گا حتیٰ کہ آپؑ نجف پہونچیں گے۔ عصائے موسیٰؑ آپ کے ہاتھ میں ہوگا۔ اور تمام انبیاء کے معجزات آپ سے ظاہر ہوں گے۔ تمام رُوئے زمین آپؑ کے نور سے منوّر ہو جائے گی۔ زمین خزانے اُگل دے گی۔ آپ کی شہرت مشرق سے مغرب تک پہونچے گی۔ خدائے تعالیٰ آپؑ کے دین کو تمام اَدیانِ عالم پر مسلّط فرمادے گا۔ اور ہر شخص آپکو "یا بقیۃ اللّٰہ فی الارض" کہہ کر سلام کرے گا۔ دُنیا میں کوئی مسجود باقی نہ رہے گا۔ تمام جلکر خاکستر ہو جائیں گے۔ اور آپؑ کے علاماتِ ظہور میں سے خروجِ سفیانی ہے۔ شام سے اور یمانی یمن سے اور مقامِ رُکن میں

ایک پسر آلِ محمدؐ کا قتل جس کا نام محمدؐ ابنِ حسن زکیہ ہوگا۔

امام جعفرؑ صادق سے روایت ہے کہ قتلِ نفسِ زکیہ اور ظہورِ قائمؑ میں صرف پندرہ روز کا فاصلہ ہوگا۔ اور ایک بُرقعہ پوش سے مومنین کو نقصان پہونچیگا لوگوں نے سوال کیا کہ بُرقعہ پوش کون ہوگا۔ فرمایا ایک شخص ہوگا جو زِناء سے پیدا ہوگا۔ بُرقعہ سے مُنھ چھپائے ہوئے ہوگا۔ مومنین کو قتل کرے گا کہ امامؑ عصر پشتِ کوفہ سے مع سو ہزار کے لشکر کے ظاہر ہوں گے۔ جو سب متّقی، پرہیزگار اور قرآن خوان ہوں گے اور اخلاقِ محمدیؐ اور سخاوتِ علویؑ۔ زُہدِ حسنیؑ اور شجاعت حسینیؑ سے آراستہ ہوں گے علاوہ ازیں جب آپ ظہور فرمائیں گے تو وہ عَلَم جس کا پرچم ابھی تک لپٹا ہوا تھا خود بخود کُھل جائے گا اور اس سے آوازیں آئیں گی "یا وَلِیَ اللہِ اُقتُلَ اَعْدَاءِ اللہِ" تلوار خود بخود باہر آئے گی۔ اور کہے گی "اُخْرُجْ یَا وَلِیَ اللہِ۔ جبرئیلؑ دستِ راست اور میکائیلؑ دستِ چپ پر ہوں گے۔ اور دشمنانِ خدا کوئی تلوار سے اور کوئی طاعون سے ہلاک ہو جائیں گے۔ آفتاب مغرب سے طلوع ہوگا۔ دجّال ظاہر ہوگا اور اکثر لوگ اس کے مطیع ہو جائیں گے۔

علاماتِ ظہورِ دجّال

کتاب خرائج میں مذکور ہے کہ ایک روز امیرالمومنینؑ خطبہ فرما رہے تھے بعد فراغت خطبہ فرمایا (سلونی قبل انّ تفقدونی) صعصعہ ابنِ صوحان نے کھڑے ہو کر سوال کیا کہ یا امیرالمومنین، دجّال کب ظاہر ہوگا؟ آپ نے فرمایا کہ یہ اسرارِ مخفیہ میں سے ایک راز ہے جس کے اظہار کی اجازت نہیں، لیکن میں تم کو کچھ نشانات بتلائے دیتا ہوں، سُنو! یہ وہ وقت ہوگا جبکہ لوگ نماز کو معمولی چیز سمجھ کر اکثر ترک کر دیں گے۔ امانت میں خیانت عام ہوگی۔ دروغ۔ افترا۔ رشوت خوری حلال سمجھی جائے گی۔ دین دُنیا کے بدلے فروخت ہوگا۔ عورتوں سے مشورے ہوں گے۔ بیوقوف مناصبِ عالیہ پر فائز ہوں گے۔ صِلہ رحم منقطع ہو جائیگا۔ لوگ خواہشات کے مطیع ہو جائیں گے۔ قتل و خونریزی عام ہوگی۔ علم ضعیف پڑ جائے گا۔ ظلم کو قوت حاصل

ہوگی۔ اُمراء فاجر ہو جائیں گے۔ وزراء ظالم ہوں گے۔ عالم خیانت پیشہ بن جائیں گے۔ قاری فاسق و فاجر ہو جائیں گے۔ مکروزور عام ہوگا۔ فسق و فجور ترقی کرے گا۔ مینارِ مسجد بلند ہوں گے۔ بہتان شائع ہوگا۔ گناہ و بدی رونق پکڑے گی۔ نمازیوں کی صفیں درہم شدہ متحد ہو جائیں گی مگر دل متفرق ہوں گے۔ وعدہ خلافی عام ہوگی۔ عورتیں تجارت میں مردوں کے شریک ہو جائیں گی۔ فاسق و فاجر کی آواز سُنی جائے گی۔ قوم کے سردار اور کارساز ذلیل ترین انسان ہوں گے۔ فاجروں سے لوگ خائف ہوں گے۔ کاذب، صادق کہلائیگا اور خائن امین۔ عورتیں مردوں کی صورت اختیار کریں گی، اور مرد عورتوں کی۔ مرد مردوں کی جانب اور عورتیں عورتوں کی جانب مائل ہوں گی۔ عورتیں مردوں کی طرح گھوڑے پر سوار ہوں گی اور سفر کریں گی۔ سچی گواہی نہ سُنی جائے گی۔ جھوٹی گواہی کارآمد ثابت ہوگی۔ بے معرفت، ناواقف فقیہہ۔ بے علم مفتی اور جاہل عالم بن جائیں گے۔ اور کارہائے دُنیا کو کارہائے آخرت پر ترجیح دیں گے۔ بھیڑ کی کھال پہنیں گے مگر خود بھیڑیئے ہونگے لہٰذا تمہیں چاہیئے کہ ایسے زمانہ میں گوشہ نشینی اختیار کرو اور سب سے بہتر مسکن بیت المقدس ہے۔ اصبغ بن نباتہ نے اُٹھ کر سوال کیا، یا امیرالمومنین! دجّال کون ہے؟ فرمایا دُجّال وہ ہے جو اس کی تصدیق کرے گا، وہ شقی ہے اور جو تکذیب کرے گا وہ سعید ہے۔ وہ اصفہان سے خروج کرے گا۔ داہنی آنکھ نہ ہوگی اور بائیں آنکھ اس کی پیشانی پر سُرخ ستارے کی مثل چمکتی ہوگی۔ پیشانی پر کافر لکھا ہوگا۔ سُرخ گدھے پر سوار جس چشمہ پر پہونچیگا وہ چشمہ زیر زمین پوشیدہ ہو جائے گا۔ تمام تر اُس کے مطیع اولادِ زنا سے ہوں گے۔ اور وہ جہاں بھی اپنے ہمراہیوں کے معیّت میں جائے گا یہ آواز بلند کرے گا۔ (انا ربکم الاعلیٰ) اور اس کو "بقیۃ اللہ" بروز جمعہ قتل کردے گا۔ اس کے بعد "طامہ کبریٰ" ہے۔ لوگوں نے پوچھا یاامیرالمومنین وہ کیا ہے فرمایا وہ "دابۃ الارض" کے ظاہر ہونے کا وقت ہے۔ مقام صفاء سے انگشتریٔ سُلیمانؑ اور عصائے موسیٰؑ ہاتھ میں ہوگا۔ انگشتری کو جب وہ مومن کی پیشانی پر رکھّے گا تو یہ نقش چمکے گا۔ "ھٰذا مومن حقّاً" اور جب کافر کی پیشانی پر رکھی جائے گی تو یہ نقش چمکے گا۔ "ھٰذا کافر حقّاً" پس "دابۃ الارض" اپنا سر بلند کرے گا۔ لوگ اس کو دیکھیں گے

آفتاب اس وقت مغرب سے طلوع ہوگا اس کے بعد کوئی توبہ قبول نہ ہوگی۔ اس کے بعد وہ اس آیت کو پڑھیں گے۔ لَا یَنفَعُ نَفْسًا اِیْمَانُهَا لَمْ تَکُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ الخ (سورۂ الانعام، آیت نمبر ۱۵۸)

امیر المومنین نے اس کے بعد فرمایا کہ اس کے بعد جو کچھ ہوگا اس کی بابت سوال مت کرو کہ رسولخدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں صرف عترت رسول کے اس راز کو اور کسی کو نہ بتلاؤں۔ نزال بن سیرہ جو وہاں موجود تھے انھوں نے صعصعہ سے پوچھا کہ "دابۃ الارض" سے کیا مراد ہے۔ صعصعہ نے کہا مراد "دابۃ الارض" سے وہ ہے جسکے پیچھے حضرت عیسٰی نماز پڑھیں گے جو عترت رسول سے بارہواں ہوگا اور نواں اولاد حسینؑ سے اور آفتاب سے جو کہ مغرب سے طالع ہوگا مراد حضرتؑ سے ہے جو درمیان صفا و مروہ ظہور فرمائیں گے۔ میزان عدل قائم کریں گے اور ہر گناہ کا وجود دنیا سے اٹھ جائیگا۔

اکثر راویوں نے اس حدیث کو اسی طرح بیان کیا ہے چنانچہ معتبر راویوں نے عبداللہ ابن عمر سے بھی روایت کی ہے کہ میں نے رسول خدا سے دجّال کے بارے میں یہ سنا ہے۔ ابن بابویہ نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ افسوس ہے مخالفین اور معاندین دجّال کے ظاہر ہونے کی تو خبر اپنی کتابوں میں دیتے ہیں اور یہ بھی لکھتے ہیں کہ اس نے غیر معمولی طولانی عمر پائی ہے۔ اور وہ اب تک غائب ہے اور آخری زمانہ میں وہ خروج کرے گا۔ مگر امام مہدی کی بقاء اور غیبت پر یقین نہیں رکھتے اور یہ کہتے ہیں بعید از عقل ہے۔ جس طرح یہود۔ نصاریٰ اور دیگر اقوام معجزات رسول کے منکر ہیں۔ اسی طرح معاندین عترت رسول کے معجزات سے منکر ہیں۔ مگر خدا اپنے نور کو تمام کر کے رہے گا۔

علی بن عبداللہ نے عبدالرحمٰن بن ابی عبداللہ سے اس نے ابی جارود سے روایت کی ہے کہ فرمایا امام محمد باقر علیہ السلام نے۔ قائم آل محمدؐ کی حکومت کل روئے زمین پر ہوگی اور تین سو نو سال زمین پر حکومت ہوگی۔ جتنی مدت "اصحاب کہف" خواب میں رہے اور اپنی تلوار سے کل روئے زمین کو فتح کریں گے اور سوائے دین محمدؐ کے اور کوئی دین نہ رہے گا۔

ہفت معجزات

اوّل :- محمد بن زاید کوفی نے امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ سات آدمی میرے فرزند صاحب الامر سے معجزہ طلب کریں گے۔ ایک شخص ماوراء النہر کا معجزۂ الیاسؑ طلب کرے گا۔ اور امامؑ :- ومن یتوکل علی اللہ فہو حسبہ :- کہہ کر دجلہ کے پانی پر ایک کنارہ سے دوسرے کنارہ تک جائیں گے اور موزہ بھی تر نہ ہوگا۔ وہ یہ دیکھ کر کہے گا یہ شخص جادوگر ہے اور معجزہ سے انکار کردے گا۔ امامؑ پانی سے مخاطب ہوں گے کہ اس کو غرق کردے اور وہ سات روز تک پانی میں تڑپے گا اور زندہ رہے گا اور یہ فریاد کرے گا یہ جزا امامؑ زمانہ سے انکار کی ہے۔

دوّم :- ایک اصفہانی آپؑ سے معجزۂ خلیلؑ طلب کرے گا۔ آپ آتشِ عظیم روشن کرنے کا حکم دیں گے اور :- فسبحان الذی بیدہ ملکوت کل شیٔ و الیہ ترجعون :- کہہ کر آگ میں داخل ہو جائیں گے اور سلامت باہر نکل آئینگے وہ مردود کہے گا یہ بہت بڑا جادوگر ہے۔ امامؑ آگ کو حکم دیں گے کہ اس کو پکڑ لے۔ آگ اس کو اپنی طرف کھینچ لے گی۔ اور وہ یہ کہتا ہوا کہ یہ جزا ہے انکارِ امامؑ کی پھر وہ خاک ہو جائیگا۔

سوم :- ایک شخص فارس کا، جب عصائے موسیٰؑ ہاتھ میں دیکھے گا تو معجزۂ موسیٰؑ امامؑ سے طلب کرے گا۔ امامؑ :- والق عصاک فاذا ھی ثعبان مبین :- کہہ کر عصا زمین پر پھینک دیں گے اور وہ اژدھا بن جائے گا۔ یہ مردود کہے گا یہ تو عجیب جادو ہے۔ امامؑ، اژدہے کو حکم دیں گے کہ اس کو نگل جائے۔ اژدہا اس کو نگل جائیگا۔ سر و گردن باہر نکلی رہے گی اس سے آواز آئے گی یہ جزا ہے معجزہ کو جادوگری کہنے اور انکارِ امامؑ کی۔

چہارم :۔ ایک شخص آذربائیجان کا آپؑ سے کہے گا، اگر امام ہو تو اس ہڈی سے کہو کہ بولے اور خضرؑ کا معجزہ دکھلاؤ۔ امامؑ دُعا فرمائیں گے اور ہڈی تکلم کرے گی کہ اے امام زمانہ میری بخشش کی دُعا فرما دیجئے۔ مگر وہ شخص (مردُود) کہے گا یہ کھلا جادو ہے اس کو سُولی دے دی جائے گی اور یہ کہتا ہے گا کہ یہ انکارِ امام کی سزا ہے۔

پنجم :۔ ایک شخص اہلِ عمّان کہے گا کہ لوہا، داؤدؑ نبی کے ہاتھ میں نرم ہو جاتا تھا اگر آپؑ کے ہاتھ میں بھی لوہا نرم ہو جائے تو امامت کا قائل ہو جاؤں گا۔ امامؑ لوہے کو ہاتھ میں لے کر نرم فرما دیں گے۔ وہ شخص پھر بھی انکار کرے گا۔ اسی لوہے سے وہ یہ کہتا ہوا کہ یہ جزا ہے صادق امامؑ کے انکار کی، ہلاک ہو جائے گا۔

ششم :۔ ایک شخص اثنا اگر آپ سے کہے گا کہ چھری، اسمٰعیلؑ کے حلق پر کارگر نہ ہوئی میں اس کو ابراہیمؑ کا معجزہ سمجھتا ہوں آپ بھی یہ معجزہ دکھائیں، آپ اُس سے کہینگے تو بھی چھری فلاں شخص کے حلق پر چلا۔ چنانچہ وہ چلائے گا اور کارگر نہ ہو گی۔ پھر بھی وہ کہے گا کہ یہ جادو ہے۔ وہ چھری خود اس کے حلق پر چل کر اُس کو ہلاک کر دیگی۔

ہفتم :۔ ایک عرب آپؑ سے آپ کے جدِّ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا معجزہ طلب کرے گا آپ ایک شیر کو بلا کر اس سے اپنی امامت کی گواہی دلوائیں گے۔ مگر وہ عرب پھر بھی انکار کر دے گا۔ آپ شیر کو حکم دیں گے کہ اس کو نگل جائے چنانچہ یہ کہتا ہوا کہ یہ سچے امامؑ سے انکار کی سزا ہے شکم شیر میں پہونچ جائے گا۔

نیز امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا کہ جب جبرئیل ندائے ظہور صاحب الامرؑ دیں گے۔ تو اس قدر ہولناک ہو گی کہ کھڑے ہوئے بیٹھ جائیں گے اور بیٹھے ہوئے کھڑے ہو جائیں گے۔ خوابیدہ بیدار ہو جائیں گے اور کوئی مومن ایسا نہ رہیگا جو اپنی زندگی میں آرزوِ خدمتِ امام رکھتا تھا۔ وہ امامؑ تک نہ پہونچے فرشتہ قبورِ مومنین پر آواز دے گا۔ ظہورِ امامؑ ہو گیا ہے اگر چاہو تو ان کی خدمت میں پہونچ سکتے ہو۔

کتاب خرائج میں مذکور ہے کہ امام ثامن ضامن حضرت علی رضا علیہ السّلام سے قائمِ آلِ محمدؐ کے بارے میں لوگوں نے سوال کیا، آپؑ نے فرمایا کہ قائمِ آلِ محمدؐ

کے صفات میں سے ایک یہ ہے کہ بہ لحاظ سِن پیر اور بہ لحاظ صورت جوان ہوں گے، حتیٰ کہ دیکھنے والے ان کو چالیس سال سے زیادہ کا نہ بتلائیں گے اور جب وہ مکہ سے نکلیں گے تو شعیبؑ بن صالح آپ کے لشکر کے سردار ہوں گے۔

ابنِ بابویہ نے کتاب "نبوت" میں سہل بن سعید سے روایت کی ہے کہ ہشام بن عبدالملک نے مجھے حکم دیا کہ صفا میں ایک کنواں کھودا جائے۔ جب کنواں کھودا گیا اور تقریباً سو گز تک کھد گیا تو ایک آدمی کا سر دکھائی دیا جب اس کو صاف کیا تو ایک سفید پوش ایک پتھر پر کھڑا ہوا نظر آیا جس کے سر پر ایک زخم تھا اور زخم پر اس کا ہاتھ رکھا ہوا تھا جب ہاتھ کو ہٹایا تو زخم سے خون جاری ہونے لگا۔ ہاتھ کو پھر وہیں زخم پر رکھ دیا گیا، خون بند ہو گیا۔ اس کے لباس پر لکھا ہوا تھا "میں ہوں شعیبؑ بن صالح، خدا نے مجھے اس قوم کی ہدایت کے لئے بھیجا تھا اس قوم نے میرا سر زخمی کر دیا اور مجھے اس کنوئیں میں ڈال دیا۔" میں نے یہ واقعہ ہشام کو جا کر سنایا اُس نے حکم دیا کہ اس چاہ کو اسی مٹی سے پھر بھر دو۔

نیز زیاد ابنِ صلت نے امام ہشتم (علیؑ رضا) سے روایت کی ہے۔ کہ جب میں نے اُمامؑ سے سوال کیا کہ صاحبؑ الامر آپ ہیں تو فرمایا، ہاں، مگر میں وہ صاحبِ امرؑ نہیں جو زمین کو عدل و انصاف سے پُر کر دے گا۔ وہ سن میں پیر اور صورت میں جوان ہو گا۔ خدا اس کو وہ قوت عطا کرے گا۔ اگر چاہے تو عظیم ترین درخت کو جڑ سے اُکھاڑ دے اور اگر پہاڑ کو آواز دے تو ایسا خوف سے لرزے کہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔ عصائے موسیٰؑ اور خاتم سلیمانؑ اس کے ہاتھ میں ہو گا اور وہ میرا چوتھا فرزند ہو گا۔ اس کا زمانہ غیبت دراز تر ہو گا۔ دور دراز کی آواز مثلِ قریب سنے گا مومنوں کے لئے رحمت اور کافروں کے واسطے عذاب ہو گا۔ زمین اس کے نور سے نورانی ہو جائے گی۔ عدل پیدا اور ظلم ناپید ہو جائے گا۔ معجزہ طی الارض کا حامل ہو گا۔ جسم کا سایہ نہ ہو گا۔ اور ایک منادی آسمان سے ندا کرے گا جس کو ہر شخص صاف سُنے گا کہ حجّتِ خدا کا ظہور ہو گیا، خانۂ خدا میں اتباع کرو۔ حق اس کے ساتھ ہے۔ چنانچہ

خدائے تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے :- اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَیْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰیَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِیْنَ (سورۂ الشعراء آیت نمبر ۴) - یعنی اگر ہم چاہیں تو آسمان سے اپنی نشانی بھیجیں جو جباروں کی گردن کج کر دے - اور انکو ذلیل و خوار کر دے -

تمام اصحاب کا اس امر پر اجماع ہے اور ہر ایک معتقد ہے کسی کو اہلِ اسلام سے اس سے انکار نہیں ہے کہ مہدی ایک وقت آئے گا - لیکن بعض مسلمان کہتے ہیں کہ پیدا ہوگا اور طول عمر کو خلاف عقل کہتے ہیں. حالانکہ بقاء اور وجود ممکنات میں سے ہے اور روایت مستند و مشہور - کہ جو مر جائے اور اپنے زمانے کے امام کو نہ پہچانے وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے. وہ اس پر دلیل واضح ہے جس پر کسی کو اختلاف نہیں، ملا سعد الدین نے شرح عقائد میں نقل کیا ہے کہ اس خبر کی بناء بر مذہب غیر امامیہ کے لئے مشکل ہو جائے گی - اور ملا جلال دوانی نے کہا ہے کہ یہ خبر دلیل ہے صداقتِ مذہب امامیہ پر - اور ابنِ طلحہ شافعی اور صاحب فصول المہمہ مالکی جو کہ اکابر علمائے مذہبِ اہلسنت ہیں، لکھتے ہیں کہ درازئی عمر کا بعید از عقل سمجھنا نامعقول ہے کیونکہ یہ امر ممکن الوقوع ہے جیسے خضرؑ - عیسیٰؑ - الیاسؑ اور نوحؑ — اور مردودین میں ابلیسؒ و دجالؒ —— اور مخبرِ صادق نے اس کی خبر دی ہے لہٰذا اس پر مباحثہ اور مکابرہ باطل اور نامعقول ہے -

گذرِ تاجران در بلادِ صاحب زمانؑ

اگرچہ شیعیانِ امیر المومنینؑ و محبانِ صاحبؑ زمان و زمین کیواسطے وجودِ امامؑ آخر الزمان پر کسی دلیل اور ثبوت کی ضرورت نہیں ہے لیکن مندرجہ ذیل حکایت چونکہ عجیب و غریب ہے جو گوش موالیان تک بھی شاید کم پہونچی ہو - جس کو کتاب "اربعین" میں جو کہ اعظم مجتہدین علماءِ ملت سید المرسلین غلامانِ

ائمۂ طاہرین کی تصنیفات سے ہے۔ میں نے دیکھی ہے اگرچہ طولانی ہے لیکن برائے
تازگیِ ایمان، محبانِ صاحبِ زمان تحریر کی جارہی ہے۔ عالم و عامل متقی و فاضل محمد
بن علی علوی الحسینی سے روایت ہے کہ ۵۴۳ھ ماہِ رمضان میں فرزندِ ذیشان
عون الدین یحییٰ ابنِ ہبیر حاکم مدینہ نے مجھے اور کچھ اور لوگوں کو برائے افطار مدعو
کیا۔ بعد افطار مخصوصین کو روک لیا مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی۔ تیز
بارش بھی طولانی نشست کا باعث بن گئی۔ اثنائے گفتگو میں مذاہب کا ذکر چھڑ
گیا۔ وزیر کے پہلو میں اتفاقاً ایک مردِ معتبر و معزز بیٹھا ہوا تھا جس کو میں نے پہلے
کبھی نہ دیکھا تھا۔ وزیر اس سے بڑے احترام و ادب سے ہمکلام تھا۔ جب بات مذہب
تک پہونچی، وزیر نے کہا شیعہ بڑی قلیل جماعت ہے لوگوں کی نظر میں ان کا کوئی مقام
بھی نہیں اور اہلسنت کثیر ہیں اور ہر جگہ ان کی عزت اور مقام ہے۔ وہ شخص وزیر
کی طرف متوجہ ہوا اور اس نے چاہا کہ میں وزیر پر ثابت کروں کہ کثرت دلیلِ حقیقت
اور قلت دلیلِ بطلان نہیں ہوتی۔ اور کہا (اطال اللہ بقاک)۔ اگر آپ اجازت
مرحمت فرمائیں تو میں ایک واقعہ جو مجھ پر واقع ہوا ہے۔ اور میں نے بچشم خود
دیکھا ہے۔ سناؤں۔ وزیر نے بعد تامل کہا سناؤ۔ اس نے پھر یوں کہنا شروع کیا۔

میں ایک شہرِ عظیم "باہیہ" کا باشندہ ہوں جو ایک ہزار دو سو قریہ پر مشتمل
ہے۔ کثرتِ آبادی ناقابلِ شمار ہے اور وہ سب کے سب نصرانی ہیں وہاں کے جزیرے
جو کہ نوبیہ اور حبشہ سے ملحق ہیں نصاریٰ ہی سے مملو ہیں۔ جن کی تعداد سوائے خدا کے کسی کو
نہیں معلوم۔ میرا خیال ہے کہ مسلمانوں کی تعداد انکے مقابل میں بہشتیوں کی تعداد کے مثل
ہے۔ دوزخیوں کے مقابل ہیں۔ لہٰذا اگر کثرت ہی دلیلِ حقیقت ہے تو شیعہ، اہلسنت
سے تعداد میں کثیر ہیں۔ میں اکیس سال قبل اپنے والد کے ہمراہ بغرض تجارت مدینہ
سے باہر گیا۔ دریا کا بڑا پُر خطر سفر تھا۔ تقدیر ہماری کشتی کو کھینچ کر ایک جزیرہ میں لے آئی
وہاں سے بڑے وسیع و عظیم سرسبز و پُر رونق شہروں میں ہم پہونچے۔ جب ہم نے ملاح
سے استفسار کیا اس نے بھی کہا کہ واللہ اس سے قبل یہ مقام میں نے کبھی نہیں دیکھا۔

جب ہم پہلے شہر میں پہونچے جو نہایت لطیف و سرسبز تھا لوگ نہایت پاکیزہ ایک شخص سے میں نے اس شہر کا نام پوچھا تو کہا، مدینہ مبارکہ۔ حاکم شہر کا نام پوچھا۔ کہا فلاں نام ہے۔ میں نے پایۂ تخت اور دارالسلطنت کی بابت سوال کیا تو کہا اسکا نام زاہرہ ہے۔ جو یہاں سے براہِ دریا دس روز کی راہ ہے اور براہِ خشکی ایک ماہ۔ میں نے کہا حاکم کا عملہ اور کارندے کہاں ہیں تاکہ ہم اپنا مالِ تجارت ان کو دکھائیں۔ اس نے کہا یہاں کوئی عملہ نہیں، تاجر خود حاکم کے پاس جاکر معاملہ کرتے ہیں۔ اس نے ہمیں حاکم شہر تک پہونچایا۔ جب ہم پہونچے دیکھا کہ ایک شخص نورانی صورت، پاکیزہ لباس پہنے دوات قلم سامنے رکھے کچھ لکھ رہا ہے۔ ہم نے سلام کیا، جوابِ سلام دیا، مرحبا کہا، ہم نے اپنے آنے کی وجہ بتلائی تو فرمایا، مشرّف بہ اسلام ہو، یا نہیں۔ ہم نے کہا بعض مسلمان ہیں اور بعض دینِ موسوی پر ہیں۔ فرمایا اہلِ ذمہ جزیہ ادا کریں۔ اور مسلمانوں کو بلاؤ تاکہ تحقیقِ مذہب ہو سکے۔

لہٰذا میرے باپ نے جزیہ اپنا اور میرا اور تین افراد کا ادا کیا کیونکہ ہم نصرانی تھے۔ نو۹ یہودی تھے۔ انھوں نے اپنا اپنا جزیہ ادا کیا۔ اس کے بعد مسلمان پیش ہوئے جو صاحبِ ایمان ثابت نہ ہوئے۔ فرمایا جو کہ خدا و رسولِ مجتبیٰ و وصیِ علیؑ مرتضیٰ۔ اور جملہ اوصیاء تا صاحب الامرؑ قائل نہیں وہ داخلِ خوارج ہے مسلمانوں نے جب یہ سنا اور اپنے مال کو معرضِ تلف میں دیکھا تو درخواست کی ہمیں بادشاہ کے پاس بھیجدیجئے وہ جو حکم ہمارے متعلق کریں گے وہ ہمیں منظور ہوگا۔

چنانچہ ہمیں ایک راہبر کے ہمراہ شہر زاہرہ روانہ کر دیا۔ ہم چودہ۱۴ روز میں زاہرہ پہونچے۔ اتنا خوبصورت اور خوشنما شہر نہ دیکھا تھا۔ نہ کبھی سنا تھا۔ ہر طرف آبحیات کے چشمے جاری تھے۔ ہوا جان بخش اور خوشگوار تھی۔ لوگ دروغ و غیبت و بدمعاملگی سے ناواقف تھے۔ ان کا ہر کام رضائے الٰہی پر موقوف تھا۔ جب مؤذّن اذان دیتا ہر شخص مسجد میں برائے نماز آموجود ہوتا بعد فراغت اپنے کاروبار میں مشغول ہو جاتا۔ کچھ لوگوں نے قصرِ سلطانی تک ہماری رہبری کی، ایک شاندار قصر میں جو سرسبز باغات و انہار سے رشکِ

جنّت تھا۔ ہم نے ایک جوان خوش رو کو تخت پر درویشانہ لباس میں بیٹھا ہوا دیکھا جسکے ہر طرف خدّام برائے خدمت کمر بستہ۔ مؤذن نے اذان دی باغ نماز یوں سے بھر گیا۔ سلطان نے کارِ امامت انجام دیا۔ بعد فراغتِ فریضۂ نماز سلطان ہماری طرف متوجہ ہوا اور کہا تم لوگ شاید تازہ وارد ہوئے ہو۔ ہم نے کہا ہاں۔ ہمیں خاطر و مدارات سے بیٹھایا اور ہم سے سببِ ورُود پوچھا۔ ہم نے کل واقعہ از اوّل تا آخر بیان کر دیا۔ حال معلوم ہونے کے بعد ہمارے مسلمانوں سے مخاطبہ کیا۔ کہ مسلمانوں میں چند فرقے ہیں تم کون سے فرقہ سے منسلک ہو؟ ہم میں سے ایک مسلمان جس کا نام "روزبہانی" تھا اور شافعی مذہب رکھتا تھا ہمکلام ہوا اور اپنے عقیدہ کا اظہار کیا۔ سلطان نے کہا کہ تم کتنے شافعی عقیدہ کے ہو۔ روزبہانی نے کہا ہم سب شافعی مذہب رکھتے ہیں سوائے ایک کے جو مالکی عقیدہ رکھتا ہے نام اس کا حسام ابنِ قیس ہے۔ سلطان نے بہ نظر ہدایت و تبلیغ کہا کہ تم شافعی اجماع کے قائل ہو اور قیاس پر عمل کرتے ہو۔ اس نے کہا جی ہاں۔ یا ابنِ صاحب الامر (وہاں کے لوگ ان کو اسی نام سے پکارتے تھے) سلطان نے فرمایا اے شافعی تم نے "آیۂ مباہلہ" قرآن میں پڑھا ہے۔ روزبہان نے کہا، جی ہاں پڑھا ہے۔ فرمایا پڑھو۔ اس نے پڑھا (قُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ .... (تا آخر آیت)۔

فرمایا میں تجھے خدا اور اس کے قرآن کی قسم دیتا ہوں کہ بتلا اس آیت میں خدا کی مُراد کن لوگوں سے ہے۔ روزبہان خاموش رہا۔ فرمایا میں تجھے خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ کیا علیؑ۔ فاطمہؑ۔ حسنؑ۔ حسینؑ کے علاوہ بھی کوئی دوسرا اس آیت سے مُراد ہے۔ روزبہان نے کہا۔ نہیں یا ابن صاحب الامر۔ فرمایا، واللہ نہیں نازل ہوئی یہ آیت مگر صرف ان لوگوں کی شان میں اور اس کے علاوہ بھی کچھ آیات اور احادیث اس خوش الحانی اور جذبہ ایمانی سے پڑھیں کہ ہم سب لرز گئے اور رونے لگے اور روزبہان نے روتے ہوئے کہا کہ برائے خدا اپنا نسب بیان فرمائیے اور ہم گم گشتگان راہ کو راہِ ہدایت دکھائیے۔ فرمایا، طاہر ابنِ مہدی بن حسن بن علی بن محمد بن

علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمدؑ بن علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ کہ جن کی شان میں خدا نے فرمایا (وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُبِينٍ -) خدائے تعالیٰ کی مراد امامِ مبین سے نہیں ہے مگر ذاتِ امیرالمومنینؑ خلیفہ بلا فصل خاتم المرسلین سے اور اے شافعی! ہم آلِ رسولؐ ہیں اور اُولی الامر سے مراد ہم ہی ہیں (سورۂ یٰسین آیت ۱۲)

روزبہان نے جب یہ کلمات شہزادۂ عالمیان سے سُنے بے ہوش ہو گیا جب ہوش میں آیا تو پکارا کہ خدا کا شکر ہے کہ قیاس کی تاریکی سے نکل کر یقین کی روشنی ملی اور روزبہان کے تمام ساتھی جو کافر تھے اُنھوں نے بھی اسلام قبول کیا اور آٹھ روز تک شہزادۂ عالمیان کے مہمان رہے جب رخصت چاہی تو شہر کے اکثر لوگوں نے ہمیں ایک ایک روز مدعو کیا، چنانچہ ایک سال کی طویل مدّت تک سلسلہ مہمان نوازی جاری رہا۔ وہاں لوگوں نے ہمیں بتلایا کہ اس شہر کا طول و عرض دو دو ماہ کی راہ ہے اور اس کے بعد ایک اور شہر ہے جس کا نام "رَبقہ" ہے وہاں کے حاکم قاسم بن صاحبِ اَمر ہیں اس شہر کا طول و عرض بھی اس شہر کی مثل ہے اس کے بعد ایک اور شہر ہے جس کا نام "ضیافہ" ہے۔ وہاں کا سلطان ابراہیم ابنِ صاحب الامر ہے اس کے بعد ایک اور شہر بے انتہا پُر رَونق دینی اور دُنیوی صفات سے آراستہ ظلوم ہے جس کے حاکم عبدالرحمٰن ابن صاحب الامر ہیں اس شہر میں بہ کثرت خوشنما باغات ہیں۔ اور اس شہر کا بھی طول و عرض دو دو ماہ کی راہ ہے۔ اس کے بعد ایک اور شہر ہے جس کا نام "قناطیس" ہے جس کے حاکم ہاشم بن صاحبِ اَمر ہیں۔ اس شہر کی مسافت چار ماہ ہے جو "جنّات تجری من تحتہا الانہار" کا نمونہ ہے۔ المختصر طول و عرض ان ممالک کا ایک سال کی راہ سے بھی زیادہ ہے۔ باشندے وہاں کے لامحدود شمار سے باہر ہیں جو سب کے سب "شیعہ اثناء عشری" مومن و متّقی پیروانِ آئمہ معصومین ہیں خضوع و خشوع سے نمازیں ادا کرتے ہیں۔ روزے رکھتے ہیں۔ زکوٰۃ و خمس ادا کرتے ہیں اور مستحقین کو پہونچاتے ہیں۔ حج بیتُ اللہ کو آتے ہیں سب پیرِ وسرکارِ دو عالمؐ ہیں۔ اور بالیقین دُنیا کے تمام مسلمانوں سے بلکہ دُنیا سے ان کی تعداد زیادہ ہے۔ لوگوں کا خیال

تھا کہ صاحب الامرؑ وہاں تشریف لانے والے ہیں ہم انتظار میں رہے مگر دولتِ زیارت نصیب نہیں ہوئی۔ ہم واپس چلے آئے اور حسام اور روزبہان انتظارِ زیارت میں وہیں مقیم رہے جب اس شخص نے بہ چشم دید واقعات سنائے تو وزیر اٹھ کر چلا گیا اور تنہائی میں ایک ایک شخص کو بلا کر وعدہ لیا کہ یہ واقعات، وہ اور کسی کے سامنے بیان نہ کریں۔

اِس قسم کی حکایات بے شمار ہیں۔ خود روزبہان نے بعد حصولِ شرفِ زیارت اپنا واقعہ بھی لکھا ہے جس کو بہ خوف طوالت نظر انداز کیا جا رہا ہے۔

حضرت صاحب الامرؑ خاتم الوصیینؑ کے متعلق نصوصِ رسولِ ربّ العالمین خاتم المرسلینؐ و ائمۂ طاہرینؑ اس قدر ہیں جو کہ کتاب "اکمال الدّین و اتمام النّعمہ و فصول المہمہ و کشف الغمہ" اور کتبِ مخالف اور موالف میں مندرج ہیں اگر انکو جمع کر لیا جائے تو ایک دفتر بن جائے۔ اور یہ تو ناممکن ہے کہ کوئی، وقتِ تولّد سے اب تک کے معجزات، واقعات اور حالات تمامتر جمع کر سکے۔ اگر دریا سیاہی بن جائیں تو بھی کلماتِ ربّی تمام نہیں ہو سکتے۔

خاتمہ در نکتہ چند متفرّقہ

ہر ایک کو معلوم ہے کہ اُمّتِ رسُولؐ بعد رسُولؐ تہتّر فرقوں میں مُنقسم ہو گئی جیسا کہ خود مخبرِ صادقؐ نے خبر دی تھی، ان فرقوں میں کچھ بگڑتے اور کچھ بنتے رہے۔ یہاں ہمیں صرف دو ہی بڑے فرقوں کا تذکرہ کرنا مقصود ہے۔ ان میں سے ایک فرقہ شیعہ ہے۔ جو بعدِ رسُولِ خدا، علیِّ مرتضٰیؑ کو امامِ بے فاصلہ بنصِّ خدا و رسُولؐ مانتے ہیں دوسرا فرقہ اہلسنّت ہے جو ابی بکر بن ابی قحافہ کو خود ساختہ مانتے ہیں۔

مذہب شیعہ روزِ اوّل سے آج تک مذہب رسُولِ خدا و ائمۂ طاہرینؑ ہی

اور ان کا مذہب بربنائے اصول یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ اَزلی اور اَبدی ہے اور جو اس کے غیر ہے وہ حادث ہے۔ خدائے تعالیٰ جسم و جسمانیت سے منزّہ ہے اور مخلوقات سے مشابہت نہیں رکھتا۔ مگر ہر چیز پر قادر ہے۔ ظالم و جابر نہیں ہے۔ بُرائی اُس سے سرزد نہیں ہوتی۔ بندوں کے اَفعال کا بندوں سے ہی تعلّق ہے۔ مطیع کو ثواب عطا کرتا ہے اور عاصی کو عذاب یا معافی۔ اس کا کوئی کام عَبَث اور بیکار نہیں۔ اس نے اَنبیاء کو ہدایت کے لئے بھیجا ہے۔ دیکھا نہیں جا سکتا۔ اور حواس اُسکو نہیں پا سکتے اس کے اَوامر و نَواہی حادث نہیں۔ اور اس کے انبیاءؑ اور اَوصیاءؑ سب معصوم ہیں۔ اور اَوصیاء قائم مقام پیغمبر ہیں۔ لہٰذا اِرشاد و اِطاعت میں واجب الاطاعت ہونے کی وجہ سے معصوم ہیں اور صفتِ عصمت کے باعث منصوص من اللہ ہیں۔ اگر خدا کے لئے کوئی جہت یا مکان مان لیا جائے تو حادث قرار پائے گا۔ محتاجِ مکان ہو جائیگا۔ اور اگر قادر نہ مانیں تو ناقص ہوگا۔ اور اگر ظالم یا جابر مان لیا جائے تو حادث و محتاج ہو جائے گا۔ اور اگر اعمال کا خود بندوں کو مختار نہ مانا جائے تو ثواب و عذاب بے محل ہوگا۔ اور اگر اطاعت گذار کو ثواب سے محروم رکھے تو ظالم قرار پائے گا۔ اور اگر خدا کے اَفعال کو بیکار اور عَبَث مان لیا جائے تو جاہل قرار پائے گا۔ حالانکہ خود فرماتا ہے (وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لَاعِبِيْنَ) "سورۃ الانبیا آیت نمبر ۱۶" اگر حواس سے معلوم کیا جا سکے تو مجسم ہو جائے گا۔ (استغفر اللہ)۔ اس نے خود فرمایا ہے۔ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ (سورۂ انعام آیت نمبر ۱۰۳)۔ اور اگر اَنبیاءؑ کو معصوم نہ مانا جائے تو ان کی کوئی خبر قابلِ اعتبار نہ رہے گی۔ اسی طرح اَنبیاء کے اَوصیاء بھی اسی حکم میں آتے ہیں اور چونکہ عصمت اَمرِ خفی ہے جس کو سوائے خدا کے اور کوئی نہیں جان سکتا۔ لہٰذا وصی کا بھی منصوص من اللہ ہونا ضروری ہے۔ یہ ہے خلاصہ مذہبِ شیعہ اور اثنا عشری کے "اصول"۔ اور "فروع" مذہب میں شیعہ اَخذ اَحکامِ شریعت اَئمہ معصومینؑ سے کرتے ہیں اور معصومینؑ رسولؐ سے اور رسولؐ جبرئیلؑ سے اور جبرئیلؑ حق تعالیٰ سے۔ کسی عارف نے ایک قطعہ نظم کیا ہے جسکا ذیل میں صرف ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے۔

ترجمہ :- "اگر چاہو کہ اپنے لئے اچھا مذہب اختیار کرو جو روزِ قیامت شعلۂ آتش سے محفوظ رکھے تو قیاسات کو چھوڑ کر اس جماعت کا دامن پکڑو جو یہ کہتی ہے کہ یہ میں نے اپنے جدّ سے سنا ہے اور انھوں نے جبرئیلؑ سے اور جبرئیلؑ نے خدائے تعالیٰ سے۔ اور درمیان میں کوئی اور واسطہ نہیں ہے۔"

امام کے لئے ضروری ہے کہ وہ علم و دانش میں افضل النّاس ہو۔ یہ امر مسلّمہ فریقین ہے چنانچہ ابنِ ابی الحدید سے منقول ہے کہ بارہ معصومین میں سے ہر ایک میں جمیع علوم موجود تھے۔ اوّل امیر المومنین علیؑ ابنِ ابی طالب کہ علم جمیع علماء آپ تک منتہی ہوتا ہے۔ اور حسن و حسین علیہم السّلام وارث علوم جدّ بزرگوار تھے۔ اور علم و عبادت حضرت زین العابدینؑ محتاج بیان نہیں۔ امام محمّد باقرؑ کو بوجہ کمالِ علم "باقر العلوم" کہا جاتا ہے اور امام جعفرِ صادقؑ سے چار ہزار افراد نے استفادہ علم کیا ہے۔ اور ہر ایک نے آپؑ سے جو احادیث، اقوال و جواباتِ مسائل سے ان کو نقل کیا ہے۔ جن کی تعداد چار سو ہے۔ اور کوئی اقسام علوم سے ایسی بات نہیں رہی جس کو آپ نے نہ بیان کیا ہو۔ اور امام موسیٰ کاظم کو صرف کمالِ علمی کی وجہ سے ہارون رشید نے قید میں رکھا۔ اور اگر کوئی چاہے کہ علومِ امام علیؑ رضا سے واقفیت حاصل کرے اس کو کتاب عیون اخبار الرّضا کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ اور آپ نے ان مباحث اور مناظرات کو جس میں اس زمانہ کے تمام علماءِ کبار پر فتح پائی، دیکھنا چاہیئے۔ اور امام محمّد تقیؑ و امام علیؑ نقی کے علم کے متعلّق ہم قدرے ذکر کر چکے ہیں۔ امام حسن عسکری علیہ السّلام کے زمانہ میں بڑی پابندی تھی اور کوئی آپؑ تک جا بھی نہ سکتا تھا حکومت کے پہرے بیٹھے ہوئے تھے اس لئے احادیث کا بیان کمتر نظر آتا ہے۔ محقّقین علماءِ امامیہ اس پر متّفق ہیں کہ امیر المومنین چونکہ نفسِ رسول ہیں لہٰذا دیگر ائمہؑ سے افضل ہیں اور جنابِ حسنینؑ فرزندِ رسول ہیں اور ان کی والدہ فاطمۃ الزّہراءؑ ہیں اور والد امیر المومنینؑ ہیں۔ باقی ائمہؑ سے افضل ہیں۔ لیکن تمام ائمہؑ بہ لحاظِ علم برابر ہیں مگر ثواب عبادات صاحب الامر بوجہ طول عمر زیادہ ہے۔

احباب کا کیا ذکر ان کے جانی دشمن جو منبروں پر بُرا کہتے تھے، ذرا تاریخ اُٹھا کر دیکھئے تو وہ بھی تنہائی میں بیٹھے ہوئے ان کی مدح وثناء کے قصائد پڑھتے ہوئے نظر آئیں گے۔ آج بھی جو دِل سے دشمنِ علیؑ ہیں، زبان سے ان کی ستائش وثناء کے گیت گاتے نظر آتے ہیں۔

ایک سوال اور اُسکا جواب

کسی نے یہ سوال کیا کہ کیا وجہ ہے؟ مسلمانوں کا خدا ایک، رسُول ایک، کتاب ایک، قبلہ ایک، عبادات ایک، اور ایک ہی رسُول کی رِسالت وامامت مگر اس قدر اختلاف کہ تہتّر فرقوں میں منقسم ہو گئے۔ اِن فتنوں اور فساد کا آخر سبب کیا ہے۔

ایک فاضل عالِم نے جواب دیا کہ اس کی دو وجہیں ہیں۔ پہلی وجہ عداوت ابلیس کی اولادِ آدم سے کیونکہ اوّل روز ہی وہ قسم کھا چکا ہے کہ میں اولادِ آدم کو بہکاؤں گا اور قسم بھی معمولی نہیں، ربّ العزّت کی قسم کھائی ہے چنانچہ خود خدا قرآن میں فرماتا ہے۔ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ (سورۂ ص آیت نمبر ۸۲)۔ چنانچہ آدمؑ کے زمانہ میں ہی اس نے اپنا کام شروع کر دیا تھا اور ہابیل وقابیل کا واقعہ اس کا ثبوت ہے۔ اور اب تک بڑے شدّومد سے اسکا کاروبار چل رہا ہے مگر عبادِ مخلصین کا اِستثناء اس وقت بھی تھا اور آج بھی ہے۔

دوسری وجہ حسد ہے جو انسان کو چین سے بیٹھنے نہیں دیتا۔ "حاسد کو ایکدم نہیں راحت جہان میں" اور تو اور خدا سے حسد۔ یہ خدا کیوں ہے ہم اس مرتبہ جلیلہ پر فائز نہ ہوئے، چنانچہ دعوائے خدائی ہوئے۔ فرعون ونمرود وغیرہ جذبہ حسد نے پیدا کئے۔ خدائی کا دعویٰ ہوا۔ طاقت کا مظاہرہ ہوا۔ آسمانی خدا سے جنگ لڑی شدّاد نے

سنا کہ اس کے یہاں جنّت بھی ہے یہاں جنتِ اِرم تیّار کی گئی۔

انبیاء کے مراتب و مناصبِ جلیلہ کو انسان نے دیکھا حسد سے نہ دیکھا گیا نبوّت کے جھوٹے دعوے ہوئے۔ انبیاء کو طرح طرح کی تکلیفیں دی گئیں۔ کہا گیا مفلس و نادار نبی کیسے ہو سکتا ہے۔ ہم دولتمند ہیں۔ نبی ہم کو ہونا چاہیے۔ چنانچہ معجزات طلب کئے گئے۔ اِس پر تسکین نہ ہوئی کہہ دیا بہت بڑا جادوگر اور ساحر ہے۔ بہر حال خدا کا آخری نبی آیا اور امدادِ خداوندی لے کر آیا۔ شیطان کی ایک نہ چلی۔ اِسلام کا نشان اور دین کا پرچم بلند ہوتا چلا گیا۔ دینِ اسلام کو قبول کرنے والے زیادہ تر غریب اور نادار تھے۔ عرب کے متوسّل طبقے اور قبائل کے سرداروں کو حسد نے آگے بڑھنے نہ دیا۔ لیکن انوارِ محمّدی اور بازوئے حیدری نے کفارِ قریش کے حسد و عداوت کو خاک میں ملا کر "کلمۂ توحید" پڑھوایا۔ بالآخر رسُول کو خدا نے بلایا۔ رسُول، علیؑ کے متعلق چند وضاحتیں فرما چکے تھے۔ مگر حسد سننے کے لئے تیّار نہ تھا۔ یہ مناصب مدارج اور کرسی کی بات تھی۔ پہلے ہی سے کچھ سرگوشیاں شروع ہو گئیں تھیں بعض کہتے تھے، ایک ہی خاندان میں نبوّت اور امامت کا جمع ہونا خلافِ عدل ہے۔ لہٰذا حصولِ منصب کے لئے وہ خطرناک شرطِ عصمت کی اُڑانی پڑی تاکہ اس میدان میں عوام کی رسائی بھی ہو سکے۔ لہٰذا اس وقت سے مختلف اِعتقادات مختلف فرقوں کی بُنیاد پڑتی گئی۔ خدا برا کرے اس حسد کا جس نے حصولِ مراتب کے لئے بادشاہوں سے بیٹوں کو، بیٹوں سے باپ کو، حقیقی بھائی سے بھائی کو قتل کرایا۔ اور اَب شیطان اور حسد دونوں مل بیٹھے ہیں تو تہتّر فرقے نہیں بلکہ ہر شخص کا ایک علٰحدہ مذہب ہے۔ اگر شیطان کے وَرغلانے اور حسد کے بہکانے سے ہم بچنا چاہتے ہیں تو "اِنّ عبادک المخلصون" کے دامن کو تلاش کریں جن کو خدا نے عصمت کی نعمت سے نوازا ہو۔ یا اللہ العالمین اھدنا الصّراط المستقیم

صراط الّذین انعمت علیھم۔

تحفۃ المومنین

(از مؤلف)

خاتمۂ کتاب پر ہم مومنین کی خدمت میں بارگاہِ امامِ آخر الزّمان علیہ السّلام کی عطا کردہ ایک بیش بہا دعا مرقومہ "مفاتیح الجنان" پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں تاکہ مومنین کرام اس عملِ عظیم سے جو کلیدِ حلِّ مشکلات، سرچشمۂ برکات اور بزرگانِ دین کا آزمودہ اور مجرّب بالخصوص راقم عاصی پُر معاصی کا تقریباً چالیس سال سے داخلِ اَوراد ہے، مستفید ہو کر قدرتِ خداوندی کے معجزانہ کرشمے دیکھ سکیں۔ عماد العلماء شیخ عبّاس قمّی علیہ الرّحمہ اپنی کتاب "مفاتیح الجنان" میں تحریر فرماتے ہیں کہ ثقۃ الاسلام شیخ نوری نور اللہ مرقدہٗ نے اپنی کتاب "دار السّلام" میں عالمِ ربّانی اَلحاج مُلّا فتح علی سلطان آبادی سے نقل فرمایا ہے کہ فاضل مقدّس اخوند مُلّا محمّد صادق عراقی۔ تہی دستی، پریشانی، رنجوری و بدحالی میں مبتلا تھے اور نہ کوئی نجات کی صورت نظر نہ آتی تھی۔ کہ ایک روز خواب میں دیکھا کہ ایک سرسبز و شاداب میدان میں چند خیمے نصب ہیں۔ فاضل موصوف ایک اس خیمہ کی طرف جو سب سے بلند و بالا تھا، گئے۔ پوچھا، یہ خیمہ کس کا ہے لوگوں نے بتلایا کہ یہ خیمہ حاجت روائے بے کساں، امامِ اِنس و جاں حضرت قائم مہدی عجّل اللہ فرجہ کا ہے۔ یہ سُن کر فاضل موصوف بہ عجلت خدمتِ امام میں پہونچے اور بصد احترام عرض کی کہ میں انواعِ مصائب میں مبتلا ہوں کوئی دُعا تلقین فرمائی جائے۔ امام علیہ السّلام نے برابر کے خیمہ کی طرف اشارہ فرمایا کہ اس خیمہ میں جا کر ہمارے فرزند سعید سے درخواست کرو۔ فاضل اخوند مُلّا محمّد صادق وہاں سے اُٹھ کر اس خیمہ میں داخل ہوئے۔ دیکھا کہ عالمِ امجد جناب سیّد محمّد صاحب

سلطان آبادی سجّادہ پر بیٹھے مشغول دُعا ہیں۔ فاضل اخوند نے بعد سلام عرض حال کیا۔
سیّد موصوف نے فاضل اخوند کو دعا تعلیم فرمائی۔ جب خواب سے بیدار ہوئے تو دُعا
ذہن میں محفوظ تھی اخوند محمّد صادق۔ عالم جلیل سیّد محمّد سلطان آبادی سے کچھ کشیدہ خاطر
تھے۔ مگر اس واقعہ کے بعد اُن کی خدمت میں پہونچے اور ان کو اسی طرح سے سجّادہ پر
مشغول دُعا پایا جس طرح خواب میں دیکھا تھا۔ سلام کیا۔ سیّد جلیل نے مسکراتے ہوئے
جواب سلام دیا جیسے کوئی واقفِ قضیہ ہو۔ فاضل اخوند نے اپنے کشائش حال کی دُعا چاہی
سیّد موصوف نے وہی دُعا جو رات خواب میں تعلیم فرمائی تھی، بتلائی۔ فاضل اخوند نے
اس دُعا کی برکت سے قلیل عرصہ میں ہی جملہ پریشانیوں سے نجات پائی۔ عالم اجل الحاجّ
سیّد محمّد رحمۃ اللہ نے جو فاضل اخوند کو دُعا خواب و بیداری تعلیم فرمائی تھی اُسکے
تین حصّے ہیں ——————!!

اوّل یہ کہ بعد نماز فجر (صبح) سینے پر ہاتھ رکھ کر ستّر مرتبہ یا فتّاح کہے۔

دوسرے، پھر یہ دُعا پڑھے جو حبیبؐ کبریا سے مروی ہے۔

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى الْحَيِّ الَّذِىْ لَا يَمُوْتُ وَالْحَمْدُ
لِلّٰهِ الَّذِىْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِى الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ
لَّهٗ وَلِىٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ۞

ترجمہ:۔ کوئی قوّت اور طاقت سوائے خدا کے نہیں ہے۔ میرا اُس خدا پر توکّل
ہے جو زندہ ہے موت اس کے لئے نہیں۔ اور حمد اس خدا کی جس کا کوئی فرزند نہیں اور
نہ کوئی اس کا شریک ہے۔ اس کے مُلک میں اور وہ ہر ایک کی یاری سے بے نیاز ہے۔
میں اس کو اس کی بزرگی کے ساتھ یاد کرتا ہوں۔

تیسرے، پھر یہ دعا جو امام ضامن ثامن حضرت علی رضا علیہ السّلام سے منقول
ہے۔ پڑھنی ضرور چاہئیے۔

بِسْمِ اللهِ وَصَلَّى اللهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاُفَوِّضُ اَمْرِىْ اِلَى اللهِ اِنَّ
اللهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ فَوَقٰهُ سَيِّئَاتِ مَا مَكَرُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّىْ

كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا مَا شَآءَ النَّاسُ مَا شَآءَ اللّٰهُ وَاِنْ كَرِهَ النَّاسُ حَسْبِيَ الرَّبُّ مِنَ الْمَرْبُوْبِيْنَ حَسْبِيَ الْخَالِقُ مِنَ الْمَخْلُوْقِيْنَ حَسْبِيَ الرَّزَّاقُ مِنَ الْمَرْزُوْقِيْنَ حَسْبِيَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ حَسْبِيْ مَنْ هُوَ حَسْبِيْ حَسْبِيْ مَنْ لَّمْ يَزَلْ حَسْبِيْ حَسْبِيْ مَنْ كَانَ مُذْ كُنْتُ لَمْ يَزَلْ حَسْبِيْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۝

ترجمہ :- بنام خدا و درود بر محمدؐ و بر آل محمدؐ ۔ میں اپنے کام کو خدا کے سپرد کرتا ہوں اور اللہ بندوں کے حال سے باخبر ہے ۔ شیطان کی بدی اور مکر سے وہ محفوظ رکھے گا ۔ نہیں ہے کوئی خدا مگر تو پاک ذات اور میں اپنے حق میں ظالم ہوں ۔ پس ہم نے اس کی دعا قبول کی اور غم سے نجات دلائی اور ہم مومنوں کو اسی طرح نجات دیتے ہیں ۔ خدا ہمارے لئے کافی ہے ۔ اور وہ بہترین نجات دہندہ ہے (معتقدین نعمت خدا اور فضل خدا سے ایسے مستفید ہوتے ہیں کہ پھر کوئی بدی ان تک نہیں پہونچتی ، مگر جو خدا چاہتا ہے ۔ اور سوائے اس کے کوئی صاحب قوت نہیں ، اس کا چاہا ہوتا ہے نہ لوگوں کا اس کا چاہا ہوتا ہے لوگ اگرچہ نہ چاہیں ۔ میرا ربّ میرے لئے کافی ہے میرا خالق دوسروں سے میرے لئے کافی ہے ۔ میرا رازق دوسروں سے میرے لئے کافی ہے ۔ دو عالم کا ربّ میرے لئے کافی ہے ، کافی ہے ۔ وہ مجھے کافی ہے ، وہ ہمیشہ میرے لئے کافی ہے ۔ تا حیات میرے لئے کافی ہے ۔ کافی مجھ کو ہے وہ خدا جس کے سوا کوئی خدا نہیں ۔ میرا اس پر توکل ہے ۔ اور وہی عرش عظیم کا مالک ہے ۔

اس آخری دعا میں چار مختلف آیات قرآن پاک کی آئی ہیں ۔ جن کے بعد خداوند کریم نے قبولیت دعا کا وعدہ فرمایا ہے جن کی توضیح صادق آل محمدؐ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس طرح ایک مقام پر فرمائی ہے ۔ کہ مجھے تعجب ہے اس شخص پر

جو چار چیزوں سے ڈرتا ہے وہ کیوں چار چیزوں سے پناہ حاصل نہیں کرتا۔

اوّل یہ کہ اگر دشمن سے ڈرتا ہے تو کیوں نہیں کہتا

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ٥ یعنی خدا ہمارے لیے کافی ہے اور کیا ہی اچھا کارساز ہے۔

حالانکہ خدا اسی آیت کے بعد فرماتا ہے۔ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ الخ

یعنی پھر یہ کہنے والے خدا کی نعمت اور فضل کے ساتھ واپس آئے اور انھیں کوئی برائی چھو بھی نہ سکی۔ (سورۂ آل عمران، آیت نمبر ۱۷۳ و ۱۷۴)۔

دوم یہ کہ اگر دشمن کے شر اور مکر سے ڈرتا ہے تو اس کلمہ سے پناہ کیوں نہیں حاصل کرتا۔ وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْٓ اِلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ۔

حالانکہ خدا اسی آیت کے بعد فرماتا ہے۔ فَوَقٰهُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا ٥

یعنی "اپنا کام خدا کو سونپتا ہوں خدا بندوں کے حال سے خوب واقف ہے"۔ دوسری آیت کا مطلب یہ ہے یعنی خدا نے ان کو دشمنوں کی بدی اور مکر سے محفوظ رکھا" (سورۂ المومن آیت نمبر ۴۴ و ۴۵)۔

سوم یہ کہ اگر غم رکھتا ہے تو کیوں نہیں کہتا۔ "لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ" یعنی تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو ہر عیب سے پاک ہے، بے شک میں قصوروار۔ (سورۂ الانبیاء آیت نمبر ۸۷)۔

حالانکہ جانتا ہے کہ خدا اس کے بعد ہی فوراً فرماتا ہے۔ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّیْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ۔ یعنی ہم نے اُن کی دعا قبول کر لی اور انھیں رنج سے نجات دلائی۔ (سورۂ الانبیاء، آیت نمبر ۸۸)۔

چہارم یہ کہ اگر زیادتی مال چاہتا ہے تو کیوں نہیں کہتا۔ مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ یہ سب خدا ہی کے چاہنے سے ہوا ہے۔ کیونکہ سوائے اسکے اور کسی میں یہ قوت نہیں۔ (سورۂ الکہف آیت نمبر ۳۹)۔

حالانکہ دیکھتا ہے کہ خدا اس کے بعد ہی فوراً فرماتا ہے۔ فَعَسٰی رَبِّیْٓ اَنْ یُّؤْتِیَنِ خَیْرًا ط یعنی عنقریب میرا خدا مجھے وہ عطا کرے گا جو خیر اور بہتر ہوگا۔

(الکہف - آیت نمبر ۴۰)۔

مومنین کرام کو وقت مشکل چاہیئے کہ اس عمل کے عامل بنیں کیونکہ — صرف اس کی ایک آیت ہی کے واسطے مولائے کائنات امیر المومنین علی بن ابیطالب علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ یہ مشکل میں مشکلکشاء ہے۔ خدا توفیقات عطا فرمائے۔

بھیجا کرو درُود محمدؐ کی آلؑ پر
اپنی دُعا سے پہلے بھی، اپنی دُعا کے بعد
اختر۔ علیؑ اعلیٰ سے جب مانگو تم دُعا
"نادِ علیؑ" پڑھا کرو ہر مُدّعا کے بعد

(تمام شد)

تحریر نمونۂ سیّد محمد حسن عسکری زیدی نادم ایرانانی

9867

کرشمۂ جفر

از جناب مرزا صاحب لکھنوی (مصنف کتاب کرشمۂ قدرت)
اس کتاب میں مکمل معلومات علم جفر کے متعلق درج ہیں۔ خواص حروف تہجی، اسم اعظم، عمل دست غیب، مختلف سن معلوم کرنے کا طریقہ، اقوال امام جعفر صادقؑ، عمل سورہ حمد برائے محبت، عمل برائے تسخیر حیوانات، خواص سورہ یٰسین، ایام قمر در عقرب، عمل برائے دفع مار گزیدہ، وظیفہ اجابت دعا، علم رمل، مختلف ایام کے سعد و نحس کا بیان، ہواؤں کا بیان، سیارگان کا ذکر، حروف ظلمانی و نورانی، قصیدہ شاہ نعمت اللہ نعمت مرحوم وغیرہ۔ قیمت بارہ روپے۔

گوہر یگانہ

در حالات و ارشادات امام زمانہ علیہ السلام کتاب ہذا۔ مؤلفہ سید آل محمد نقوی مہر جائسی، مصدقہ علامہ جزائری مدظلہ۔ اس کتاب میں امام عصر و الزمانؑ کے حالات کے علاوہ عمل و ادعیہ تحریر ہیں جن کا تعلق امام زمانؑ سے ہے اور انہیں سے وہ دعا و دعائیں منسوب ہیں مثلاً عمل برائے قضائے حوائج برائے حفاظت رد بلا، اعمال ماہ رجب، اعمال شب نیمۂ شعبان، اعمال ماہ رمضان، اعمال ماہ شوال، اعمال ماہ محرم الحرام و عاشورہ، متفرق استخارات، دعا بے وقت خواب اور صحیفہ کاملہ کے متعلق امام زمانہ کا ارشاد۔

قیمت آفسٹ کاغذ ۲۰ روپے سفید کاغذ ۲۱ روپے

محفوظ بک ایجنسی، مارٹن روڈ۔ کراچی